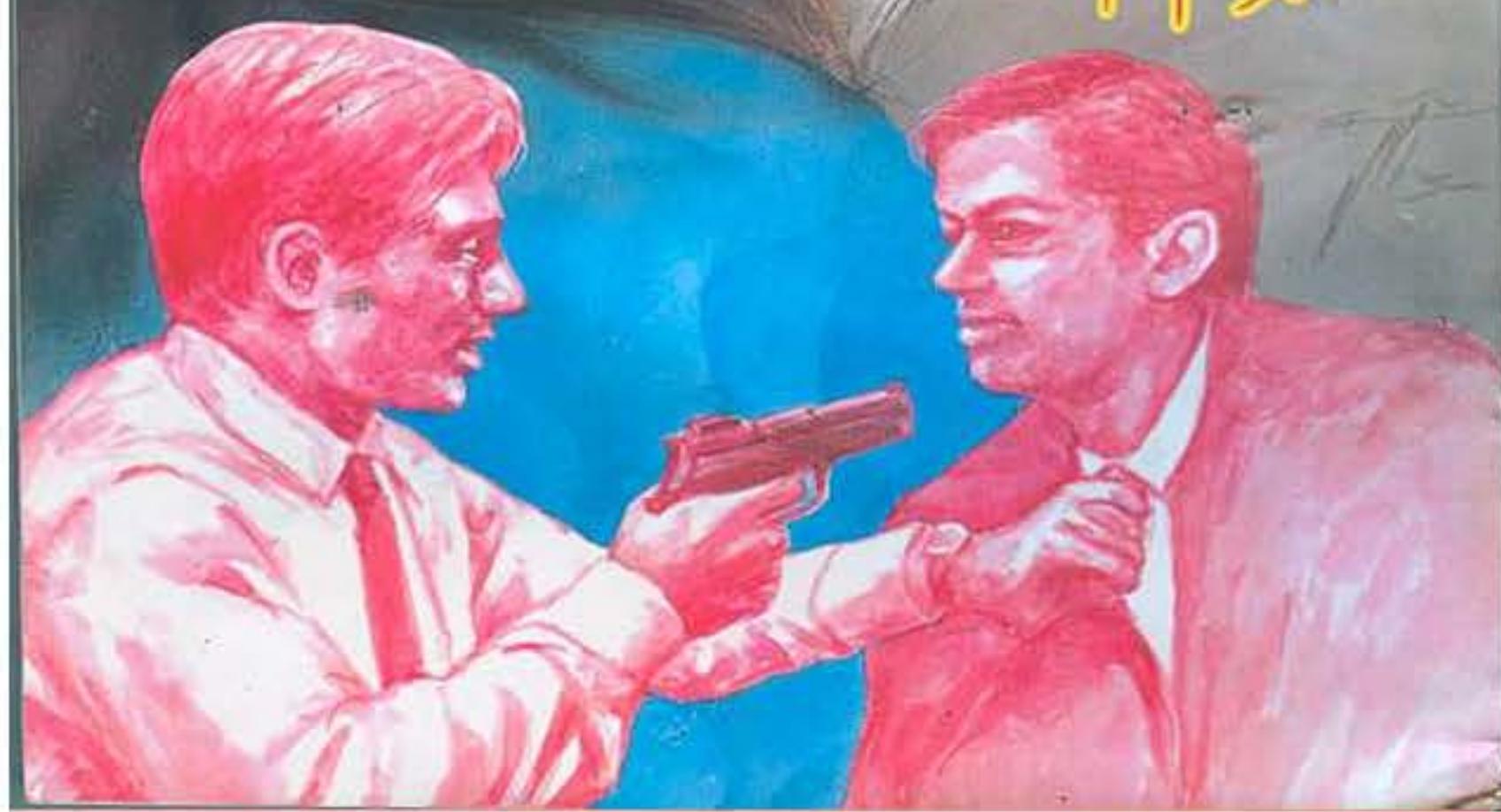


حلاسہ سینے

ای سٹری

منظور کلمس ایم اے



ای سٹی

(مکمل ناول)

مصنف: مظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ”ای سٹی“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ایکری میادینیا کا ایسا ملک ہے جو نہ صرف ہر لحاظ سے پر پاور ہے بلکہ سائنس میں بھی وہ اتنا آگے ہے کہ اس کے خیال کے مطابق ابھی باقی دنیا کو اس تک پہنچنے میں صدیاں لگ جائیں گی اور اسی نقطہ نظر کے پیش نظر اس نے اپنی ایک ریاست میں ایک ایسا شہر قائم کر رکھا ہے جو مکمل طور پر کمپیوٹر کنٹرول تھا اور جہاں اجازت کے بغیر مکھی بھی داخل نہ ہو سکتی تھی۔ اس ای سٹی میں اس کی دو سب سے بڑی لیمارٹریاں تھیں اور اس شہر کو بجا طور پر ناقابل تغیرگردانا جاتا تھا لیکن اب اسے کیا کیسے کہ ایک پاکیشائی سائنسدان کو انغوکر کے اس ای سٹی کی ایک لیمارٹری میں پہنچا دیا گیا تھا تاکہ پاکیشائیکرث سروں چاہے قیامت تک مگریں مارتی رہے تب بھی ای سٹی میں داخل نہ ہو سکے اور ہوا بھی ایسے ہی۔

عمران اور اس کے ساتھی ای سٹی میں داخل ہونے اور مشن مکمل کرنے کے لئے واقعی نکریں مارتے رہے لیکن ان کی کوئی پیش نہ چل پا رہی تھی لیکن عمران ہمت ہارنا تو جانتا ہی نہ تھا اس لئے وہ صورت میں مشن کی تجھیل کے لئے کام کرتا رہا اور پھر اس کی خدا داد ذہانت نے ایسا پلان تیار کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت نہ صرف آسانی سے ای سٹی میں داخل ہو گیا بلکہ اس نے سیکورٹی زون پر قبضہ کر کے اپنا مشن بھی مکمل کر لیا اور ناقابل تغیر ای سٹی اس انداز میں تغیر ہوا کہ کسی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی اپنے منفرد انداز اور تیز ٹیپوکی وجہ سے آپ کو پسند آئے گا۔ اپنی آراء سے مجھے خطوط یا ای میل کے ذریعے ضرور آگاہ کیجئے کیونکہ آپ کے خطوط اور ای میل میری رہنمائی کر رہے ہیں البتہ حسب روایت ناول کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط، ای میل اور ان کے جواب بھی ضرور ملاحظہ کر لیجئے کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

راولپنڈی سے عبدالصمد بلال لکھتے ہیں۔ ”میں آپ کے ناول پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ ماشاء اللہ بہت اچھا لکھتے ہیں اور تحریر اور جاسوسی حوالے سے آپ کے تمام ناول مثالی ہوتے ہیں۔ البتہ آپ سے شکایت ہے کہ آپ اپنے ناولوں میں عورتوں کی تصویر کیوں دیتے ہیں جبکہ اب آپ کا نام اتنا جانا پہچانا ہے کہ آپ کا نام لے کر ناول طلب کئے جاتے ہیں۔ اب اگر آپ عورت کی تصویر ہشادیں تو آپ کے ناولوں کی میل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ قارئین اسے یقیناً سراہیں گے۔ امید ہے آپ اس پر ضرور توجہ دیں گے۔“

”محترم عبدالصمد بلال صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکر یہ۔ سرورق پر عورت کے صرف چہرے کی تصویر ہوتی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ آدم سے لے کر اب تک عورت ہر روپ میں ساتھ رہی ہے اور اب بھی رہ رہی ہے۔ ایسی صورت میں تو عورتوں کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ سرورق پر مرد کی تصویر پر اعتراض کر دیں۔ مجھے تسلیم ہے کہ ایسی تصاویر جن سے دیکھنے والوں کے سفلی جذبات برائیخت ہوں وہ منوع ہیں لیکن صرف چہرے کی تصویر تو اس زمرے میں نہیں آتی۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔“

”راولپنڈی سے قیصر شیراز لکھتے ہیں۔“ میں آپ کا تقریباً اٹھائیں سال سے قاری ہوں۔ آپ کا ناول گنجاب کاری میں نے آج سے چھپیں سال پہلے پڑھا تھا اور تب سے اب تک کے تمام ناول میری ذاتی لائبریری میں موجود ہیں۔ میں نے آپ کے ناولوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور آپ کے ناول پڑھ کر میں نے کامیاب زندگی گزارنی سیکھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں کامیاب زندگی گزار رہا ہوں۔ آپ سے صرف ایک شکایت ہے کہ میں نے آپ کوئی خطوط لکھے لیکن آپ نے میرے کسی خط کا جواب نہ دیا اور نہ ہی اس کا جواب شائع کیا ہے۔ امید ہے آپ اس خط کا جواب ضرور دیں گے۔

”محترم قیصر شہزاد صاحب۔ خط لکھنے اور طویل عرصے سے ناول پڑھنے کا بے حد شکر یہ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عنایت کرے۔ جہاں تک آپ کے خطوط کے جواب نہ ہینے کا تعلق ہے تو محترم ”چند باتیں“ کے عنوان سے صرف وہ خطوط اور ان کے جواب شائع کے جاتے ہیں جن میں دوسرے قارئین کے لئے بھی دلچسپی کی بات موجود ہو۔ دیے میں ہر خط خود پڑھتا ہوں لیکن ہر خط چند باتوں میں تنگی دامان کی وجہ سے شائع نہیں کیا جاتا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے لیکن یہ بھی امید ہے کہ آپ ناول کے بارے میں کوئی ایسی دلچسپ بات ضرور لکھیں گے جو دوسرے قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو۔

اب اجازت دیجئے۔ والسلام

مظہر کلیم ایم اے

mazharkaleem.ma@gmail.com



یتی

اس طویل و عریض دنیا میں ابھی بے شمار حقائق ایسے بھی ہیں جن سے انسان پوری طرح باخبر نہیں ہو سکا ہے لیکن اس کی تجسس پسند فطرت ہر روز کسی نئے چونکا دینے والے اکشاف کے لئے اسے بے قرار رکھتی ہے۔ ایسے ہی چند تحقیقیں کے میدان کے کھلاڑیوں کی مهم جوئی کا حصہ۔ وہ ایک ان دیکھی چلوگ کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین تھے۔ ان کی مهم جو طبیعت انہیں خطرناک راستوں پر لے آئی تھی۔ ایک **یتی (برفانی انسان)** کی انہیں تلاش تھی۔ اس کتاب کا قصہ جس کا آخری باب تحریر کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ انگریزی ادب سے یہ انتخاب، کتاب گھر کے **ایکشن ایڈنچر ناول** سیکشن میں دستیاب ہے۔

ایک بھی ریاست جاہیں کے ایک پررونق اور گنجان آباد شہر ہاٹشن کی فراخ سڑک پر سیاہ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کی ڈرائیور میٹ پر باقاعدہ باور دی ڈرائیور موجود تھا جبکہ عقبی میٹ پر ایک لمبے قد اور قدرے بھاری لیکن ورزشی جسم کا نوجوان بیٹھا تھا جوں میں پکڑے رسالے کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ یہ شاید سڑک کی ہمواری تھی یا کار کا خصوصی میکنزم کہ کار خاصی تیز رفتاری سے چلنے کے باوجود وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار نے ایک موڑ کا نا اور پھر وہ فلک بوس عمارتوں کے سامنے سے گزرتی ہوئی ایسی ہی ایک چالیس منزلہ عمارت کے کھلے ہوئے کپاؤندگیت میں داخل ہو کر مخصوص راستوں سے اوپر چڑھتی ہوئی تیسری منزل پر ایک خالی جگہ پر رک گئی۔ اس عمارت کی سمت کے ساتھ ساتھ پہلی چار منزلوں کو پار کنگ کے طور پر بنایا گیا تھا۔ اس کے باوجود یہاں جگہ عام طور پر چوتھی منزل پر جا کر ملتی تھی۔ کار رکتے ہی نوجوان نے رسالہ سائیڈ میٹ پر رکھا اور کار کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اترنا اور ایک طرف بنے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

نوجوان کے چلنے کا انداز بے حد خود اعتماد نہ تھا۔ گیٹ کر کے وہ لفٹس کی ایک طویل قطار کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ دس کے قریب تھیں جو مسلسل اوپر نیچے آ جا رہی تھیں اور ہر لفت کے سامنے قطار بنی ہوئی تھی۔ نوجوان بھی ایک لفت کے سامنے موجود قطار میں شامل ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ لفت کے اندر پہنچ گیا۔ لفت بوائے نے لفت کا دروازہ بند کیا اور لفت ایک جھٹکے سے اوپر اٹھ گئی۔ یہاں چونکہ لفت ہر منزل پر معمولی سے وقفے کے لئے رکتی تھی اس لئے کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ اس نے کون سی منزل پر اترنا ہے۔ بس لفت رکتی اور جتنے لوگ اترتے اتنے ہی مزید داخل ہو جاتے اور لفت اوپر کو اٹھ جاتی۔ اس طرح کی کارروائی اور پرسے نیچے جانے والی لفٹس کے ذریعے ہوتی رہتی تھی۔ نوجوان سب سے آخری منزل پر اترا اور پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ ایک راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری میں آنے جانے والوں کا خاص اس تھا کیونکہ یہاں کئی بین الاقوامی بنس کرنے والے اداروں کے دفاتر تھے۔ سب سے آخر میں ایک بنس ادارے کا بورڈ لگا ہوا تھا جس کے ساتھ ہی ایک دروازہ تھا جس کے پاس ایک باور دی دربان موجود تھا۔ نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ☆

”آئی کون“..... نوجوان نے اس باور دی دربان کے قریب جا کر آہستہ سے کہا تو دربان نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے جیب سے ایک لمبی چابی نکالی جس کے ساتھ ایک کوپن مسلک تھا، نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا۔ نوجوان نے ایک نظر کو پن پر ڈالی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک کافی بڑا آفس تھا۔ مختلف میزوں پر عورتیں اور مرد موجود تھے جو کمپیوٹر پر مسلسل کام کرنے میں مصروف تھے۔ نوجوان ہال کے آخری حصے میں موجود اکٹھے چار درازوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دلکش طرف سے دوسرے دروازے کے کی ہوں میں چابی ڈال کر اسے گھما یا تو کٹا کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ نوجوان نے چابی واپس نکال کر جیب میں ڈالی اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو یہ ایک خاص بڑا آفس تھا جس کی بڑی سی میز کے پیچے ایک گھنی بھنوں اور بڑی بڑی مونچھوں والا ادھیز عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ نوجوان نے اسے سلام کیا اور آگے بڑھ کر میز کی دوسری طرف موجود چار کر سیبوں میں سے ایک کری پر بیٹھ گیا۔

”ون زیر و دن مائیک حاضر ہے بس“..... نوجوان نے دھمکے لیکن سخیدہ لجھے میں کہا۔

”مائیک۔ پاکیشیا میں ایک اہم مشن درپیش تھا لیکن ہم پاکیشیا کے اندر کام کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے ہم انتظار کرتے رہے اور اب اطلاع ملی ہے کہ ہمارا ناگزیر پاکیشیا سے باہر باچان جا رہا ہے اس لئے اب ناگزیر پر ہاتھ دلانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور چونکہ باچان میں تم نے بڑے طویل عرصے تک کام کیا ہے اس لئے اس مشن کے لئے تمہارا انتخاب کیا گیا ہے“..... او جیز عمر بس نے سرداور خاصے خشک لجھے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیں بس“..... نوجوان نے مختصر سرا جواب دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ بس کے سامنے لمبی بات کرنا چاہتا ہو۔

”ہمارا ناگزیر ایک معروف سائنس دان ہے۔ میزائل میکنا لو جی میں وہ اس وقت دنیا کے ناپ سائنس دانوں میں ایک بلکہ ایک لحاظ سے سب سے برتر ہے۔ اس سائنس دان کا نام ڈاکٹر احسان ہے۔ ڈاکٹر احسان کی وجہ سے پاکیشیا اس وقت میزائل میکنا لو جی میں بے حد تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور اس کے آگے بڑھنے کی بھی رفتار ہی تو خدشہ ہے کہ پاکیشیا سکرٹ ایکریسیس کی میزائل میکنا لو جی سے بھی آگے بڑھ جائے گا۔ ویسے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ ڈاکٹر احسان ایک ایسے میزائل کی تیاری پر کام کر رہا ہے جسے مستقبل کا میزائل بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میزائل کے کامیاب تجربے کے بعد میزائل میکنا لو جی ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گی اور ایکریسیس کے پوری دنیا میں موجود ہیں البر آعظمی میزائل بچوں کے کھلونے بن کر رہ جائیں گے۔ ڈاکٹر احسان نے اس میکنا لو جی کوہا کہ میزائل میکنا لو جی کا نام دیا ہے اور وہ دن رات اس کام میں مصروف ہے“..... بس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”باس۔ پاکیشیا میں اس پر ہاتھ نہ ڈالنے کی وجہ“..... مائیک نے کہا۔

”وہاں پاکیشیا سکرٹ سروس کی موجودگی۔ یہ ایسی سروس ہے جوہاک میزائل میکنا لو جی سے بھی زیادہ فعال ہے۔ اسے لازماً اس بارے میں اطلاع مل جاتی اور پھر ڈاکٹر احسان کو پاکیشیا کی حدود سے باہر نہ جانے دیتی بلکہ اس کے گرد ایسا حصہ قائم کر دیا جاتا کہ پھر اس کا اغوانا ممکن بن کر رہ جاتا اس لئے ہمیں طویل انتظار کرنا پڑا ہے“..... بس نے جواب دیا۔

”تو کیا ب اس کے لئے پاکیشیا سکرٹ سروس کام نہیں کرے گی“..... مائیک نے پوچھا۔

”ضرور کرے گی لیکن ایک بار ڈاکٹر احسان ہمارے ہاتھ لگ گیا تو پھر اس کی واپسی ناممکن ہو گی کیونکہ حکام نے اسے ای سٹی پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے“..... بس نے کہا۔

”ای سٹی۔ وہ کہاں ہے“..... مائیک نے چونک کر اور جیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”مجھے بھی معلوم نہیں ہے اور شاید سوائے چند افراد کے اور کسی کو بھی اس کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ ایکریسیس سائنس دانوں نے اس دنیا میں ایسا شہر بسایا ہوا ہے جس میں رہنے والے ہر آدمی کے جسم میں ایک کمپیوٹر ائر ڈی چپ داخل کی گئی ہے اور وہاں کے رہنے والوں کی کمپیوٹر ائر ڈنگرانی چوبیں گھنٹے اور بارہ مینے خود بخود ہوتی رہتی ہے۔ اس چپ کے بغیر کوئی آدمی جیسے ہی اس ای سٹی میں داخل ہوتا ہے نہ صرف چیک ہو جاتا ہے بلکہ اسے بلاک بھی کر دیا جاتا ہے۔ یہ پورا شہر ہے جس میں یا تو سائنس دان رہتے ہیں یا ان کے استثنی یا ان کے لئے کام کرنے والے افراد۔ یہاں ایکریسیا کی وہ ناپ لیمارٹیاں قائم کی گئی ہیں جنہیں پوری دنیا سے چھپانا مقصود ہے اور آج تک اس بارے میں کسی غیر متعلقہ آدمی کو علم

نہیں ہونے دیا گیا۔..... باس نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پھر اس سائنس وان کوون ای سٹی پہنچائے گا۔..... مائیک نے کہا۔

”یہ تمہاری یا ہماری سر دردی نہیں ہے۔ ہماری ذمہ داری اس سائنس وان کا اس انداز میں انغو ہے کہ کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے کہ اسے کس نے انغو کیا ہے اور اسے کہاں لے جایا گیا ہے۔ تم نے بھی اسے انغو کر کے باچان میں اطالی سفارت خانے کے سینئنڈ سکریٹری تک پہنچانا ہے اور تمہاری ذمہ داری ختم۔ پھر وہ کیسے ای سٹی پہنچایا جاتا ہے یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔..... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیں باس۔ اب اس معاملے کی فائل مجھے دے دیں اور بے فکر ہو جائیں۔..... مائیک نے بڑے باعتماد لبھے میں کہا۔

”وہاں باچان میں بلیک نائیگر کا گروپ اور آدمی موجود ہیں۔ وہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ بظاہر یہ کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے اور باچان میں بلیک نائیگر کا گروپ آسانی سے یہ کام کر سکتا ہے لیکن اس کی اہمیت کو سمجھو کر اس کے باوجود تمہیں وہاں بھیجا جا رہا ہے۔ تمہیں یعنی بلیک نائیگر کے پرایجنت کو تو اس لئے کہ اگر ایک بار اس معاملے میں ناکامی ہو گئی تو پھر ڈاکٹر احسان کی سیکورٹی اس قدر سخت ہو جائے گی کہ انہیں کسی طرح انغو انہ کیا جاسکے گا۔..... باس نے کہا۔

”لیں سر۔ میں سمجھتا ہوں سر۔ آپ بے فکر ہیں۔ ڈاکٹر احسان انغو ہو کر اطالی سفارت خانے کے سینئنڈ سکریٹری کی تحویل میں پہنچ جائیں گے اور کسی کو کافیوں کا نخبر تک نہ ہو گی۔..... مائیک نے جواب دیتے ہوئے کہا تو باس نے میز کی دراز کھوی اور اس میں سے ایک فائل نکال کر مائیک کی طرف بڑھا دی۔

”اس میں ڈاکٹر احسان کی تصویر کے ساتھ ساتھ اس کی روزمرہ کی عادات، اس کے شاف کے بارے میں تفصیلات، باچان میں جہاں وہ ٹھہریں گے اس کے بارے میں تفصیلات، جہاں سائنس کا فرنس کافی ہو گی اس بارے میں اور اس کے سیکورٹی انتظامات کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ باچان میں بلیک نائیگر کے گروپ کے بارے میں بھی اس میں اندر اجات موجود ہیں اور تمہارے بارے میں انہیں اطلاع دے دی گئی ہے۔..... باس نے کہا۔

”لیں سر۔ او کے سر۔ اب مجھے اجازت سر۔..... مائیک نے کہا اور پھر ادھیز عمر باس کے اثبات میں سرہلانے پر اس نے فائل کو موڑ کر پنے کوٹ کی اندر ونی جیب میں ڈالا اور پھر انٹھ کر اس نے گذبائی کہا اور مڑ کر کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر دروازے پر پہنچ کر اس نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال میں سے گزر کر وہ ہال سے باہر آگیا جہاں وہی دربان موجود تھا جس نے چابی دی تھی۔

”آئی کون او کے۔..... مائیک نے جیب سے چابی نکال کر دربان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

”او کے سر۔..... دربان نے اطمینان بھرے لبھے میں کہا اور چابی جیب میں ڈال لی اور مائیک اعتماد بھرے انداز میں چلتا ہوا الفت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



عمران نے کارشیراز ہوٹل کے کپاڈنڈ گیٹ میں موڑی اور اسے سیدھا پارکنگ کی طرف لے گیا۔ سلیمان ان دنوں گاؤں گیا ہوا تھا اس لئے عمران ہوٹل شیراز میں باقاعدگی سے لج� اور ڈنر کر رہا تھا۔ اسے پورے دارالحکومت میں ہوٹل شیراز کے ہی کھانے پسند تھے۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور باہر نکل کر رہا کر لاک کر ہی رہا تھا کہ پارکنگ بواۓ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور ایک کارڈ اس نے کار میں مخصوص جگہ پر انکا یا جبکہ دوسرا کارڈ اس نے عمران کے ہاتھ میں دے دیا لیکن وہ پہلے کی طرح تیزی سے واپس نہ گیا تھا بلکہ کارڈ دے کر سر جھکائے کھڑا ہو گیا تھا۔

”کیا ہوا منیر۔ کوئی مسئلہ ہے؟“..... عمران نے چونک کر کہا۔ وہ کافی عرصے سے ہوٹل شیراز میں آتا رہتا تھا اس لئے اسے پارکنگ بواۓ کے بارے میں علم تھا کہ یہ لڑکا ملازمت کرنے کے ساتھ ساتھ پڑھ بھی رہا ہے اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں اور بیوہ ماں کو بھی پال رہا ہے۔ عمران نے کئی بار اس کی مدد کرنے کی کوشش کی لیکن منیر نے ہر بار انکا رکر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود اپنی محنت سے کما کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہے البتہ پارکنگ فیس اور تھوڑی سی رقم جو گاہک اسے خود ہی خوشی سے دے جاتے تھے وہ انکار نہ کرتا تھا۔ ویسے وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ اگر وہ پانچ روپے کی بجائے دس روپے دے کر مڑ جانے والے کو وہ جبرا باتی پانچ روپے واپس کئے جائیں تو امیر لوگ اسے بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں اور ناراض ہو جاتے ہیں اور منیر کو معلوم تھا کہ اگر ایک آدمی نے بھی مجرم سے اس کی شکایت کر دی تو ایک لمحے میں اسے نوکری سے نکال دیا جائے گا اس لئے وہ خاموش ہو جاتا تھا۔

”سر۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک کام ہے۔“..... منیر نے جھوکتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم تو تکلف کر رہے ہو۔ کمال ہے۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ بولاو،“..... عمران نے اس کے کامنے پر تھکی دیتے ہوئے بڑے محبت بھرے لبھے میں کہا تو منیر کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

”میرے چھوٹے بھائی نے اکاؤنٹس کا کورس مکمل کر لیا ہے۔ ہوٹل میں جو نیز اکاؤنٹس ٹکر کی پوسٹ بھی خالی ہے۔ رکھنا مجرم صاحب نے ہے۔ میں نے مجرم صاحب سے گزارش کی تھی لیکن انہوں نے مجھے جھڑک دیا۔ مجھے پروائزرنے بتایا ہے کہ وہ اس پوسٹ پر ملازمت کے لئے بیس ہزار روپے مانگ رہے ہیں اور میرے پاس تو قم نہیں ہے۔“..... منیر نے آخر میں جھوکتے ہوئے کہا۔

”تمہارا بھائی آگے گے پڑھ رہا ہے یا اس نے پڑھائی چھوڑ دی ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”پڑھ رہا ہے۔ اگر اسے نوکری مل گئی تو وہ رات کی کلاسز جائے کر لے گا جس طرح میں رات کی کلاسز پڑھتا ہوں،“..... منیر نے جواب دیا۔ وہ اس لئے مطمئن کھڑا تھا کہ اس کے حصے کی پارکنگ مکمل ہو چکی تھی اور اب گاڑیاں دوسرے حصوں میں جا رہی تھیں جہاں دوسرے پارکنگ بواۓ کام کر رہے تھے۔

”کیا اس آسامی کا اشتہار دیا گیا ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں جتنا۔ مجھے بھی ایک پروائزر سے معلوم ہوا ہے۔“..... منیر نے جواب دیا۔

”تم نے اپنے بھائی کے کاغذات جمع کرائے ہیں،“..... عمران نے پوچھا۔

”میں کرانے گیا تھا لیکن مجرم صاحب کے سیدھری نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجرم صاحب نے کاغذات وصول کرنے سے روک دیا

ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کسی کو بھی یہاں ملازمت دے دیں گے کیونکہ یہ بہت چھوٹی نوکری ہے لیکن صاحب۔ ان کے لئے تو چھوٹی ہو گئی لیکن ہمارے لئے تو بہت بڑی ہے۔ ہمارے لئے تو آسرا ہو جائے گا۔”..... منیر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا جس میں کاغذات موجود تھے۔

”یہ مجھے دے دو۔ میں وعدہ تو نہیں کر سکتا لیکن اگر تمہارے بھائی کا حق بنا تو کوشش کروں گا۔“ دیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ رزق کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے۔ بس تلاش، کوشش اور محنت ضروری ہوتی ہے۔“..... عمران نے منیر کے کامنے پر تھکی دیتے ہوئے کہا اور پھر مژ کر ہوٹل کے میں گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ڈائیکنگ ہال پہنچ کر اس نے کھانا کھایا اور پھر ہاتھ دھو کر وہ واپس آ کر بیٹھا اور اس نے کافی منگوائی اور جیب سے وہ لفافہ نکال لیا جو منیر نے اسے دیا تھا۔ اس نے کاغذات نکال کر انہیں پڑھنا شروع کر دیا۔ منیر کے بھائی نے میٹرک بھی سینڈ ڈویشن سے کی تھی۔ پھر ایسی اسی اس کے بعد اکاؤنٹس کا کورس کیا تھا جو اس نے سینڈ گریڈ میں پاس کیا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ منیر کا بھائی عالم میڈیا کر ہے اور ایسی نوکریاں ایسے ہی لوگوں کے لئے ہوتی ہیں جن کی شروع سے ہی فرست ڈویشن آ رہی ہو۔ انہیں یہاں نوکری دینا ان کے کیریئر سے دشمنی کرنا ہے۔ انہیں آگے جانا ہوتا ہے۔“..... عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر کاغذات واپس لفافے میں ڈال کر اس نے لفافہ جیب میں رکھ لیا اور پھر ایک طرف کھڑے پر واٹر کو اشارے سے بلا یا۔

”لیں سر۔ حکم سر۔“..... پر واٹر نے قریب آ کر موڈ بانہ لجھے میں کہا۔
”میجر صاحب آفس میں موجود ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ کیا کوئی شکایت ہے سر۔ مجھے بتائیں سر۔“..... پر واٹر نے قدرے گھبرائے ہوئے لجھے میں کہا۔

”نہیں۔ ان سے بات کرنی ہے اور ہاں سنو۔ چیزیں میں صاحب بھی موجود ہیں آفس میں۔“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ وہ ابھی تشریف لائے ہیں۔“..... پر واٹر نے جواب دیا۔

”میجر صاحب کون ہیں۔“..... عمران نے پوچھا کیونکہ اس کی آج تک میجر سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ دو سال پہلے ایک میجر فرست خان ہوا کرتا تھا۔ وہ شاید کسی غیر ملک میں سیئل ہو گیا تھا۔

”میجر صاحب ایکریمیا سے آئے ہیں۔ وہاں وہ آٹھ سال تک ہوٹل ہائیڈے کے میجر ہے ہیں۔ ان کا نام نوازش علی ہے۔ بہت قابل اور ہمدرد و آدمی ہیں جناب۔“..... پر واٹر نے ساتھ ہی میجر کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پر واٹر کیوں میجر کی تعریف کر رہا ہے تاکہ اگر عمران نے میجر کو اس کا حوالہ دیا تو تعریف کی ہی سامنے آئے۔ پرانیویث ملازمتوں میں ایسی باریکیوں کا خصوصی طور پر خیال رکھنا پڑتا تھا۔ عمران نے بل منگوایا اور پھر بل ادا کر کے وہ انھا اور دوسرا منزل کو جانے والی سیر ہیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اگر اسے جلدی نہ ہو تو وہ لفت استعمال کرنے کی بجائے سیر ہیاں چڑھنا زیادہ پسند کرتا تھا کیونکہ اس طرح جسم حرکت میں رہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ میجر کے آفس کے سامنے موجود تھا۔ دربان نے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ شاید وہ پہلے سے جانتا تھا۔ عمران سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف مر گیا۔

”فیجر صاحب کا موڈ کیسا ہے؟“..... عمران نے بڑے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا تو دربان بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

”آپ چیز میں صاحب کے بھتیجے ہیں جناب۔ آپ کو فیجر صاحب کے موڈ کا پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے ٹھیک ہے“..... دربان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو عمران سمجھ گیا کہ یہ دربان یہاں کا پرانا آدمی ہے۔ اس نے دروازے کو دبایا اور دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہوا تو یہ ایک خاص بڑا کمرہ تھا جس کی ایک سائیڈ پر ششی کا دروازہ تھا جس کے باہر ایک بیٹھوی کاؤنٹر تھا جس کے پیچے ایک نوجوان لڑکی فون سامنے رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ صوفے پر ہوئے تھے لیکن اس وقت صوفوں پر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

”بھی فرمائیے“..... سیکرٹری نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ کی عمر تو واقعی فرمائش کرنے والی ہی ہے لیکن اب کیا کیا جائے آج کل مہنگائی بہت زیادہ ہے اور اس مہنگائی میں چھوٹی سی فرمائش بھی پوری کرنے کے لئے بہت سے پاپڑ بنیے ہوتے ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ پاپڑ بننے کا کام بہت محنت طلب ہوتا ہوگا۔ آپ نے کبھی بیلے ہیں پاپڑ“..... عمران کی زبان روایا ہو گئی تو وہ لڑکی عمران کو ایسے انداز میں دیکھنے لگی جیسے اسے اس کے ڈنی تو ازن پر شک ہو۔

”آپ آئے کس لئے ہیں؟“..... سیکرٹری کا لہجہ خاص اسخت تھا۔

”فیجر صاحب سے ملنے لیکن بشرطیکہ پاپڑ نہ بننے پڑیں“..... عمران نے سیکرٹری کی کیفیت دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا کام ہے آپ کو ان سے؟“..... لڑکی کا لہجہ اور سرد ہو گیا۔

”چیز میں شیراز صاحب کا پیغام پہنچانا ہے۔ میں ان کا بھتیجا ہوں“..... عمران نے کہا تو وہ لڑکی بے اختیار اچھل پڑی۔

”اوہ۔ اوہ۔ سر آپ۔ اچھا۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں ابھی آپ کو کمال کرتی ہوں“..... لڑکی نے انتہائی بوکھلائے ہوئے لجھے میں کہا۔

چیز میں کا نام سن کر اس کے واقعی ہوش اڑ گئے تھے۔

”اوے۔ اوے۔ اس قدر پر پیشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان سے کام کرو“..... عمران نے اس کی حالت دیکھ کر اسے دلasse دیتے ہوئے کہا ورنہ اسے خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی ابھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی اور عمران مرکر صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران سمجھ گیا تھا کہ لڑکی کی نئی نئی ملازمت ہے ورنہ جو کافی عرصے سے ایسی سیٹوں پر کام کر رہی ہوں وہ اس قدر پر پیشان نہیں ہوا کرتیں۔ تھوڑی دیر بعد ششی کا دروازہ کھلا اور ایک غیر ملکی ہاتھ میں آفس بیگ اٹھائے باہر آیا۔ اس نے مسکرا کر لڑکی کی طرف دیکھ کر خوشنودی کے انداز میں سرہلایا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لڑکی نے سامنے پڑے ہوئے انٹر کام کا رسیور اٹھایا۔

”سر۔ چیز میں صاحب کے بھتیجے ملاقات کے لئے تشریف رکھتے ہیں؟“..... لڑکی نے کن انگھیوں سے صوفے پر بیٹھے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر دوسرا طرف سے کچھ سن کر وہ پہلے کی طرح پر پیشان ہو گئی۔

”آپ۔ آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کا نام؟“..... لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران اطمینان سے اٹھا

اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور میں چیئرمین صاحب کا بھتیجا ہوں“..... عمران نے قریب جا کر کہا تو لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”اسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ حقیر فقیر پر تصریح بیچ مان بندہ نادان علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بھتیجا چیئرمین بربان خود بلکہ بدہان خود بول رہا ہوں“..... عمران نے رسیور لے کر اپنا تعارف کرانا شروع کر دیا تو لڑکی کی آنکھیں بچتی کی پھٹی رہ گئیں۔ شاید اس نے زندگی میں پہلی بار اپنا تعارف ساختا۔

”آپ کون ہیں۔ کیوں نگک کر رہے ہیں۔ چیئرمین صاحب کا کوئی بھتیجا نہیں ہے۔ آپ جاسکتے ہیں ورنہ میں پولیس کو کال کر لوں گا۔“..... دوسری طرف سے ایک جھلائی اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اچھا شکر یہ۔“..... عمران نے ایسے لبجے میں کہا جیسے اسے اندر جانے کی باقاعدہ اجازت مل گئی ہو۔ اس نے رسیور رکھا اور تیزی سے ششے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو ایک چھوٹی سی راہداری کے بعد ایک خاص ابردا کرہ تھا جسے بے حد خوبصورت اور جدید انداز میں سجا یا گیا تھا۔ ایک بڑی سی آفس نیبل کے پیچھے ایک آدمی سوت پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ختنی کے تاثرات نمایاں تھے۔ آنکھوں میں تیز چمک تھی لیکن عمران اس چمک کو دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ ذہانت کی چمک نہیں بلکہ شیطانیت کی چمک تھی۔

”سلام پہلے کر چکا ہوں اور تعارف بھی۔“..... عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور بڑے اطمینان سے میز کی دوسری طرف بیٹھ گیا۔ ”آپ چاہتے کیا ہیں۔ بظاہر تو آپ انتہائی ذہین اور معزز نظر آ رہے ہیں۔“..... فیجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے عمران کا لباس، اس کا شائل اور چہرے پر موجود سنجیدگی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

”آپ کے ہوٹل میں جو نیز اکاؤنٹس کی آسامی کی ایک سیٹ خالی ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”سوری۔ میں اس سیٹ پر آپ کو نہیں رکھ سکتا۔ میں آپ جیسے غیر ذمہ دار آدمی کو اپنے شاف میں شامل نہیں کر سکتا۔ آپ جاسکتے ہیں۔“..... فیجر نے قدرے غصیلے لبجے میں کہا۔

”شکر ہے آپ نے تو تم کے الفاظ استعمال نہیں کئے ورنہ اب تک آپ اس سوت سمیت کسی گٹر میں تیر رہے ہوئے۔ میں خود یہ اعلیٰ سیٹ حاصل کرنے کے لئے نہیں آیا۔ ایک غریب نوجوان کے لئے یہ سیٹ چاہئے۔ آپ نے اس سیٹ کے لئے بیس ہزار روپے کی رقم مقرر کی ہے۔ وہ میں دے دیتا ہوں۔“..... عمران نے کہا اور جیب سے نوٹوں کی ایک گذی نکال لی۔

”یو شٹ آپ۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ ناٹس۔ میں لحاظ کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھے آ رہے ہو۔ نکلو ورنہ میں پولیس کو کال کرتا ہوں۔“..... فیجر نے یکخت غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔ پھر اس کی انگلی بجلی کی تیزی سے نمبر پر لیں کرنے لگی۔ فیجر حیرت بھرے انداز میں دیکھا رہ گیا۔

”مس شاہینہ۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ چیزِ میں صاحب سے میری بات کرو۔“..... عمران نے کہا تو فیجر نے بے اختیار جھکا کھایا۔

”ہیلو انگل۔ میں اس وقت آپ کے ہوٹل کے فیجر کے آفس میں موجود ہوں۔ فیجر صاحب بے حد شریف آدمی ہیں۔ انہوں نے میری بڑی عزت کی ہے۔ آپ ان سے بات کرنا چاہیں گے یا میں آنٹی کوفون کروں۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاڈوڑ کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تم میرے پاس آنے کی بجائے وہاں کیوں گئے۔ بولو۔ میرے آفس میں کیوں نہیں آئے۔ بولو۔“..... چیزِ میں شاہ جہاں خان نے اپنے مخصوص لجھے میں کہا۔

”چلیں آپ یہاں آ جائیں۔ اب اتنی چھوٹی سی پوسٹ کے لئے آنٹی کو یہاں آنے کے لئے تکلیف کیوں دوں۔“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”آپ۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ جیسے حکم دیں گے ویسے ہی ہوگا۔“..... فیجر کی حالت اب تک خاصی تباہ ہو چکی تھی کیونکہ عمران نے جس انداز میں ہوٹل کے بورڈ آف گورنر ز کے چیزِ میں سے بات کی تھی اس کے بعد فیجر کو سمجھا آگئی تھی کہ جسے وہ اپنے طور پر پاگل سمجھ رہا ہے وہ کوئی خاص چیز ہے۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو فیجر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں سر۔ فیجر بول رہا ہوں سر۔“..... دوسری طرف سے آنے والی آوازیں سن کر فیجر نے انتہائی بوکھائی ہوئے لجھے میں کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے لاڈوڑ کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”یہ عمران کس پوسٹ کی بات کر رہا ہے۔ بولو۔“..... چیزِ میں نے دھاڑتے ہوئے لجھے میں کہا۔

”جناب۔ جو نیسا کاؤنٹریس بلکر کی ایک سیٹ خالی ہے۔“..... فیجر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کیا تم نے اس بارے میں ہمیں رپورٹ دی تھی۔“..... چیزِ میں نے پوچھا۔

”ابھی ایک ہفتے پہلے یہ سیٹ خالی ہوئی ہے جناب۔ میں نے رپورٹ بنالی ہے۔ بس آپ کو بھجوانی تھی جناب۔“..... فیجر نے مردہ سے لجھے میں کہا۔

”عمران کہاں ہے۔“..... چیزِ میں نے پوچھا۔

”یہیں ہیں جناب۔“..... فیجر نے جواب دیا۔

”رسیور اسے دو۔“..... چیزِ میں نے کہا تو فیجر نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔☆

”لیں انگل۔ آپ نے کہیں اپنی وصیت میں سے میرا نام تو نہیں کاٹ دیا۔ سوچ لیں۔ میں آپ کا اکلوتا بھتیجا ہوں۔“..... عمران نے رسیور کا ان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”تم کس کو اس سیٹ پر لانا چاہتے ہو۔“..... چیزِ میں نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے کہا۔

”ایک لڑکا ہے۔ اس نے ایف ایس سی کے بعد اکاؤنٹس کا کورس کیا ہے۔ وہ دن کو نوکری کرے گا اور رات کو مزید پڑھے گا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن یہ اصول کے خلاف ہے کہ کسی کو سفارش پر سیٹ دے دی جائے۔ یہ سیٹ مشہر ہوگی۔ اس میں جو امیدوار بھی شامل ہوں گے ان کا سیٹ لیا جائے گا اور انہوں نے بھی۔ اس کے بعد ان میں میرث پر جو سب سے بہتر ہو گا اسے سیٹ دی جائے گی۔“..... چیزِ مین نے بڑے رعب دار لمحے میں کہا۔

”ہونا بھی ایسا ہی چاہئے انکل۔ لیکن جب سب کچھ ہی میرث کے بغیر ہو وہاں ایک چھوٹی سی سیٹ کے لئے میرث کی بات کرنا میرث کا ہی مذاق اڑانا ہے۔“..... عمران نے منہ بنتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا کہہ رہے ہو نہیں۔ کیا وہاں میرث کے بغیر کام ہوتے ہیں؟“..... چیزِ مین نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”آپ ناراض نہ ہوں انکل۔ آپ کا میرث کیا ہے۔ صرف یہ کہ آپ آئندی کے شوہر نامدار ہیں اور اگر آج میں آئندی کی خدمت میں ایکس پلازا کے لگڑری سوت ٹرپل فائیو میں بنی ہوئی فلم اور شیپ آئندی تک پہنچا دوں تو آپ سڑکوں پر چکلیاں بجائے نظر آئیں گے اور یہ آپ کا فیجر جو اس لگڑری فلیٹ کا رازدار ہے یہ بھی کسی گھر میں لاش کی صورت میں تیرتا نظر آئے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا کہہ رہے ہو یہ۔ کیا بکواس کر رہے ہو۔ فیجر کوفون دو۔“..... چیزِ مین نے یک لخت بوکھلائے ہوئے لمحے میں کہا تو عمران نے رسیور فیجر کی طرف بڑھا دیا جس کا رنگ عمران کی بات سن کر ہلدی سے بھی زیادہ زرد پڑ گیا تھا۔

”فیجر۔ اس شیطان سے کاغذات لے لو اور سیٹ اس کے آدمی کو دے دو کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ یہ کسی غلط آدمی کی سفارش نہیں کر سکتا۔“..... چیزِ مین نے فیصلہ کن لمحے میں کہا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”نج۔ نج۔ جناب۔ حکم فرمائیں جناب۔“..... فیجر نے رسیور رکھ کر بے اختیار دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ اس کی حالت واقعی بے حد خستہ ہو رہی تھی کیونکہ اسے بھی معلوم تھا کہ بڑی بیگم اگر چاہے تو واقعی اسے پوری دنیا میں کہیں پناہ نہ مل سکے گی کیونکہ وہ ان کے غصے، تنہے اور تعلقات کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔

”یہ لوفا فاف۔ اس میں کاغذات موجود ہیں۔ تمہارے ہاں پارکنگ بوائے ہے میر۔ یہ اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ میں نے کاغذات دیکھ لئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ اس سیٹ کے لئے مناسب رہے گا لیکن اس کے باوجود اگر تم چاہو تو آسامی مشہر کر کے جو قانونی کارروائی ہوتی ہے وہ کر لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“..... عمران نے جیب سے لفافہ نکال کر فیجر کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”اب اس کی ضرورت نہیں ہے جناب۔ چیزِ مین صاحب نے حکم دے دیا ہے جناب۔“..... فیجر نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اور ہاں۔ وہ بیس ہزار روپے بھی لے لو۔“..... عمران نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

”م۔ م۔ مجھے معاف کرو تجھے صاحب۔ آپ کی مہربانی ہو گئی جناب“..... نیجر نے ایک بار پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

”اوے۔ اور سنو۔ اگر آئندہ مجھے روپرٹ ملی کہ تم رشوٹ لیتے ہو تو تم اس صفحہ ہستی سے بھی غائب ہو سکتے ہو“..... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور واپس مذکورہ راہداری سے ہوتا ہوا ششی کا دروازہ کھول کر باہر آیا اور تیز تیز قدم اٹھا تا بیر و نی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ پارکنگ میں پہنچا تو منیر نے آ کر سلام کیا اور کار سے کارڈ نکال لیا۔

”تمہارے بھائی کی توکری کمی ہو گئی ہے لیکن اسے کہنا کہ محنت اور ایمانداری سے کام کرے“..... عمران نے جیب سے پارکنگ کا رُٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

”شکریہ صاحب۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے“..... منیر نے گلوگیر لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔ عمران کا رکا دروازہ کھولنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ اس نے ایک کار پارکنگ میں آتی دیکھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ کار کی ڈرائیورنگ سیٹ پر ایک ادھیر عمر براچانی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پا کیشیا میں باچانی سفارت خانے میں ملٹری ایٹاشی تھا اور عمران جانتا تھا کہ پا کیشیا میں باچانی مفادات کی نگہبانی اس کا فریضہ ہے اور عمران کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ شخص باچان سیکرٹ سروس کا کافی عرصہ تک ایجنت بھی رہا ہے اور پھر بطور ڈپٹی چیف ریٹائر ہو کر اب وہ پا کیشیا میں باچانی سفارت خانے کا ملٹری ایٹاشی تھا۔ عمران کی اس سے اس وقت سے دوستی تھی جب وہ فیلڈ ایجنت تھا۔ چونکہ باچان اور پا کیشیا میں گھرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس کا نام تاچنگ تھا، تاچنگ نے کار عمران کے ساتھ خالی جگہ پر روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ عمران آگے گئے بڑھا اور پھر دونوں نے بڑے گرجوشانہ انداز میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔

”کیسے ہوتا چنگ۔ میں نے دو ماہ پہلے سفارت خانے فون کیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ تم لمبی چھٹی پر باچان گئے ہوئے ہو“..... عمران نے کہا۔

”ہا۔ میں ایک ہفتہ پہلے واپس آیا ہوں۔ تم اپنے بارے میں سنا و کیسے ہو“..... تاچنگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”صرف اوکے نہیں بلکہ ڈبل اوکے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو تاچنگ بے اختیار ہنس پر۔

”کھانا کھا کر واپسی جا رہے ہو یا ب آ رہے ہو“..... تاچنگ نے پوچھا۔

”نہیں۔ میں واپسی جا رہا تھا۔ تمہیں دیکھ کر رک گیا۔ کھانا میں کھا چکا ہوں“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آؤ ڈبل اوکے کی وجہ سے ڈبل کھانا تو کھایا جا سکتا ہے“..... تاچنگ نے مسکراتے ہوئے کہا تو عمران اس کی خوبصورت بات پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”کھانا تو نہیں البتہ کافی ڈبل اوکے ہو سکتی ہے۔ آؤ۔ اور ہا۔ کھانا بھی میری طرف سے اور کافی بھی“..... عمران نے مڑتے ہوئے کہا۔

”اوہ نہیں۔ تم خواہ مخواہ تکلف کر رہے ہو“..... تاچنگ نے مذکور اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔☆

”تکلف کرتا تو میں تمہیں کہہ دیتا کہ میرے آئندہ ایک ماہ کے کھانے کے بل ایڈ و انس جمع کراؤ“..... عمران نے کہا تو تاچنگ ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ڈائمگ ہال میں پہنچ گئے تو عمران نے تاچنگ کے لئے کھانے کا آرڈر دے دیا اور جب تک تاچنگ

کھانا کھاتا رہا، عمران خاموش بیٹھا رہا۔ کھانے کے برتن واپس جانے کے بعد عمران نے کافی کا آرڈر دے دیا۔

”لگتا ہے تم کوئی بات کہنا چاہتے ہو لیکن کہہ نہیں پا رہے۔ پارکنگ سے اب تک تمہارے ذہن میں یہی کٹکش جاری ہے۔ کیا بات ہے جو تم شیر بھی کرنا چاہتے ہو لیکن پھر رک جاتے ہو“..... عمران نے کہا تو تاچنگ بے اختیار چونک پڑا۔

”تم نے کیسے اندازہ لگایا۔ ان معاملات میں تو میں مشہور ہوں۔ میرے چہرے سے کوئی میری سوچ نہیں پڑھ سکتا“..... تاچنگ نے کہا۔ اس کے لمحے میں حیرت تھی۔

”تمہارے چہرے سے نہیں بلکہ تمہاری آنکھوں سے ہمی کٹکش نمایاں تھی“..... عمران نے جواب دیا اور اسی لمحے ویژہ کافی لے آیا تو عمران نے کافی بنا شروع کر دی۔

”وراصل جب میں نے تمہیں دیکھا تو میں اپنے دل میں بے حد شرمende ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں تمہارا سامنا کیسے کروں گا لیکن لگتا ہے تم اخبارات نہیں پڑھتے“..... تاچنگ نے کہا۔

”ہاں۔ آج کل ایسا ہی ہے۔ اخبار پڑھنے سے سوائے دل جلانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیا کوئی خاص خبر ہے جس پر تم شرمende ہو“..... عمران نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”میں بطور ایک باچانی باشندہ شرمende گی محسوس کر رہا تھا کیونکہ کل باچان میں ایک سائنسی کانفرنس کے دوران پاکیشیائی مندوب ڈاکٹر احسان کو انغو اکر لیا گیا ہے اور باچان حکومت اور ایجنسیاں باوجود شدید کوشش کے نہ ہی انہیں برآمد کر اسکی ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی سراغ لگایا جاسکا ہے لیکن جب تم نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی تو میں یہ سوچتا رہا کہ میں یہ بات کروں یا نہ کروں“..... تاچنگ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”کب ہوئی ہے یہ واردات“..... عمران نے اس بار سمجھیدہ لمحے میں کہا کیونکہ اس نے سرداور سے ڈاکٹر احسان کا نام نا ضرور تھا لیکن اب اسے یاد نہ تھا کہ یہ نام کس حوالے سے سامنے آیا تھا۔

”کل صبح“..... تاچنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں آج اخبار سے معلوم ہوا یہ یا سفارت خانے کی فون لائن سے“..... عمران نے پوچھا۔

”مجھے کل ہی پہنچ چل گیا تھا۔ میں نے وہاں اپنے دوستوں سے بھی بات کی۔ انہوں نے بھی کوشش کی لیکن وہ بھی معمولی ساراغ بھی نہیں لگا سکے“..... تاچنگ نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ باقاعدہ منتظم کارروائی کی گئی ہے“..... عمران نے کہا اور تاچنگ نے اثبات میں سر بلاد دیا۔

”اوکے۔ میں دیکھ لوں گا“..... عمران نے کہا اور پھر ویژہ کوکال کر کے اس نے بل ادا کیا اور پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

”وہاں باچان میں ہوتی ہی پیشہ سروبرز کا چیف ہے۔ وہ تمہارا بے حد قدر دان ہے۔ اگر تم چاہو تو اس سے بات کر سکتے ہو“..... تاچنگ نے کہا اور پھر جب سے ایک کارڈ نکال کر اس نے عمران کی طرف بڑھا دیا۔ یہ ہوتی کا کارڈ تھا۔ اس پر اس کے آفس کا نمبر موجود تھا۔

”ہوتی بے حد ذہین آدمی ہے۔ وہ لازماً کوئی نہ کوئی سراغ لگا لے گا“..... عمران نے کارڈ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں ہٹل سے باہر آ گئے۔ چند لمحوں بعد عمران تاچنگ سے مصافحہ کر کے اپنی کار میں سوار ہوا اور اس نے ہٹل سے باہر نکل کر کار کارخ داش منزل کی طرف مورڈ دیا۔

<http://kitabba.com> ☆.....☆☆ <http://kitababhar.com>

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہشمند ہیں؟

اگر آپ شاعر/ مصنف / مؤلف ہیں اور اپنی کتاب چھپو انے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز "علم و عرفان پبلشرز" کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفوں اور شعرا کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب نائل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیت و رک کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میسر (مواد) دیجئے اور کتاب لے جئے..... خواتین کے لیے شہری موقع..... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق.....

ادارہ علم و عرفان پبلیشرز ایک ایسا پبلیشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ نہ اپاکستان کے کئی ایک معروف شعراً / مصنفوں کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں.....

ilmoirfanpublishers@yahoo.com مکمل اعتماد کے ساتھ راٹھ کیجئے۔ علم و عرفان پبلیشرز، اردو بازار لاہور

مائیک ہاٹن میں اپنے فلیٹ کے ایک کمرے میں بیٹھا شراب پینے اور اُنہی پر خبریں دیکھنے میں مصروف تھا۔ وہ رات کو باچان سے واپس آیا تھا اور اس نے فون پر چیف کو اپنی واپسی کی رپورٹ دے دی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جب چیف مناسب بھیس گے یا تو اس سے فون پر بات کر لیں گے یا پھر اسے آفس میں بلا کراس سے تفصیلی رپورٹ لے لیں گے۔ گواہی تک چیف نے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ کسی بھی وقت چیف کی کال آ سکتی ہے اس لئے وہ باہر جانے کی بجائے فلیٹ پر ہی موجود تھا اور پھر چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”مائیک بول رہا ہوں“..... مائیک نے قدرے مود بانہ لجھے میں کہا۔

”میں نے تو ساتھا کہ تم باچان گئے ہو۔ کب واپسی ہوئی؟“..... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”جیں تم۔ کہاں سے بول رہی ہو؟“..... مائیک نے چونک کر کہا۔ جیں اس کی ملکیت اور گل فرینڈ تھی۔ اس کا تعلق بھی بلیک ناگیرے ہی تھا لیکن وہ مقامی سطح پر کام کرتی تھی۔

”اپنے فلیٹ سے۔ میں نے سوچا کہ فون کر کے دیکھا لوں۔ شاید بات ہو جائے اور بات ہو گئی؟“..... جیں نے ہنتے ہوئے کہا تو مائیک اس کے اس انداز پر بے اختیار نہیں پڑا۔

”تو پھر آ جاؤ میرے فلیٹ پر۔ میں یہاں اکیلے بیٹھے بیٹھے مر جانے کی حد تک بورہ ہو چکا ہوں“..... مائیک نے کہا۔

”کیوں۔ کیا ہوا ہے کہ تم بورہ ہونے کے باوجود فلیٹ میں ہی جھے ہوئے ہو؟“..... جیں نے چونک کر کہا۔

”میں رات ہی باچان سے ایک مشن کھل کر کے واپس آیا ہوں اور اس وقت چیف کی کال کا منتظر ہوں۔ چیف کسی وقت بھی کال کر سکتا ہے اس لئے مجبوراً فلیٹ میں قید ہوا بیٹھا ہوں“..... مائیک نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں آ رہی ہوں“..... جیں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو مائیک نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر نجاح اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”مائیک بول رہا ہوں“..... مائیک نے کہا۔

”چیف فرام دس اینڈ۔ چیل فون آن کرو“..... دوسری طرف سے چیف کی سخت آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو مائیک نے چونک کر رسیور رکھ دیا اور اٹھ کر سامنے دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور اس میں موجود ایک سفید رنگ کا فون سیٹ اٹھا کر اس نے الماری بند کی اور پھر فون سیٹ کو میز پر رکھ کر اس نے اس کی تار کو چیل فون ساکٹ کے ساتھ جوڑ دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو اس نے رسیور اٹھالیا۔

”مائیک بول رہا ہوں۔ چیل فون سے“..... مائیک نے کہا۔

”تم اکیلے ہو یا اور بھی کوئی موجود ہے تمہارے پاس“..... چیف نے پوچھا۔

”اکیلا ہوں چیف۔ ویسے جیمن نے فون کیا تھا۔ میں نے اسے کہا کہ میرے فلیٹ پر آ جاؤ۔ وہ بھی آتی ہی ہوگی۔“..... ماٹیک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے اسے باچانی مشن کے بارے میں تو نہیں بتایا۔“..... چیف نے پوچھا۔

”نوسر۔ بھی تو وہ آتی ہی نہیں لیکن چیف۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔ پہلے تو آپ نے کبھی ایسی بات نہیں کی،“..... ماٹیک نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ہا۔ خاص بات یہ ہے کہ ڈاکٹر احسان کے انوائیں میں پاکیشیا سکرٹ سروس کے خطرناک ایجنت عمران نے از خود دلچسپی لینا شروع کر دی ہے کیونکہ یہ اطلاعات ملی ہیں کہ اس نے باچان میں پیش سروہز کے چیف ہوتائی سے اس بارے میں بات کی ہے۔ ہوتائی گو باچان کی پیش سروہز کا چیف ہے لیکن وہ ہمارا بھی ہمدرد ہے۔ ہم چاہتے تو اس انوائیں اسے بھی استعمال کر سکتے تھے لیکن ہم نے اسے استعمال نہیں کیا کیونکہ ہمیں پہلے سے خدشہ تھا کہ پاکیشیا سکرٹ سروس اس پر کام کرے گی اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس معاملے میں باچان حکومت برادرست ملوث ہو۔ بہر حال عمران نے ہوتائی سے فون پر بات کی ہے لیکن ہوتائی نے اسے خوبصورتی سے ٹال دیا ہے لیکن میں اس عمران کو جانتا ہوں۔ وہ بھوت کی طرح اس معاملے سے چمٹا رہے گا اور کسی بھی طرح اگر اسے علم ہو گیا کہ تم اس بارے میں ملوث ہو تو وہ تمہارے پیچھے یہاں بھی آ سکتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملے کو صرف اپنے تک ہی محدود رکھتی کہ جیمن سے بھی اس کا ذکر نہ کرو۔“..... چیف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن چیف۔ میں تو کسی ایکشن میں شامل ہی نہیں ہوا اور بطور سیاح علیحدہ رہا ہوں۔ البتہ تمام پلانگ میں نے ہنائی اور اس پلانگ پر عمل درآمد کا جائزہ لیتا رہا جبکہ ڈاکٹر احسان اطالی سفارت خانے پہنچا دیا گیا تو میں ایک عام سی فلاٹ سے واپس آ گیا۔ میرے بارے میں تو اسے کسی طرح بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ میں تو ہوتائی سے بھی نہیں ملا۔“..... ماٹیک نے کہا۔

”مجھے یقین ہے لیکن احتیاط بہر حال ضروری ہے اس لئے میں نے فون کیا تھا۔ تمہارا مشن کا میا ب رہا۔ ڈاکٹر احسان ای سٹی پنچھی چکا ہے اور اب اسے طویل عرصے تک وہیں رہنا ہے۔ اب درمیانی رابطے تم اور میں ہوں اس لئے ہم دونوں کو ہر طرح سے مختار رہنا ہو گا۔ گذبائی۔“..... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوا تو ماٹیک نے رسیور رکھا اور پھر انھ کراں نے ساکٹ سے اس کا رابطہ علیحدہ کیا اور فون سیٹ انٹھا کر واپس الماری میں رکھ دیا۔ اسی لمحے کاں بیتل کی آواز سنائی دی تو وہ سمجھ گیا کہ جیمن آتی ہوگی۔ وہ تیزی سے مڑا اور اس نے جا کر دروازہ کھول دیا۔

”ہائے ماٹیک۔“..... دروازے پر موجود جیمن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہائے جیمن۔“..... ماٹیک نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک طرف ہٹ گیا تو جیمن اندر داخل ہوئی اور ماٹیک نے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

”تم چہرے سے کچھ اکھڑے سے لگ رہے ہو۔ کیا ہوا ہے۔“..... جیمن نے کاندھے سے بیگ اتار کر صوفے کی سائید پر موجود تپائی پر رکھ کر خود صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ابھی تمہارے آنے سے پہلے چیف کا فون آیا تھا۔ اس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔“..... ماٹیک نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“..... جیمن نے چوک کر پوچھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے تاثرات ابھرائے تھے۔

”میں تمہیں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ بنیادی مشن کیا تھا جو کامیابی سے مکمل ہو گیا کیونکہ چیف نے مجھے خصوصی طور پر منع کر دیا ہے کہ میں اپنے علاوہ کسی کو بھی حتیٰ کہ تمہیں بھی نہ بتاؤں لیکن میں اس لئے پریشان ہوں کہ آج سے پہلے چیف کو میں نے کبھی اتنا گھبرا�ا ہوا اور پریشان نہیں دیکھا جتنا آج دیکھا ہے۔“..... ماٹیک نے شراب کی بوتل کھول کر اسے گلاسوں میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”ادھرم کہہ رہے ہو کہ مشن کا میاب ہو گیا ہے۔ ادھر کہہ رہے ہو کہ چیف پریشان ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟“..... جیمن نے شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”ای بات پر تو مجھے حیرت ہو رہی ہے بلکہ حیرت نہیں پریشانی ہو رہی ہے۔“..... ماٹیک نے بھی سامنے صوف پر بیٹھ کر شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”چلو تفصیل نہ بتاؤ لیکن سرسری طور پر تو بتا سکتے ہو۔ آخر ایسی بھی کیا رازداری۔ اب میں غیر تو نہیں ہوں؟“..... جیمن نے قدرے لاڑ بھرے لبجے میں کہا۔

”ہاں۔ جو بتا سکتا ہوں وہ بتا دیتا ہوں۔ میں نے باچان میں ایک مشن مکمل کیا ہے۔ کسی سائنس دان کو انغو کرنا تھا۔ اس انداز میں یہ مشن کا میاب ہوا کہ کسی کو کانوں کا نخبر تک نہ ہو سکی۔ یہ سائنس دان پاکیشیائی تھا اور کسی کانفرنس میں شریک ہونے باچان آیا تھا۔“..... ماٹیک نے کہا۔

”یہ تو کوئی ایسا مشن نہیں ہے جس کے لئے ایسی رازداری رکھی جائے۔ ایسے مشنز تو لاکھوں بار ہو چکے ہوں گے۔“..... جیمن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ واقعی ہمارے لئے یہ عام سامنہ ہے لیکن چیف کے سر پر سوار ہے کیونکہ اسے خطرہ ہے کہ پاکیشی ایکٹ سروس اس سائنس دان کی برآمدگی کے لئے ضرور کام کرے گی اور بس یہیں سے چیف کی پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔“..... ماٹیک نے کہا۔

”پاکیشی ایکٹ سروس۔ تمہارا مطلب ایشیا کے اس چھوٹے سے پہمانہ مسلم ملک سے ہے جو شاید موجودہ دور سے صدیوں پیچھے ہے۔“..... جیمن نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”ہاں وہی،“..... ماٹیک نے اثبات میں سر بلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر میری بات مانو۔ چیف کے دماغ کا معاشرہ کرو۔ کہاں ایکریمیا جیسی جدید ترین سپر پا اور کہاں پاکیشیا جیسیا پہمانہ ملک“..... جیمن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اتنا بھی پہمانہ نہیں ہو سکتا جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ گوئیں خود بھی وہاں نہیں گیا لیکن ایکریمیا کی میزائل نیکنا لو جی کو اس پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر احسان سے خطرہ لاحق ہو جانے کا مطلب ہے کہ وہ میزائل نیکنا لو جی میں ایکریمیا سے بھی آگے ہے۔“..... ماٹیک نے پاکیشیا کی حمایت

کرتے ہوئے کہا۔

”میرا مل بینا لو جی۔ اوہ۔ یہ پسمندہ ملک کیا میرا مل کے بارے میں جانتا ہے۔“..... جیں نے کہا تو ماہیک بے اختیار نہیں پڑا۔

”ابھی پاکیشی سیکرٹ سروس حركت میں نہیں آئی۔ صرف اس کے لئے کام کرنے والے کسی آدمی عمران نے کوئی کارروائی کی ہے تو چیف کو پسینے آنے لگ گئے ہیں۔ جب پوری سیکرٹ سروس حركت میں آئے گی تو پھر کیا ہو گا،“..... ماہیک نے کہا۔

”عمران۔ یہ کون ہے۔ کیا ایکر بیساکے ایجنٹوں سے بھی بڑا ایجنت ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا بھی دماغی علاج ہونا چاہئے۔ تم بھی چیف کی طرح ڈھنی طور پر فارغ ہو چکے ہو۔ ویسے اگر تم چاہو تو میکس سے بات کرو۔ وہ بلیک ایجنٹ میں ایشیائی ڈیک کا انچارج رہا ہے۔ وہ یقیناً پاکیشی سیکرٹ سروس اور عمران کے بارے میں جانتا ہو گا،“..... جیں نے کہا۔

”لیکن چیف نے کہا ہے کہ میں اس بارے میں کسی سے بات نہ کرو اور میکس لازماً پوری تفصیل پوچھے گا کیونکہ بظاہر تو ہمارا اس عمران سے کوئی تعلق نہیں بنتا،“..... ماہیک نے کہا۔

”چلو میں اپنے طور پر پوچھ لیتی ہوں۔ میں کہہ دوں گی کہ میری ایک فرینڈ پاکیشی سے آئی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ عمران بہت بڑا ایجنت ہے۔ تمہارا درمیان میں ذکر ہی نہیں آئے گا اور اس عمران کا کچھ چھٹا سامنے آجائے گا اور دیکھ لینا میکس نے بھی بھی کہنا ہے کہ پاکیشی جیسا پسمندہ ملک اور بڑا ایجنت۔ اس نے ہنسا ہے، قہقہے لگانے ہیں،“..... جیں نے کہا۔

”اس طرح نہیں۔ اس طرح تو میکس تمہاری فرینڈ کی تفصیل پوچھے گا کہ تمہاری فرینڈ کو کیسے پڑا ہے کہ عمران بڑا ایجنت ہے۔ تم ایسا کرو کہ اپنے گریٹ لینڈ مشن کا حوالہ دے کر کہو کہ وہاں ایک پاکیشیائی ایجنت سے رابط ہوا تو وہ عمران کی بڑی تعریف کر رہا تھا،“..... ماہیک نے کہا۔

”چلو ایسے ہی سمجھی۔“..... جیں نے کہا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاڈر کا بین بھی پر لیں کر دیا اور دوسری طرف گھنٹی بجھنی کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھایا گیا۔

”لیں۔ میکس بول رہا ہوں،“..... رابط قائم ہوتے ہی میکس کی آواز سنائی دی۔

”جیں بول رہی ہوں میکس۔ جیں آرٹلڈ،“..... جیں نے کہا۔

”اوہ تم۔ آج کیسے یاد کیا ہے مجھے تم نے،“..... دوسری طرف سے ہستے ہوئے لبھ میں کہا گیا۔

”کیا مطلب۔ اکثر بات چیت تو ہوتی رہی ہے،“..... جیں نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”اکثر کہاں۔ کبھی کبھار کہو۔ بہر حال تم بتاؤ آج کیسے یاد کیا ہے،“..... میکس نے کہا۔

”تم بلیک ایجنٹ میں ایشیا ڈیک کے انچارج رہے ہو۔ میں چھپتے دنوں ایک مشن کے سلسلے میں گریٹ لینڈ گئی تھی۔ وہاں ایک ایشیائی ایجنت سے بھی ملاقات ہو گئی۔ کوئی عجیب سانا نام تھا اس کا۔ مجھے تو کوشش کے باوجود یاد نہیں رہا لیکن اس نے باتوں باتوں میں ایک پاکیشیائی ایجنت عمران نامی کی اتنی مبالغہ آمیز تعریفیں کیں کہ میں سخت بور ہو گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ایشیائی پروپیگنڈے کے واقعی ماہر ہیں لیکن پھر جب وہاں کے

مقامی ایک دو ایجنٹوں نے بھی اس عمران کی بے حد تعریف کی تو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ میں نے سوچا کہ واپس جا کر تم سے بات کروں گی۔ کون ہے یہ عمران اور کیسا ایجنت ہے؟..... جیں نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”تم کبھی پاکیشیا گئی ہو؟..... میکس نے پوچھا۔

”نہیں۔ ایسے پسمندہ علاقوں کا نام لیتے ہی مجھ پر بوریت سوار ہو جاتی ہے۔ کیوں؟..... جیں نے کہا۔

”پاکیشیا اتنا بھی پسمندہ نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔ بہر حال عمران کے بارے میں جو کچھ تمہیں بتایا گیا ہے اور جسے تم مبالغے اور پروپیگنڈے کی انتہا کہہ رہی ہو وہ اس سے بھی زیادہ ہی ہو گا کم نہیں ہو گا“..... میکس نے کہا تو جیں کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”تم۔ تم اس ایشیائی ایجنت کے بارے میں یہ کہہ رہے ہو۔ مذاق تو نہیں کر رہے“..... جیں نے انتہائی حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”نہیں۔ میں مذاق نہیں کر رہا۔ وہ واقعی ایسا ہی ہے۔ بظاہر ایک احمد اور مسخرہ آدمی جو اٹی سیدھی حرکتیں اور فضول باتیں کرنے کا ماہر ہے لیکن دراصل ایسا خوفناک ایجنت ہے کہ ایکر بیساکی تمام بڑی بڑی ایجنٹیاں، ان کے چیف سمیت سب اس سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے کالے بخار سے لوگ ڈرتے ہیں۔ اسرا یمل سے لے کر تمام سپر پاور ز عمران کا نام سن کر بوکھلا جاتی ہیں اور ہاں۔ اب تم مائیک کی ملکیت ہو اس لئے مائیک کو سمجھا دینا کہ وہ کبھی بھول کر بھی کسی ایسے مشن پر کام نہ کرے جس میں عمران سے اس کا لکراو ہو سکتا ہو ورنہ تم شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو جاؤ گی“..... میکس نے کہا۔

”تم نے تو مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ بہر حال مائیک کا ایشیا سے کیا تعلق۔ لیکن ایسے ایجنت سے ملتا چاہے؟..... جیں نے کہا۔

”بشریکہ ملاقات دوستانہ ہو۔ مشن زمانہ نہیں“..... میکس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ گذبائی“..... جیں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سیور کھو دیا۔

”حیرت ہے۔ جسے دیکھو عمران کے گن گار ہا ہے۔ میکس جیسا آدمی اگر اس کا اس قدر دماج ہے تو پھر مزید کیا کہا جا سکتا ہے؟..... جیں نے کہا۔

”اب تمہیں سمجھا آگئی ہو گی کہ چیف کیوں اس کے حرکت میں آنے سے پریشان ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ لاکھ کوشش کرنے نہ وہ اس مشن سے ہمارا کوئی رابطہ تلاش کر سکتا ہے اور اگر کر بھی لے گا تو پھر اس کی موت اسے یہاں لے آئے گی“..... مائیک نے کہا اور جیں اثبات میں سر ہلاتی ہوئی انھوں کھڑی ہوئی۔

”ارے کیا ہوا۔ تم کیوں انھوں کھڑی ہو گئی ہو؟..... مائیک نے اس کے اس طرح اچانک اٹھنے پر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں واقعی بور ہو گئی ہوں اس لئے چلو ساحل پر چلتے ہیں۔ یہاں بند ہو کر بیٹھنے کا کیا فائدہ؟..... جیں نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ میں لباس تبدیل کر لوں پھر چلتے ہیں“..... مائیک نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ مزکور ذریںگ روم کی طرف بڑھ گیا۔



عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلک زیر و احترام اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو“.....سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنے لئے مخصوص کری پر بیٹھ گیا۔

”آپ سمجھیدہ نظر آ رہے ہیں۔ کوئی خاص بات“ بلکہ زیرِ نونے کہا۔

”میں پہلے سرداور سے بات کروں پھر تفصیل سے بتاتا ہوں“..... عمران نے سمجھیدہ لججے میں کہا اور فون کار سیکور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”داور بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی۔ چونکہ یہ ان کا مخصوص نمبر تھا اس لئے انہوں نے بات کی تھی۔

”علی عمران ایم ایسی۔ ڈی ایس سی (اکسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے تعارف کرتے ہوئے کہا۔ لیکن ابھر انتہائی سنجیدہ تھا۔

”اوہ تم۔ لیکر تم اس قدر سنجده کیوں ہو۔ کہا کوئی خاص بات ہو گئی ہے؟“..... سر داور نے جونک کر کھا۔

”سرداور۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا کا کوئی سائنس و ان جس کا نام ڈاکٹر احسان ہے، کو باچان میں سائنس کا نفرس کے مر لے گا۔ کہا خبر درست ہے۔“..... عمر ان نے سبجدہ لمحے میں کہا تو میر کی دوسری طرف بیٹھا ہوا ایک زر و بھی جونک رہا۔

”ہاں تمہیں ملنے والی اطلاع تو درست ہے لیکن تمہیں اطلاع کیسے مل گئی جبکہ اسے باچان حکومت کی درخواست پر ابھی اوپن نہیں کیا گیا تھا۔ اکتم احسان ہمارے ملک کا بہت قیمتی اسے مار ہے۔ وہ منہ اکل رکھنا لوگوں میں اس وقت جلد ہو اُس کے ساتھ، دانوا میں اسے اک ہے۔ وہ منہ اکل

میز اس لے وجود میں اے لے بعد سپر پاورز لے یین ابرا ہی میز اس ہی اس لے سامنے بچوں لے ہوئے بن جائے۔ اس سختے میں ایک یین الاقوامی سامنس کا نفرنس باچان میں ہو رہی تھی جس میں سرکاری طور پر پاکیشیا کی نمائندگی ڈاکٹر احسان کر رہے تھے لیکن وہاں انہیں پر اسرار انداز میں انفو اکر لایا گیا۔ ہمسر حب اطلاع ڈال تو ہم نے حکومت باجاں سے شکارت کا کوئی مند و بیڑا کا احتفاظت کا اذمداد کا اتحاد حکومت نے نا تھا۔ انہوں

نے ہمیں تسلی دلائی کہ باچان کی اعلیٰ ترین ایجنسیاں ڈاکٹر احسان کی برآمدگی پر کام کر رہی ہیں اور وہ یقیناً انہیں برآمد کر لیں گی اور ساتھ ہی انہوں نے

”لیکن کس تک آب خاموش رہ جائے گے آب جفہ کو تو اطلاع نہ ہے۔“ عماں نزقد سخت لمحہ میں رکھا۔

"جو بیس گھنٹوں کا انہیوں نے وعدہ کیا تھا۔ اب جو بیس گھنٹے تو گزر جکے ہیں لیکن رابجھی تک ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ میں

طور پر اس پر کام کرتا ہوں،”..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور کھدیا۔

”آپ کا کیا خیال ہے۔ کس نے انہوں کیا ہے ڈاکٹر احسان کو“..... بلیک زیر و نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یہ تو معلوم کرنا ہے۔ ویسے مجھے امید تو نہیں کہ حکومت باچان انہیں برآمد کر لے۔ ہمیں خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ وہ سرخ جلد والی ڈاکٹری دو مجھے“..... عمران نے کہا تو بلیک زیر و نے میز کی دراز کھول کر اس میں موجود سرخ جلد والی ضخیم ڈاکٹری نکال کر عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے ڈاکٹری اٹھا کر اسے کھولا اور اس کے صفحے پلنے شروع کر دیئے۔ پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جنم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ اس صفحے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ڈاکٹری بند کر کے میز پر رکھی اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”چیف آف پیش سروز آفس“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ باچانی تھا۔

”میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ چیف سے میری بات کرو“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ ہوتائی بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ باچانی تھا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں ہوتائی۔ یہ تم اور تمہاری حکومت کیا بھنگ پی کر سوئی ہوئی ہے کہ پاکیشیا کے ٹاپ سائنس دان انہوں کا کام لئے گئے ہیں“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہارا غصہ بجا ہے عمران۔ ہم نے تو ہر طرح سے خلافتی انتظامات کے تھے لیکن اس کے باوجود واردات ہو گئی اور واردات اس قدر پر اسرا انداز میں ہوئی ہے کہ اب تک معمولی سا سراغ بھی نہیں مل سکا۔ بہر حال کوششیں جاری ہیں“..... ہوتائی نے معدودت خواہانہ انداز میں کہا۔

”کیا تفصیل ہے اس انہوں کی“..... عمران نے پوچھا تو ہوتائی نے تقریباً ہی تفصیل دوہرا دی جو اس سے پہلے تاچنگ اسے بتاچکا تھا۔

”یہ لازماً کسی سپر پاور کے ایجنٹوں کا کام ہے۔ ڈاکٹر احسان جس میزائل فارموں پر کام کر رہے تھے اس کے بارے میں یقیناً اطلاع پر پاؤ رہ تک پہنچ گئی ہو گئی اور وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ایسا میزائل ان کے علاوہ کسی دوسرے ملک کے پاس ہو۔ تم نے اس زاویے پر کام تو ضرور کیا ہوگا“..... عمران نے کہا۔

”ہا۔ ہم نے سپر پاؤ رہ تو ایک طرف تقریباً ہر چھوٹے بڑے ملکوں کے موجود ایجنٹوں کو چیک کرایا ہے لیکن کسی کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکا۔ ہم نے باچان دار الحکومت کے تمام راستوں پر بھی کڑی گمراہی کی ہوئی ہے۔ ہم جلد ہی انہیں برآمد کر لیں گے“..... ہوتائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ گذبائی“..... عمران نے کہا اور رسیور کھدیا۔

”ہوتائی کا لہجہ بتا رہا ہے کہ کامیابی کی امید ختم ہو گئی ہے۔ وہاب صرف تسلیاں دے رہا ہے“..... بلیک زیر و نے کہا۔

”ہاں۔ حالانکہ پیش سروز بڑی فعال سروس ہے۔ بہر حال خود ہی کچھ کرنا ہو گا“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر سامنے پڑی سرخ جلد والی ڈائری اٹھائی اور اسے کھول کر ایک بار پھر چیک کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے ایک طویل سانس لیا اور ڈائری بند کر کے واپس رکھی اور رسیور اٹھا کر ایک بار پھر نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں تک دوسری طرف چھٹی بجھنے کی آواز سنائی و بتی رہی اور پھر رسیور اٹھایا گیا۔

”لیں۔ مرا گو چھٹی“..... ایک نسوائی آواز سنائی دی۔

”پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ مرا گو سے بات کراؤ“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ مرا گو بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک چھٹی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس ہی۔ ڈی ایس ہی (آ کسن) بول رہا ہوں مرا گو“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ آج آپ نے مرا گو کیسے یاد کر لیا“..... دوسری طرف سے اس بارے تکلفانہ لجھ میں کہا گیا۔

”جب باچاں کی پیش سروز فیل ہو جائے تو مرا گو نے تو یاد آتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”یہ آپ کی محربانی ہے عمران صاحب کہ آپ ہم جیسے ریڑا ڈالو گوں کو بھی یاد کر لیتے ہیں۔ کیا آپ نے اس پاکیشیا سامنس دان کے اغوا کے سلسلے میں تو فون نہیں کیا“..... مرا گو نے چونک کر کہا۔

”کیا تم اس سلسلے میں جانتے ہو لیکن تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ اغوا کرانے والے تم خود ہو“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے مرا گو بے اختیار ہنس پڑا۔

”میں نے اس لئے پوچھا تھا کہ ان دونوں باچاں حکومت کی تمام ایجنسیاں اس کام میں مصروف ہیں اور پھر آپ کی اچانک کال اور پیش سروز کا حوالہ دینے سے میں نے اندازہ لگایا تھا“..... مرا گو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہوتائی سے میری بات ہوئی ہے لیکن ہوتائی کا انداز بتا رہا ہے کہ اسے کامیابی کی امید نہیں ہے اس لئے میں نے فون کیا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جب تم باچانی پیش سروز کے چیف تھے تو ایسی ناامیدی تمہارے انداز میں بھی نہیں جھلکی تھی۔ اب بھی تم جس انداز میں پرائیجیٹ ایجنسی چلا رہے ہو اس سے تمہاری ذہانت اور کارکردگی کا مجھے علم ہوتا رہتا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا شکریہ عمران صاحب۔ آپ کی تعریف میرے لئے بہت بڑا ایوارڈ ہے۔ آپ اس بارے میں کیا چاہتے ہیں“..... مرا گو نے کہا۔

”ظاہر ہے میں اپنے ملک کے سامنس دان کی برآمدگی چاہتا ہوں اور یہ بھی چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہو سکے کہ یہ کارروائی کس نے کی ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ مجھے کچھ وقت دیں۔ میں اس پر نیزی سے کام شروع کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے بہر حال سراغ مل جائے گا“..... مرا گو نے کہا۔

”تم معاوضے کی فکر مت کرو۔ تم جتنا کہو گے اس سے ڈبل دلوں گا لیکن کام تیزی سے کرو اور نتائج سامنے لاو۔“..... عمران نے کہا۔

”شکریہ عمران صاحب۔ آپ مجھے زیادہ نہیں صرف چار گھنٹے دے دیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں ان چار گھنٹوں میں ابتدائی معلومات حاصل کر لوں گا۔“..... مراؤں نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں چار گھنٹوں میں تمہیں دوبارہ فون کروں گا۔ گذبائی۔“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”جہاں پہلی سروز ناکام ہو جائے وہاں یہ مراؤں کام کر لے گا۔“..... بلیک زیر و نے کہا۔

”ہاں۔ مراؤں بے حد ذہین آدمی ہے اور اس کی ایجنسی کا نیٹ ورک پورے باچان میں پھیلا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مکمل طور پر اگر حل نہ ہو سکا تو کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو جائے گا۔“..... عمران نے کہا تو بلیک زیر و نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر چار گھنٹے انہوں نے بتیں کرنے میں گزار دیئے اور چار گھنٹوں بعد عمران نے ایک بار پھر مراؤں سے رابطہ کیا۔

”کیا رپورٹ ہے مراؤں؟“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ پاکیشی ایمنس دان کو اغوا کر کے اطالی سفارت خانے کے سینڈسکریٹری کی رہائش گاہ پر پہنچایا گیا ہے اور پھر یہ سینڈسکریٹری ایک کار میں باچان دار الحکومت کی ایک پرائیویٹ ایئر سروس کے خصوصی ایئر پورٹ پر لے گیا۔ پھر اس کی واپسی ایک گھنٹے بعد ہوئی لیکن راستے میں اس کی کار ایک دیوار سے مکرا کرتباہ ہو گئی اور یہ سینڈسکریٹری اس کاڑ رائیور دونوں ہلاک ہو گئے۔ ایئر سروس سے جو معلومات ملی ہیں ان کے مطابق سینڈسکریٹری نے قربی جزیرے نیپان کے لئے ایک طیارہ چار ژوکرایا ہوا تھا۔ اس طیارے میں ایک بیمار بوڑھا ایشیائی آدمی اور ایک اطالی کوسوار کرایا گیا۔ وہ بوڑھا ایشیائی آدمی خاصا بیمار نظر آرہا تھا اور طیارہ نیپان چلا گیا۔ میں نے نیپان میں اپنے ایک گروپ کے ذریعے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق نیپان میں ایک طیارہ ایکریمیا سے آیا ہوا تھا اور وہ اس بیمار بوڑھے اور اطالی کو لے کر ایکریمیا چلا گیا ہے۔ بوڑھا بیمار ایشیائی آدمی جو یقیناً آپ کا ایمنس دان ہو گا اور اب تک ایکریمیا پہنچ چکا ہو گا۔“..... مراؤں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گذشہ مراؤں۔ تم نے واقعی کام کیا ہے لیکن یہ ساری کارروائی کس نے کی ہے۔ ایکریمیا کی کس ایجنسی نے۔“..... عمران نے کہا۔

”شکریہ عمران صاحب۔ باوجود کوشش کے ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ ایک اطلاع ملی ہے کہ اس ساری کارروائی کے دوران ایک ایکریمی ایجنت مائیک کو باچان میں دیکھا گیا ہے اور واردات کے بعد وہ عام فلاٹ سے واپس ایکریمیا چلا گیا ہے۔ یہ مائیک پہلے ایکریمیا کی ٹاپ فائیواجنسی میں رہا ہے لیکن پھر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اب معلوم نہیں کہ وہ کس ایجنسی میں ہے۔“..... مراؤں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس مائیک کو صرف دیکھا گیا ہے یا اس کا اس واردات سے کوئی رابطہ بھی بتا ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”صرف اتنا کہ اس مائیک کو اطالی سفارت خانے کے سینڈسکریٹری کی رہائش گاہ میں آتے جاتے دیکھا گیا ہے۔“..... مراؤں نے جواب دیا۔

”اوہ۔ پھر ٹھیک ہے۔ میں معلوم کرلوں گا۔ تم نے واقعی کام کیا ہے مراؤں۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اس لئے معاوضہ بتا دو۔ پینک اور اکاؤنٹ کی تفصیل بھی۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ کی تعریف میرے لئے انمول معاوضہ ہے اس لئے آپ سے معاوضہ نہیں صرف توکن کے طور پر دس ہزار روپے بھجوادیں۔“.....مرا گو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بینک اور اکاؤنٹ کے بارے میں تفصیل بھی بتا دی۔

”اوے۔ شکریہ مرا گو۔ گذبائی۔“.....عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”مرا گو نے تو واقعی چار گھنٹوں میں کام کر دکھایا ہے۔“.....بلیک زیر و نے قدرے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”ہاں۔ وہ تیز آدمی ہے لیکن مرا گو کی رپورٹ سن کر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہوتائی نے دانتہ کام نہیں کیا۔ اگر مرا گو چار گھنٹوں میں اتنی معلومات حاصل کر سکتا ہے تو پیش سروز یقیناً کچھ نہ کچھ تو معلوم کرہی لیتی لیکن اس نے تو یوں لگتا ہے کہ دانتہ اس معاطلے پر کام نہیں کیا۔ بہر حال اب یہ مائیک سامنے آیا ہے۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی کہ اس کا تعلق کس ایجنسی سے ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہی ایجنسی اس اغوا کی ذمہ دار ہے۔“.....عمران نے کہا۔

”مائیک پہلی ایجنسی ناپ فائی تو چھوڑ چکا ہے۔ آپ کیا وہاں سے معلوم کریں گے۔“.....بلیک زیر و نے کہا۔

”نہیں۔ ایکریمیا میں بھی ایک مرا گوجیسا آدمی موجود ہے۔ اس کا نام میکس ہے۔ وہ بلیک ایجنسی کے ایشیائی ڈیک کا انچارج رہا ہے اور اب ریٹائر ہونے کے بعد اس نے پرائیویٹ ایجنسی بنائی ہے۔ ایشیائی ڈیک کا انچارج ہونے کی وجہ سے اس سے میرے اچھے دوستانہ تعلقات رہے ہیں۔ اسے میں ایکریمیں ایجنٹیوں کا انسائیکلو پیڈیا بھی کہتا ہوں۔ وہ ہر چھوٹے بڑے ایجنت سے نہ صرف واقف ہے بلکہ اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اسے مائیک کے بارے میں معلوم ہو گا۔“.....عمران نے کہا۔

”کیا وہ اپنے ساتھی ایکریمیں ایجنت کے بارے میں آپ کو تفصیل بتائے گا۔“.....بلیک زیر و نے کہا۔

”ایکریمیا میں پیسے کا راج ہے اور پھر جو معلومات اس نے دینی ہیں اس میں ایکریمیں حکومت کے خلاف تو کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔“.....عمران نے کہا اور بلیک زیر و کے اثبات میں سر ہلانے پر اس نے ایک بار پھر سرخ جلد والی خیم ڈاڑھی اٹھائی اور ایک بار پھر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ کافی دیر بعد ایک صفحے پر اس کی نظریں کافی دریتک جھی رہیں۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈاڑھی بند کر کے اسے میز پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور انھالیا اور نمبر پر لیس کرنے شروع کر دیے۔

”لیں۔ میکس بول رہا ہوں۔“.....رابطہ ہوتے ہی ایک بھاری سی مردانہ آواز ستائی دی۔

”علی عمران ایم ایسی سی۔ ڈی ایسی (آکسن) بول رہا ہوں پاکیشی سے۔“.....عمران نے اپنے مخصوص لجھے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تو آپ کو اتنے طویل عرصے بعد میری یاد آ ہی گئی۔ ویکلم۔“.....میکس نے بڑے لاڑ بھرے لجھے میں کہا تو عمران بے اختیار بہس پڑا۔

”تمہارا لجھے بتا رہا ہے کہ میری ڈگریاں سن کر تمہیں پہلی بار احساس ہوا ہے کہ کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی تمہیں کال کر سکتا ہے۔“.....عمران نے کہا تو دوسرا طرف سے میکس کافی دریتک مکمل حلا کر ہستارہ۔

”بہت خوب۔ جواب نہیں۔ اور یہ بات تم کر بھی اس سے رہے ہو جس نے تمہیں خود ہی جعلی ڈگریاں خرید کر دی ہیں۔“ میکس نے کہا تو اس بار عمران بے اختیار فنس پڑا۔

”مطلوب ہے کہ یہ ڈگریاں بھی مل سکتی ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”میں تو اتنی ہی سے شک ہوں۔ ہر بار تعارف کرتے کرتے تم باقاعدہ انہیں دوہرایتیتے ہو۔ بہر حال بولو۔ کیا معلومات چاہیں تمہیں کیونکہ بغیر کسی معلومات کے حصول کے تم اتنی دور سے مجھے کال نہیں کر سکتے۔“ میکس نے کہا۔

”ایک ایجنت ہے مایک۔ جو پہلے ناپ فائیوا بھنگی میں رہا ہے۔ وہاب کہاں ہے اور کس کے ساتھ ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا مایک نے پاکیشیا میں کوئی مشن مکمل کیا ہے حالانکہ اس کا دائرہ کارا یکریمیا ہی ہوتا ہے۔“ میکس نے کہا۔

”نہیں۔ پاکیشیا تو وہ نہیں آیا لیکن ایک پاکیشیائی سائنس دان کو باچان سے انغو کیا گیا ہے اور مایک کو وہاں دیکھا گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تمہیں درست روپورٹ ملی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرا خیال ہے کہ مایک کا صرف دیکھا جانا اس کے ملوث ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔“ میکس نے کہا۔

”اگر تم کسی وجہ سے پچکچا رہے ہو تو اور بات ہے ورنہ صرف اتنا بتا دو کہ وہ ان دونوں کہاں ہے۔ اس سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ تم برا منا گئے۔ یہ بات نہیں ہے جو تم نے سمجھی ہے۔ میں تو عام بات کر رہا تھا۔ البتہ ایک بات نے مجھے کلک کیا ہے کہ تمہیں درست معلومات بھی ملی ہیں۔ ضرور پردوے کے پیچھے کوئی ڈرامہ ہوا ہے جسے اس وقت میں سمجھنہ سکا تھا۔“ میکس نے کہا تو عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ گول مولی بات کرنے کی بجائے کھل کر بات کرو۔“ عمران نے کہا۔

”مایک آج کل ایک سرکاری لیکن خیریت تنظیم بلیک نائیگر کا سپرٹاپ ایجنت ہے۔ بلیک نائیگر کا دائرہ کار سائنس دانوں کو انغو کرنا، فارمولوں کا حصول اور ایکریمیا کی پرسائنس لیبارٹریوں کی حفاظت ہے اور مایک کی مگنیتیزین بھی ایک ایجنتی سے متعلق ہے۔ اس جیسے نے مجھے فون کر کے تمہارے بارے میں پوچھا۔ اس وقت اس نے بتایا کہ وہ ایک مشن کے سلسلے میں گریٹ لینڈنگ تو وہاں اس کی ملاقات ایک پاکیشیائی ایجنت سے ہوئی جس نے عمران کی تعریف اس قدر کی کہ اسے یقین نہ آ رہا تھا لیکن اب تمہارے فون کے بعد اصل بات سامنے آئی ہے کہ انہیں کسی طرح بھی معلوم ہوا ہو گا کہ تم اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہو تو اس نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے فون کیا ہو گا۔ بہر حال جو بھی ہے مایک انتہائی تربیت یافتہ، تجربہ کار اور ذہین ایجنت ہے۔ بلیک نائیگر تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ایکریمیں ریاست جارجین میں ہے۔ جارجین کے بڑے شہرہاٹن میں مایک کی رہائش ہے۔“ میکس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ پاکیشیائی سائنس دان کو بھی جارجین لے جایا گیا ہوگا۔“..... عمران نے کہا۔

”ایکریمیا کی تقریباً تمام ریاستوں میں یہ بارہ ریاں موجود ہیں اس لئے کیا کہا جا سکتا ہے۔“..... میکس نے جواب دیا۔

”اچھا تھیک ہے۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر، بینک کے بارے میں بتا دو اور معاوضہ بھی۔“..... عمران نے کہا۔

”رہنے والے میں نے کوئی ایسی معلومات تمہیں نہیں دیں جن کا معاوضہ لیا جاسکے۔“..... میکس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ایک کام کرو۔ یہ معلوم کرو کہ پاکیشیائی سائنس دان کو کہاں پہنچایا گیا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”سوری عمران۔ یہ حکومتی معاملہ ہے اور میں ایسے کام نہیں کیا کرتا۔“..... میکس نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گذ۔ بہر حال شکر یہ۔ گذ باتی۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔



«اردو ٹائپنگ سروس»

اگر آپ اپنی کہانی، مضمون، مقالہ یا کالم وغیرہ کسی رسالے یا ویب سائٹ پر شائع کروانا چاہتے ہیں لیکن اردو ناٹپنگ میں دشواری آپ کی راہ میں حائل ہے تو ہماری خدمات حاصل کیجئے۔

☆ ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سین کیجئے اور ہمیں بھیج دیجئے یا

☆ اپنی تحریر و میں اردو میں ناٹپ کر کے ہمیں بھیج دیجئے یا

☆ اپنا مواد اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے ہمیں ارسال کرو دیجئے یا

☆ مواد زیادہ ہونے کی صورت میں بذریعہ ڈاک بھی بھیجا جا سکتا ہے

اردو میں ناٹپ شدہ مواد آپ کو ای میل کر دیا جائے گا۔ آپ دنیا میں کہیں بھی ہوں، ہماری اس سروس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ادا بیگنی کے طریقہ کار اور مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں۔

فون نمبر: 0092-331-4262015, 0300-4054540

ایمیل: **harfcomposers@yahoo.com**

ویب سائٹ: **http://pktypist.com**

ایکریمیا کے سیکرٹری داخلہ لارڈ کارس اپنے آفس میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ پاس پڑے ہوئے تین رنگوں کے فونز میں سے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی نجٹھی تو انہوں نے چونک کر ایک نظر فون کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔ انہیں معلوم تھا کہ سفید رنگ کا فون ہاث لائیں ہے اور اس پر رابطہ عالیٰ ترین حکام کا ایک دوسرے سے براہ راست رہتا ہے اور اس خصوصی لائی پر ہونے والی بات چیت بھی نہیں سنی جاسکتی اور وہ ہی اس لائی پر کوئی کسی بھی انداز میں ٹیپ کر سکتا ہے۔

<http://kitaabghar.com> "لیں۔ کارس بول رہا ہوں"..... لارڈ کارس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے زم لجھے میں کہا۔

"رجڑ بول رہا ہوں لارڈ کارس"..... دوسری طرف سے سیکرٹری دفاع کی آواز سنائی دی۔

"اوہ آپ۔ کوئی خاص بات"..... لارڈ کارس نے چونک کر کہا۔

"بلیک نائیگر ایجنٹی آپ کے تحت کام کرتی ہے لارڈ کارس"..... سیکرٹری دفاع نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں"..... لارڈ کارس نے چونک کر پوچھا۔

"میں آپ کی اس ایجنٹی کی کارکروگی کی تعریف کرنا چاہتا تھا لارڈ کارس۔ اس ایجنٹی کی کارکروگی نے مجھے بے حد ممتاز کیا ہے".....

دوسری طرف سے کہا گیا تو لارڈ کارس کے چہرے پر چمکی ابھر آئی۔

"ٹھیک، سر رجڑ۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے اس بارے میں مجھے خصوصی طور پر فون کیا ہے۔ ویسے یہ ایجنٹی جب سے قائم ہوئی ہے بے حد کامیاب جا رہی ہے لیکن کیا آپ کسی مخصوص مشن کے سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں"..... لارڈ کارس نے مرت بھرے انداز میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ دراصل مجھے اطلاعات ملی تھیں کہ پاکیشیا کا ایک سائنس دان ڈاکٹر احسان میرزاں نیکنالوجی میں بہت آگے جا رہا ہے اور وہ ایسا میرزاں تیار کرنے کے فارمولے پر کام کر رہا ہے جسے آئندہ صدی کا میرزاں کہا جاسکتا ہے اور اگر یہ میرزاں تیار ہو جاتا تو ایکریمیا جیسی پرپاور کے میں البر آعظمی میرزاں اس کے سامنے بچوں کے محلوں کے محلوں بن جاتے۔ ان اطلاعات کی میں نے تصدیق کرائی اور تصدیق ہونے کے بعد میں نے اس سلسلے میں ایک خصوصی رپورٹ تیار کر کے صدر صاحب کو پیش کر دی۔ پھر صدر صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس مشن کی منظوری دے دی ہے اور یہ مشن بلیک نائیگر کو دے دیا گیا ہے۔ جب اس مشن پر کام ہو گا تو مجھے اطلاع عمل جائے گی۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ پھر طویل عرصے تک اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی تو میں سمجھا کہ مشن شاید ڈرائپ کر دیا گیا ہے لیکن ظاہر ہے میں مزید کچھ نہ کر سکتا تھا لیکن پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ بلیک نائیگر ڈاکٹر احسان کو انغو اکر کے ایکریمیا لے آنے میں کامیاب ہو چکی ہے اور صدر صاحب نے پہلے ہی اس سلسلے میں مینگز کر کے انہیں ریمارکس بھجوائے اور کہا ہے کہ ہمیں کام کرنے کے احکامات دے رکھے ہیں۔ چنانچہ انہیں ریمارکس بھجوادیا گیا"..... سر رجڑ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیں سر رجڑ۔ آپ کو درست اطلاع ملی ہے۔ اس مشن میں دیراں لئے ہو گئی کہ صدر صاحب نے خصوصی طور پر ہدایت دی تھی کہ یہ مشن پاکیشیا میں مکمل نہ کیا جائے بلکہ کسی ایسے ملک میں اس انداز میں مکمل کیا جائے کہ پاکیشیا کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکے کہ ڈاکٹر احسان کو کس نے انغو کیا ہے

اور انہیں کہاں لے جایا گیا ہے اور کسی طرح بھی ایکریمیا کا نام سامنے نہیں آتا چاہئے اس لئے مشن کی تجھیل کے لئے انتظار کیا جاتا رہا اور پھر ڈاکٹر احسان ایک سائنس کا فرنس میں شرکت کے لئے جب باچان گئے تو بلکہ نائیگر نے وہاں اس انداز میں کارروائی کی کہ ڈاکٹر احسان بھی ایکریمیا پہنچ گئے اور کسی کو آج تک معلوم بھی نہ ہو سکا۔ لارڈ کارس نے بڑے خیریہ لجھے میں کہا۔

”لارڈ کارس۔ آپ کی تنظیم کی کارکردگی واقعی بے مثال ہے لیکن چونکہ یہ سائنس دان پاکیشائی ہے اور اہم حیثیت رکھتا ہے اس لئے پاکیشائیکرٹ سروس لازماً سے تلاش کرے گی اس لئے آپ اس تنظیم کے چیف اور ایجنت کو ہر طرح سے ہوشیار رہنے کا حکم دے دیں۔“ سرچڑھ نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے اور میں نے پہلے ہی ایسا واضح حکم دے دیا ہے اور اسی لئے تو ہم نے مشن کی تجھیل کے لئے طویل انتظار کیا تھا ورنہ ہم بڑی آسانی سے بہت پہلے اس سائنس دان کو پاکیشائی سے انغو اکراتے۔“ لارڈ کارس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”لارڈ کارس۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ بے حد ذہین ہیں اور آپ کی یہی ذہانت ہی آپ کے ایجنٹوں کو بھی کامیابی سے سرفراز کر رہی ہے لیکن بطور سیکرٹی دفاع مجھے معلوم ہے کہ اگر پاکیشائیکرٹ سروس اس جگہ تک پہنچ گئی جہاں سائنس دانوں کو رکھا گیا ہے تو وہ لازماً اس پورے سیٹ اپ کو تباہ کر سکتے ہیں اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایکریمیا کی مکمل تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ہمیں ہر صورت میں ان لوگوں کو وہاں تک پہنچنے سے روکنا ہے چاہے اس کے لئے ہمیں ایکریمیا کی پوری طاقت کیوں نہ جھوٹکنا پڑے۔“ سرچڑھ نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔☆

”آپ واضح طور پر بات کریں۔ آپ گول مول سی بات کر رہے ہیں تاکہ میں آپ کی بات پر مزید سوچ اور ایسے اقدامات کر سکوں جن سے آپ کے خدشات دور ہو سکیں۔“ لارڈ کارس نے نرم لجھے میں کہا۔

”آپ ایکریمیا کے اعلیٰ ترین حکام ہیں لارڈ کارس۔ اس لئے آپ سے تو کچھ چھپایا نہیں جا سکتا۔ کیا آپ ای شی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟“ سرچڑھ نے کہا تو لارڈ کارس بے اختیار چونک پڑا۔

”صرف اتنا جانتا ہوں کہ تقریباً دس سال پہلے ایک ایسا سائنسی شہر بنانے کے بارے میں فیصلہ کیا گیا تھا جہاں ایکریمیا کی اہم ترین لیبارٹریاں ہوں اور اس شہر کو سائنسی طور پر ناقابل تغیر بنایا جائے۔ اس کا نام الیکٹرونکس ای شی یا ای شی رکھا گیا تھا۔ پھر اطلاع ملی کہ یہ ای شی قائم کر دیا گیا ہے لیکن اس کی تفصیلات کا علم نہیں ہے۔“ لارڈ کارس نے کہا۔

”میں ای ای شی کی بات کر رہا تھا۔ سائنس دان ڈاکٹر احسان کو اسی ای شی میں پہنچایا گیا ہے اور اب وہ باقی ساری عمر وہیں رہیں گے۔ یہ ای شی ویسے تو ہر لحاظ سے ناقابل تغیر ہے۔ کوئی غیر متعلق آدمی زندہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور سوائے چند افراد کے جن میں میری ذات بھی شامل ہے اور کسی کو اس کے محل و قوع کا بھی علم نہیں ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ پاکیشائیکرٹ سروس جس کام کے پیچے لگ جائے اسے ہر صورت میں پورا کرتی ہے اور انہیں ایسے ناپ سیکرٹ معلوم ہو جاتے ہیں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا اس لئے مجھے خدشہ رہتا ہے کہ اگر پاکیشائیکرٹ سروس کو یہ علم ہو گیا کہ ڈاکٹر احسان کو ایکریمیا نے انغو اکراتا ہے اور اسے ای شی میں رکھا گیا ہے تو وہ ہر صورت میں ڈاکٹر احسان کو برآمد کرنے اور ای شی کو تباہ

کرنے کی کوشش کریں گے۔۔۔ سرچڑ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”آپ بالکل بے فکر ہیں۔۔۔ یہ مشن واقعی اس انداز میں مکمل ہوا ہے کہ کوئی جان ہی نہیں سکتا کہ ڈاکٹر احسان کو ایکریمین نے انغو اکرایا ہے اور جب یہ معلوم ہی نہ ہو سکے گا تو ای شی کے بارے میں انہیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے جس کے محل وقوع کا مجھے بھی علم نہیں ہے۔۔۔ لارڈ کارس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔۔۔ گذبائی۔۔۔ دوسرا طرف سے کہا گیا اور سیکرٹری داخلہ لارڈ کارس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”یہ سیکرٹری دفاع بھی احتق آدمی ہے اور بزرگ بھی ہے کہ بے معنی خدشات کی وجہ سے اپنے آفس میں بیٹھا خواہ مخواہ خوف سے لرز رہا ہے۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ لارڈ کارس نے بڑ بڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اپنے سامنے موجود قابل کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتا سیاہ رنگ کے فون کی گھنٹی نج اٹھی تو اس نے چونک کرہا تھہ بڑھایا اور رسیور اٹھایا۔

”لیں۔۔۔ لارڈ کارس نے اپنے مخصوص سخت لجھے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ عام فون ہے جو اس کی سیکرٹری کے ذریعے کام کرتا ہے اس لئے لازماً دوسرا طرف سیکرٹری موجود ہو گی۔

”سر۔۔۔ ناراک سے ماہرا بھنسی کے میکس کی کال ہے۔۔۔ دوسرا طرف سے اس کی سیکرٹری کی مواد باند آوازنائی دی تو لارڈ کارس بے اختیار چونک پڑا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میکس طویل عرصے تک بلیک بھنسی میں ایشیائی ڈیک کا انچارج رہا ہے اور اب ریٹائر ہو کر اس نے اپنی پرائیویٹ بھنسی کھول لی ہے جس کا نام ماہرا بھنسی ہے اور اب تک وہ بہت باخبر آدمی ہے۔

”کراوبات۔۔۔ لارڈ کارس نے کہا۔

”ہیلو لارڈ صاحب۔۔۔ میں آپ کا خادم میکس بول رہا ہوں۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسرا طرف سے ایک مردانہ آوازنائی دی۔۔۔ لجھے میں خاصی بے تکلفی تھی کیونکہ گومیکس اور اس میں سماجی حیثیت میں کافی فرق تھا لیکن ان دونوں میں اس کے باوجود خاصے بے تکلفانہ تعلقات تھے۔

”ریٹائر ڈاڈی۔۔۔ تمہیں آج کیسے میری یاد آگئی۔۔۔ لارڈ کارس نے بھی بے تکلفانہ لجھے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ماتحت چلنے والی بھنسی بلیک ناگینگ نے باچاں سے ایک پاکیشیائی سائنس دان کو انغو کیا ہے اور اس سائنس دان کو ایکریمیا لایا گیا ہے۔۔۔ میکس نے کہا تو لارڈ کارس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں کیونکہ جسے وہ پرٹاپ سیکرٹ بنا کر سیکرٹری دفاع سر رچڑ کو بتا رہا تھا اس بارے میں میکس کو اس حد تک معلومات تھیں جسے یہ ساری کارروائی میکس نے کی ہو۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ کیا اب تمہیں نشہ تو نہیں ہونے لگ گیا۔۔۔ کیسا سائنس دان۔۔۔ کہاں کا سائنس دان۔۔۔ لارڈ کارس نے معاملے کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”لارڈ صاحب۔۔۔ صرف ایسی باتیں کر کے معاملات کو دبایا نہیں جاسکتا۔۔۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پاکیشیائی ایجنت علی عمران دنیا کا وہ آدمی ہے جس سے جتنا چھپا یا جائے اسے اتنا ہی جلد معلوم ہو جاتا ہے اس لئے تفصیل سن لو۔۔۔ میں نے تمہاری مدد کے لئے فون کیا ہے ورنہ مجھے شوق

نہیں ہے کہ ویسے ہی فضول باتیں کروں۔“ میکس نے قدرے ناراض سے لبھے میں کہا۔

”تم کھل کر بات کرو۔ میں سن رہا ہوں۔“ لارڈ کارس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم تو ہے کہ پاکیشیائی ایجنت علی عمران دنیا کا خطرناک ترین ایجنت ہے اور میں چونکہ بلیک ایجنسی کے ایشیائی ڈیک کا انچارج طویل عرصے تک رہا ہوں اس لئے میرے تعلقات عمران سے خاصے دوستانہ اور بے تکلفانہ رہے ہیں۔ بہر حال عمران نے مجھے فون کیا لیکن اس فون سے پہلے تمہارے ماتحت ایجنسی جس کا نام بلیک ٹائیگر ہے اور جس کا پسرا ایجنت مائیک ہے اس کی ملکیتیز جین نے مجھے فون کیا اور عمران کے بارے میں پوچھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی ایجنسی کے ایک مشن کے تحت گریٹ لینڈ گئی تھی۔ وہاں اسے ایک ایشیائی ایجنت مل گیا اور اس ایشیائی ایجنت نے عمران کی بے حد تعریف کی۔ چنانچہ میں نے بھی سمجھا کہ وہ درست کہہ رہی ہو گی۔ میں نے اسے عمران کے بارے میں مختصر طور پر بتا دیا لیکن پھر اچانک پاکیشیاء سے عمران کی کال آگئی۔ وہ مائیک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں یہ سن کر بے حد حیران ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا مائیک سے کیا تعلق ہے جبکہ مائیک کبھی پاکیشیا گیا ہی نہیں تو اس نے مجھے بتایا کہ پاکیشیائی سائنس دان کو باچان میں انغو اکر لیا گیا ہے اور اسے باچان میں اطاطی سفارت خانے کے سینڈسیکرٹری تک پہنچایا گیا ہے اور پھر اس سائنس دان کو باچان سے ایک قریبی جزیرے پر لے جایا گیا اور وہاں سے چارڑڈ طیارے سے ایکریمیا لے جایا گیا اور اس دوران مائیک کو وہاں دیکھا گیا ہے جس پر میں نے کہا کہ صرف دیکھے جانے پر تو یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مائیک اس انغو میں ملوث ہے تو اس نے بتایا کہ مائیک کو اطاطی سفارت خانے کے سینڈسیکرٹری کی رہائش گاہ پر آتے جاتے دیکھا گیا ہے جس پر میں نے کہا کہ مائیک کا تعلق ایسی ایجنسی سے نہیں ہے جس کا دائرہ کار باچان میں ایسی کارروائی کرتی ہو۔ اس کا تعلق تو بلیک ٹائیگر سے ہے۔ بلیک ٹائیگر کا کام ایکریمیا کی اہم دفاعی لیداریوں کی حفاظت ہے تو اس نے مجھے کہا کہ میں یہ معلوم کر کے اسے بتاؤں کہ پاکیشیائی سائنس دان کو کہاں پہنچایا گیا ہے لیکن میں نے صاف انکار کر دیا کہ چونکہ یہ معاملہ سرکاری نوعیت کا ہے اس لئے میں اس بارے میں نہ کوئی کام کر سکتا ہوں اور نہ ہی معلومات مہیا کر سکتا ہوں۔ اس نے بھی مجھ پر زور نہ دیا اور بات ختم ہو گئی لیکن مجھے چونکہ عمران کے بارے میں علم ہے کہ وہ کس انداز میں کام کرتا ہے اس لئے لازمی بات ہے کہ وہ اب مائیک کو یا اس کے چیف کو گیرے گا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ پاکیشیائی سائنس دان کو کہاں رکھا گیا ہے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے کہ تم اپنی ایجنسی اور اس مائیک کو محفوظ کروتا کہ ایکریمیا کا نقصان نہ ہو سکے۔“ میکس نے مسلسل بولتے ہوئے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا شکر یہ میکس۔ لیکن ایکریمیا یا اس کا کوئی ایجنت ایسے کسی معاٹے میں ملوث ہی نہیں ہے۔ بہر حال پھر بھی میں بلیک ٹائیگر کے چیف کو ہتھاڑ رہنے کا کہہ دوں گا۔ شکر یہ۔“ لارڈ کارس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ پاکیشیا کا یہ ایجنت کس ناپ کا ہے کہ اسے ایسی باتیں کہاں سے معلوم ہو رہی ہیں کیونکہ یہ مشن مکمل تو مائیک نے ہی کیا ہے۔“ لارڈ کارس نے رسیور رکھ کر قدرے اوچی آواز میں بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں تک وہ فون کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے فونز کے آرپا روکی ہو۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔ ساتھ ہی اس نے فون سیٹ کے نیچے موجود ایک بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے پرنسل سیکرٹری کی موددانہ آواز سنائی دی۔

”بلیک نائیگر کے چیف کرٹل ہیری سے بات کرو“..... لارڈ کارس نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹ بھپنے ہوئے تھے اور پیشانی پر سوچ کی کئی لکیریں ابھری ہوئی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی نجاحی تواس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور انھالیا۔

”لیں“..... لارڈ کارس نے اپنے مخصوص لجھے میں کہا۔

”کرٹل ہیری لائن پر ہیں جناب“..... دوسری طرف سے موددانہ لجھے میں کہا گیا۔

”ہیلو“..... لارڈ کارس نے کہا۔

”کرٹل ہیری بول رہا ہوں سر“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لجھے بے حد موددانہ تھا۔

”کرٹل ہیری۔ آپ کا ایجنت مائیک پاکیشیا سکرٹ سروس کی نظروں میں آچکا ہے۔ اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جا رہی ہیں“..... لارڈ کارس نے کہا۔

”مائیک نظروں میں آچکا ہے۔ وہ کیسے جناب۔ اس کا تو کوئی براہ راست تعلق مشن سے نہیں رہا اور نہ ہی وہ کسی کے سامنے آیا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے سر“..... کرٹل ہیری نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”مائیک اپنے اصل چہرے میں باچان میں رہا ہے۔ اسے باچان میں اطالتی سفارت خانے کے سینئنڈ سیکرٹری کی رہائش گاہ پر آتے جاتے دیکھا گیا ہے اور دوسری بات یہ کہ پاکیشیا سکرٹ سروس کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ پاکیشیائی سائنس دان کو انکو اکر کے قریبی جزیرے نیپان لے جایا گیا ہے اور پھر وہاں سے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے اسے ایکریمیا بھجوایا گیا ہے۔“..... لارڈ کارس نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یہ سب آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے سر“..... کرٹل ہیری نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”بلیک ایجنٹسی کے ایشیائی ڈیسک پر کام کرنے والے میکس کو جواب ماسٹر ایجنٹسی کے نام پر کام کر رہا ہے، کے پاکیشیائی ایجنت عمران سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ عمران نے فون پر یہ ساری بات اسے بتائی ہے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ انکو اشندہ سائنس دان کو کہاں بھجوایا گیا ہے لیکن میکس نے اس پواخت پر کام کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ ویسے بھی اسے کیا، کسی کو بھی اس بارے میں معلوم نہیں ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے؟“..... لارڈ کارس نے بات کرتے کرتے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”آپ نے ہی بتایا تھا کہ اسے ای سٹی میں رکھا جائے گا لیکن ای سٹی کے بارے میں کسی قسم کی کوئی تفصیل مجھے یا مائیک کو یا کسی اور کو معلوم نہیں ہے۔“..... کرٹل ہیری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ صرف صدر صاحب کو یا چند اعلیٰ سطحی حکام کو علم ہے لیکن اب یہ عمران مائیک کے اور شاید تمہارے پیچھے آئے گا تاکہ وہ معلوم کر سکے کہ پاکیشیائی سائنس دان کو کہاں بھجوایا گیا ہے۔“..... لارڈ کارس نے کہا۔

”ہمیں جب معلوم ہی نہیں ہے تو ہم اسے کیا بتائیں گے۔ البتہ یہ تو ہمارے لئے اچھی بات ہے کہ وہ جارجین میں ہمارے پیچھے آئے۔

یہاں ہم آسانی سے اس کا خاتمہ کر دیں گے۔۔۔ کرٹل ہیری نے جواب دیا۔

”نبیس کرٹل ہیری۔ ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ اب میں نبیس چاہتا کہ ما یک یا آپ اس کے ہاتھوں کوئی نقصان اٹھائیں اس لئے ما یک کو آپ رخصت پر کسی دوسرا ملک بھجوادیں اور آپ خود بھی اس وقت تک اندر گرا اونڈر ہیں جب تک یہ معاملہ ختم نبیس ہو جاتا۔۔۔۔۔ لا روڈ کارس نے کہا۔“
”جیسے آپ کا حکم سر۔ میں یہند آپشن پر ٹرانسفر ہو جاتا ہوں اور ما یک کو میں حکم دے دیتا ہوں کہ وہ مستقل میک آپ کر کے جارجین سے گریٹ لینڈ چلا جائے۔ اس طرح عمران یا اس کے ساتھی خود ہی نکریں مار کرو اپس چلے جائیں گے۔۔۔۔۔ کرٹل ہیری نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کرو اور سنو۔ ما یک جذباتی آدمی ہے اس لئے ایسا نہ ہو کہ ما یک خود ہی عمران کے مقابلے پر آجائے۔ اسے تم نے ختنی سے روکنا ہے۔ میں نبیس چاہتا کہ وہ ضائع ہو جائے۔۔۔۔۔ لا روڈ کارس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔



دجال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کا شامدار امنا زیماں۔ شیطان کے پچاریوں اور پیروکاروں کا تجھات دہنده شیطان کا بیٹا۔ جسے باطل اور قدیم صحیفوں میں بیٹ (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔
ہمارے درمیان پرورش پارہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پر اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دنیا کا طاقتوتر ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانستہ جو بھی شیطان کے بیٹے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

دجال۔۔۔۔۔ یہودیوں کی آنکھ کا تارہ جسے عیسائیوں اور مسلمانوں کو تباہ و بر باد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنارہے ہیں؟ **دجالیت** کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دنیا کے تمام انسانوں پر حکمرانی کرے گا؟ **666** کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پر دستیاب ہیں۔

ایکریمیا کی ریاست جارجین جغرافیائی طور پر دو حصوں پر مشتمل تھی۔ آدھے سے زیادہ حصہ پہاڑیوں پر مشتمل تھا لیکن یہ پہاڑیاں خشک اور بخوبی نہ ہوتی۔ ابتدائی سربراہی میں اور ان پر خاصے گھنے جنگلات تھے کیونکہ ریاست کے اس حصے پر سال کے آٹھ ماہ موسلا دھار بارشیں ہوتی رہتی تھیں جبکہ ریاست کا باقی حصہ ریگستان پر محصور تھا۔ یہاں بارش ہونا انہوں باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ یہاں کا موسم خشک اور گرم رہتا تھا لیکن اس کے باوجود جہاں پہاڑیوں سے عمارتی لکڑی اور معدنیات نکالی جاتی تھیں اور وہاں خوبصورت شہر بسائے گئے تھے وہیں خشک اور صحرائی علاقے سے تسلی نکالا جاتا تھا اس لئے وہاں ریت میں بھی خاصے بڑے بڑے شہر بسائے گئے تھے۔ جدید انداز کی سڑکیں تھیں۔ اس ریاست جارجین کے مغربی علاقے میں جہاں سب سے زیادہ مقدار میں تسلی نکالا جاتا تھا ایک خاصاً بڑا شہر تھا جسے پرانک کہا جاتا تھا۔ اس شہر کی زیادہ آبادی تسلی نکالنے والے افراد سے وابستہ تھی اور چونکہ انہیں گرم خشک ماحول میں کام کرنا پڑتا تھا اس لئے ایکریمیں قانون کے مطابق انہیں عام کارکنوں سے دو گناہ تنخوا ہیں اور الاؤنس دیئے جاتے تھے اس لئے وہ عام کارکنوں سے کہیں زیادہ خوشحال تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہاں چونکہ قدیم ترین دور کی ایک دفن شدہ تہذیب کے آثار بھی موجود تھے اور یہ ایسے آثار تھے جنہیں دیکھنے والی ملکی اور غیر ملکی سیاح ہر وقت آتے جاتے رہتے تھے اس لئے پرانک میں بڑے بڑے ہوٹل، ریسٹورنٹس اور جوئے خانے موجود تھے۔ پرانک کے لئے آنے والے لوگ زیادہ تر کاروں پر ہی آتے تھے۔ پلک ٹرانسپورٹ بھی موجود تھی لیکن خوشحالی کی وجہ سے بہت کم لوگ اسے استعمال کرتے تھے۔ پرانک شہر کا مغربی حصہ ایک علیحدہ چھوٹے سے شہر پر مبنی تھا۔ یہاں کی تمام عمارتوں کا رنگ گہرا نیلا تھا اور یہ حصہ ایک دائرے کی صورت میں تھا۔ اس علاقے کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہاں چونکہ ایکریمیں حکومت کے خصوصی فوجی اور دفاعی اداروں کی عمارتیں موجود تھیں اس لئے اس علاقے کے گرد قلعہ نما اور پنج دیوار موجود تھی جس پر گھرے نیلے رنگ کی ناٹکیں لگائی گئی تھیں اس لئے اسے بلیوایریا کہا جاتا تھا۔ یہاں باقاعدہ فوجی چیک پوسٹیں موجود تھیں اور سوائے خصوصی افراد کے اور کسی کو بلیوایریا میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ اس بلیوایریا کی ایک بلند و بالا عمارت کے تہہ خانے میں اس وقت پاکیشی ایمنس دان ڈاکٹر احسان ایک آرام کری پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے دو ایکریمیں افراد موجود تھے۔ ڈاکٹر احسان کے چہرے پر تشویش اور غصے کے تاثرات موجود تھے۔

”کسی سامنے دان کو اس انداز میں اغوا کر لیتا ہیں الاقوامی قانون کے خلاف ہے۔“..... ڈاکٹر احسان نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”ڈاکٹر احسان۔ اس دنیا میں بنیادی طور پر طاقت کا راجح قائم ہے اور ایکریمیا طاقتور ہے اس لئے وہ تمام اصول اور ضابطے جو کمزوروں کے لئے ہوتے ہیں وہ طاقتور کے لئے نہیں ہوا کرتے۔ آپ جس میزاں پر کام کر رہے تھے ایسا میزاں صرف ایکریمیا کے پاس ہونا چاہئے۔ دنیا کے کسی اور ملک کے پاس نہیں اس لئے آپ کو یہاں لا یا گیا ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اب آپ کی زندہ واپسی ناممکن ہے اس لئے آپ کے سامنے دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ یہاں ایکریمیا کے لئے کام کریں۔ آپ کو ہر قسم کی کہالت اور مفادات مہیا کئے جائیں گے۔ آپ کی صدر ایکریمیا سے بھی بڑا کر عزت کی جائے گی لیکن دوسری صورت میں ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی آپشن نہیں ہے کہ آپ کو بلاک کر کے یہاں ریت میں دفن کر دیا جائے تاکہ ایکریمیا سے ہٹ کر اور کوئی ملک ایسے میزاں کا حامل نہ ہو سکے۔ اب یہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ کون سا آپشن پسند کرتے ہیں۔“..... سامنے بیٹھے ہوئے ادھیز عمر آدمی نے بظاہر بڑے شائستہ لمحے میں بات کی تھی لیکن اس کے لمحے میں دھمکی نہیں ہوتی۔

”آپ کا نام کیا ہے؟.....ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

”میرا نام کرٹل گیری ہے اور میں اس لیبارٹری کا سیکورٹی انچارج ہوں۔ یہ میرے استثنہ ہیں۔ کیپشن براؤن“.....کرٹل گیری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ پاکیشی حکام میرے انہوا پر خاموش ہو کر نہیں بیٹھیں گے۔ پاکیشی سیکرٹ سروس اور ملٹری انٹلی جس سمجھے واپس لے جانے کے لئے ہر صورت میں کام کریں گی۔ اس طرح آپ کو اس لیبارٹری اور سائنس و انوں کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ میں آپ کے لئے بھی کام کروں اور اپنے ملک پاکیشیا کے لئے بھی؟.....ڈاکٹر احسان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرٹل گیری بے اختیار مسکرا دیا۔

”ڈاکٹر احسان۔ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ آپ کہاں موجود ہیں اس لئے آپ کے ذہن میں ایسی بات آئی ہے۔ میں آپ کو مختصر طور پر بتاؤں کہ اس بلیو ایریا کو سرکاری طور پر ایسی سٹی کہا جاتا ہے۔ ایسی سے مطلب ہے ایکسٹرناکس سٹی۔ یہاں رہنے والے ہر مرد کے جسم میں ایک مخصوص چپ لگادی جاتی ہے جو اس کے خون کے وزن کے پر کام کرتی رہتی ہے اور یہاں کا کنٹرول سسٹم بھی چپ کو باقاعدہ چیک کرتا رہتا ہے اور چپ اسے ہتاتی رہتی ہے کہ چپ کا حامل فرد اس وقت کہاں موجود ہے اور اس کی چوبیں گھنٹے گھرانی کی جاتی ہے اور وہ کسی صورت بھی یہاں سے باہر نہیں جاسکتا کیونکہ جیسے ہی وہ ایسی سے باہر کسی صورت میں بھی جاتا ہے تو اسے خود بخود ایسا ایکسٹرناکس شاک لگتا ہے اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔ البتہ جس شخص کو حکومت باہر جانے کی خصوصی اجازت دیتی ہے تو اس مخصوص چپ کو مخصوص وقت کے لئے آف کر دیا جاتا ہے اور پھر اگر وہ آدمی بلیو ایریا میں اس وقت تک واپس پہنچ جائے تو ٹھیک ورنہ وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور تب تک اسے کسی صورت ہوش نہیں آسکتا جب تک اسے ایسی میں واپس نہ لایا جائے اور اگر بے ہوش ہونے کے چوبیں گھنٹوں کے اندر اندر اسے واپس نہ لایا جاسکے یا وہ نہ آئے تو پھر چپ کے فائل شاک کی وجہ سے وہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کی موت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس طرح بلیو ایریا میں بغیر چپ کے جو آدمی داخل ہوتا ہے وہ فوری طور پر ہوش ہو جاتا ہے اور اسے اس وقت تک ہوش نہیں آسکتا جب تک اسے ایسی سے باہر نہ لے جایا جائے اور اگر اسے باہر نہ لے جایا جائے تو چوبیں گھنٹوں کے بعد وہ آدمی اسی بے ہوشی کے عالم میں ہلاک ہو جاتا ہے اس لئے یہاں کوئی غیر متعلقہ فرد کسی صورت بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر داخل ہو بھی تو وہ پہلے بے ہوش اور پھر ہلاک ہو جاتا ہے۔ آپ کو بھی جب بے ہوشی کے عالم میں یہاں لا یا گیا تو آپ کے جسم میں بھی چپ ڈال دی گئی اس لئے آپ کو ہوش بھی آگیا اور آپ یہاں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ اب کسی صورت بغیر خصوصی اجازت کے ایسی سے باہر نہیں جاسکتے اور نہ ہی باہر کا کوئی آدمی آپ کو چھڑانے کے لئے اندر آسکتا ہے اس لئے آپ یہ خیال دل سے نکال دیں۔ دوسری بات یہ کہ اس ایسی کے بارے میں صرف یہاں کے لوگ جانتے ہیں یا پھر ایکریمیا کے صدر سمیت صرف چند اعلیٰ حکام ورنہ اس بارے میں اور کوئی نہیں جانتا۔ یہاں سے باہر سوائے چند افراد کے اور کوئی اندر نہیں آسکتا اور یہاں باہر سے خصوصی اجازت سے فون نہ جاسکتا ہے۔ باہر کے سب عام لوگ اسے بلیو ایریا کے نام سے جانتے ہیں اور بس، اس لئے آپ یہ بات ہی ذہن سے نکال دیں کہ آپ یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں یا باہر سے کوئی آدمی یہاں آ کر آپ کو

یہاں سے واپس لے جاسکتا ہے۔۔۔ کرٹل گیری نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے سوچنے دو۔۔۔ ڈاکٹر احسان نے کہا۔

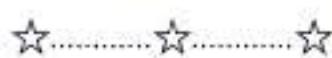
”ٹھیک ہے۔ آپ کو ایک گھنٹہ دیا جاتا ہے کہ آپ اچھی طرح سوچ لیں کہ آپ ایکریمیا کے لئے کام کر کے تمام سہولیات حاصل کرنا چاہتے ہیں یا موت کو قبول کرتے ہیں۔ ہم ایک گھنٹے بعد آئیں گے اور اگر آپ نے زندہ رہنے کا فیصلہ کیا تو آپ کو انہیٰ عزت و احترام کے ساتھ لیبارٹری پہنچا دیا جائے گا جہاں کے آپ انچارج ہوں گے اور تمام ایکریمیں سائنس وان آپ کے تحت کام کریں گے۔۔۔ کرٹل گیری نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کا استنشت کیپشن براؤن بھی انہوں کھڑا ہو گیا اور ڈاکٹر احسان کے سر ہلانے پر وہ دونوں مژے اور کمرے سے باہر چلے گئے جبکہ دروازے کو باہر سے لاک کئے جانے کی مخصوص آواز بھی ڈاکٹر احسان کو واضح طور پر سنائی دی۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔۔۔ ڈاکٹر احسان نے انہوں کرے میں ٹھیٹے ہوئے سوچا اور پھر کافی دیر تک ٹھیٹنے کے بعد آخر کار وہ اس فیصلے پر پہنچ گئے کہ ایکریمیا کے لئے کام کیا جائے اور کسی امداد یا کسی اچھے موقع کا انتظار کیا جائے۔ یہی بہتر فیصلہ ہو گا اور یہ فیصلہ کر کے وہ واپس کریں پر بیٹھ گئے اور پھر ایک گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور کرٹل گیری اور کیپشن براؤن اندر داخل ہوئے۔

”بہت شکریہ ڈاکٹر احسان۔ آپ نے آخر کار فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔ کرٹل گیری نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان چونک پڑے۔

”یتم کیا کہہ رہے ہو۔ ابھی تو میں نے کوئی بات ہی نہیں کی۔۔۔ ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ نے اس دوران جو کچھ سوچا ہے اور جس نتیجے پر پہنچے ہو وہ سب کنٹرول روم میں ماہرین کو سکرین پر نظر آتا رہا ہے اس لئے ہمیں معلوم ہے کہ آپ نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ جب تک آپ کو کوئی اچھا موقع فرار کا نہ ملے یا آپ کو یہاں سے برآمدہ کر لیا جائے آپ کام کریں گے اور چونکہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ نہ یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہاں کوئی اجنبی داخل ہو سکتا ہے اس لئے ہمیں آپ کی اس سوچ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہر حال آپ نے یہاں کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس پر آپ کو مبارک باد کہ آپ کو واقعی یہاں بہت عزت و احترام دیا جائے گا۔۔۔ کرٹل گیری نے جواب دیا تو ڈاکٹر احسان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اب وہ سمجھ تھے کہ کرٹل گیری درست کہہ رہا ہے اس لئے اب انہیں واقعی یہاں کام کرنا پڑے گا۔



عمران ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت اپنے فلیٹ میں موجود تھا۔ چائے کی پیالی اس کے سامنے رکھی ہوئی تھی لیکن وہ چائے پی نہ رہا تھا۔ اس کا ذہن اس بات پر انکا ہوا تھا کہ باوجود کوشش کے وہ اب تک یہ معلوم نہ کر سکا تھا کہ ڈاکٹر احسان کو ایکریمیا میں کہاں لے جایا گیا ہے۔ ایکریمیانہ صرف بہت بڑا ملک تھا بلکہ ایک بڑا عظم تھا اس لئے جب تک نارگٹ کا تعین نہ ہو جائے تب تک وہاں جانا صرف وقت ضائع کرنے کے متادف تھا لیکن گواں نے اپنی طرف سے ہر طرح کی کوشش کر لی تھی لیکن نارگٹ کا تعین نہ ہو سکا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ ماہیک، جس نے اسے باچان سے انغو اکرایا تھا اسے بھی یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ڈاکٹر احسان کو کہاں لے جایا جائے گا حتیٰ کہ اس کے چیف کے بارے میں بھی اس نے تسلی

کر لی تھی لیکن اسے بھی نارگٹ کا علم نہ تھا اور جیسے جیسے دیر ہوتی جا رہی تھی اس کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ سرداور کے بقول ڈاکٹر احسان کی برا آمدگی جس قدر جلد ممکن ہو سکتی ہے اتنا ہی پاکیشنا کو فائدہ ہو گا لیکن اب جب معلوم ہی نہ ہو رہا تھا کہ وہ کہاں ہیں تو عمران کیا کر سکتا تھا۔ ابھی وہ بیٹھا تھا میں سوچ رہا تھا کہ سلیمان اندر داخل ہوا اور پھر عمران کے سامنے پڑی چائے کی پیالی کو بھرا دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

”کیا بات ہے صاحب۔ آپ ڈینی طور پر بہت الجھے ہوئے ہیں“..... سلیمان نے ہمدردانہ الجھے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

”ہاں سلیمان۔ نارگٹ واضح نہیں ہو رہا اور میں واقعی بری طرح الجھے گیا ہوں“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”کون سا نارگٹ“..... سلیمان نے حیرت بھرے الجھے میں کہا تو عمران نے اسے ڈاکٹر احسان کے باچان میں انغو اور ایکریمیا میں کہیں لے جانے کے بارے میں مختصر طور پر بتا دیا۔ گو عمران کو معلوم تھا کہ سلیمان اس بارے میں اسے کوئی مشورہ نہ دے سکے گا لیکن چونکہ وہ ڈینی طور پر بے حد الجھا ہوا تھا اس لئے کسی سے اس معاملے میں بات کرتے ہوئے اسے اپنے ذہن پر موجود باوہ میں کمی محسوس ہو رہی تھی اس لئے وہ باقاعدہ سلیمان سے اس طرح مشورہ کر رہا تھا جیسے سلیمان واقعی اس کا مسئلہ حل کر دے گا۔

”آپ کے وہ دوست آپ کے کام نہیں آئے جو پہلے ایسے معاملات میں کام کرتے رہتے ہیں“..... سلیمان نے کہا۔

”نہیں۔ سب نے کہا ہے کہ انہیں نہ معلوم ہے اور نہ ہی معلوم ہو سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر ایکریمیا کا صدر ہی بتا سکے گا۔ اس سے پوچھ لیں“..... سلیمان نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور ساتھ ہی سخنڈی ہو جانے والی چائے کی پیالی اٹھا کر واپس مڑ گیا۔

”ایکریمیا کا صدر۔ اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ اسے لازماً معلوم ہو گا لیکن اس سے پوچھا کیسے جائے“..... عمران نے اس انداز میں اوپنجی آواز میں بڑھاتے ہوئے کہا جیسے وہ کسی کو سارا ہا ہو جبکہ کمرہ خالی تھا۔ سلیمان واپس جا چکا تھا۔ عمران ذہن پر زور دیتا رہا لیکن کوئی ترکیب واقعی اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ سلیمان ایک بار پھر کمرے میں داخل ہوا اور اس کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی جس میں سے بھاپ انھر ہی تھی۔

”کچھ سمجھ میں آیا صاحب۔ نہیں تو یہ گرم چائے پیں۔ دماغ کے خلیے کھل جائیں گے“..... سلیمان نے کہا اور چائے پیالی عمران کے سامنے رکھ دی۔

”اچھا۔ چلو پی کر دیکھ لیتے ہیں۔ ویسے تم تو حریرے مقوی دماغ کھاتے رہتے ہو۔ کیا تمہارا دماغ ابھی تک اس قابل نہیں ہوا کہ مشورہ دے سکو“..... عمران نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”میں تو اپنا حساب کتاب یاد رکھنے کے لئے حریرہ مقوی دماغ کھاتا رہتا ہوں لیکن آپ کو مشورہ تو دے سکتا ہوں۔ آپ براہ راست صدر ایکریمیا کو فون نہیں کر سکتے تو وزیر دفاع یا وزیر سائنس جس کے تحت یہ سائنس دان اور سائنسی لیبارٹریاں ایکریمیا میں ہوتی ہیں انہیں فون کر دیں۔ ان کی سیکرٹریوں کو فون کر دیں۔ ان کے ڈرائیوروں سے پوچھ لیں۔ ان کے باورچیوں سے بات کر لیں“..... سلیمان نے منہ بنا تے ہوئے جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری گذ۔ ایکریمیا میں اعلیٰ سائنسی لیبارٹریاں واقعی سیکرٹری دفاع کے تحت ہوتی ہیں بلکہ ایسی تمام سروز جو سائنس دانوں کو انداز کرتی ہیں۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور اس نے دیوار میں نصب ایک الماری کھولی۔ اس میں موجود ایک ڈائریکٹر کا لکر اس نے الماری بند کر دی اور پھر واپس آ کر اس نے چائے کی پیالی اٹھا کر منہ سے لگائی اور آخری گھونٹ بھر کر اس نے پیالی ایک طرف رکھی اور کرسی پر بیٹھ کر اس نے ڈائریکٹر کھولی اور اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ یہ ایسی ڈائریکٹری تھی جس میں اس نے دانشمنزل والی خصیم ڈائریکٹر سے ہٹ کر ایسے نام و ایڈریس اور ان کے فون نمبر نوٹ کر رکھے تھے جو سرکاری افسران تھے اور پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جنم گئیں۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس نے ڈائریکٹر کے اسے میز پر رکھا اور سامنے رکھے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیلو۔ ٹاپ ریک آفیسر زکب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آوازنائی دی۔ لہجہ ایکریمیا نے تھا۔

”میں کافرستان سے ریمش بول رہا ہوں۔ پیش سیکرٹری ٹو سیکرٹری دفاع“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ فرمائیے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”سیکرٹری دفاع کافرستان ایکریمیا کے دفاعی سیکرٹریٹ میں کام کرنے والے پرمنڈنٹ آفس میتحو سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان سے بات ہو سکتی ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”میں معلوم کرتی ہوں۔ ہو لد کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ میتحو بول رہا ہوں پرمنڈنٹ ڈیپنس سیکرٹریٹ“..... چند گھونٹ بعد ایک بھاری سی آوازنائی دی۔

”مرث میتحو۔ آپ کوئی ایسا نمبر دے دیں جس پر آپ سے بات ہو سکے اور آپ دس لاکھ ڈالرز کما سکیں“..... عمران نے کہا۔

”آپ کون بول رہے ہیں اور کہاں سے؟“..... میتحو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا نام ریمش ہے اور میں کافرستان کے سیکرٹری دفاع جناب راجندر شرما کا پرنسل سیکرٹری ہوں۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے کوئی علیحدہ خاص نمبر لے لوں تاکہ سیکرٹری صاحب آپ سے بات کر سکیں اور آپ کو معمولی ہی بات چیت کے بعد دس لاکھ ڈالرز مل سکیں“..... عمران نے کہا۔

”کس قسم کی بات چیت؟“..... میتحو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ایسی بات چیت جس کا تعلق آپ کے آفس سے ہی ہے اور آپ اگر دس لاکھ ڈالرز کمانا نہیں چاہتے تو واضح کر دیں۔ آپ کے آفس میں اور کئی لوگ موجود ہیں جو دس لاکھ ڈالرز کو اہمیت دیتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”میں ایک گھنٹے بعد واپس اپنی رہائش گاہ پر جا رہا ہوں۔ وہاں کا نمبر نوٹ کر لیں“..... میتحو نے کہا اور ساتھ ہی فون نمبر بھی تادیا۔

”یہ سرکاری نمبر تو نہیں۔ محفوظ نمبر ہے یا؟“..... عمران نے کہا۔

”یہ خصوصی نمبر ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ میں ڈیڑھ گھنٹے بعد دوبارہ اس نمبر پر فون کروں گا“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی تھی کیونکہ سلیمان کے مشورے کے بعد اسے یہ راستہ نظر آیا تھا کہ ایسے لوگ جب چھپنے ہوئے ہوں تو وہ سب اصول وغیرہ بھول جاتے ہیں۔ اس کی ڈائری میں میتحو کے بارے میں یہ ہدایات بھی درج تھیں اور چونکہ میتحو لازمارات کے وقت ناپ رینک آفیسرز کلب جاتا تھا اس لئے وہاں اس سے آسانی سے بات ہو سکتی ہے اور اس وقت چونکہ پاکیشیا میں شام کا وقت تھا جبکہ ایک دیمیا میں رات خاصی گزر چکی تھی اس لئے اسے یقین تھا کہ میتحو کلب میں موجود ہو گا اور اس کا اندازہ درست تھا۔ اس نے رسیور رکھ دیا۔

”سلیمان۔ جناب آغا سلیمان پاشا صاحب“..... عمران نے رسیور رکھ کر اوپنچی آواز میں کہا۔

”بھی صاحب“..... چند لمحوں بعد سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مشورہ دس لاکھ ڈالر ز میں پڑتے والا ہے“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”صرف دس لاکھ ڈالر ز اچھا“..... سلیمان نے اس انداز میں کہا جیسے دس لاکھ ڈالر ز اس کے سامنے معمولی اہمیت بھی نہ رکھتے ہوں۔

”اڑے پاکیشیائی دس لاکھ روپے بڑی اہمیت رکھتے ہیں جبکہ میں نے دس لاکھ ڈالر ز کہا ہے“..... عمران نے تیز لمحے میں کہا۔

”میں بھی ڈالروں کی ہی بات کر رہا ہوں۔ بہر حال آپ کے چہرے پر چھائی ہوئی مایوسی دور ہوئی ورنہ مجھے تو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر آپ اسی طرح ڈپریشن کا شکار رہے تو میرا سارا حساب کتاب جو تقریباً دس کروڑ ڈالر ز کے قریب ہے، ڈوب جائیں گے“..... سلیمان نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”دس کروڑ ڈالر ز۔ یہ کیا کہہ رہے ہو“..... عمران نے چھپتے ہوئے انتہائی حریت بھرے لمحے میں کہا۔

”یہ تو ایک حساب ہے۔ باقی حساب پھر کبھی بتاؤں گا“..... سلیمان نے رک کر مڑتے ہوئے بڑےطمینان بھرے لمحے میں کہا۔

”تو تم سود کا حساب کر رہے ہو۔ کیوں“..... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”لا حول ولا قوۃ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ سود تو حرام ہے۔ میں نے تو حساب کتاب کی سپیڈ بڑھا دی ہے“..... سلیمان نے سود کی بات سن کر بھر کتے ہوئے کہا۔

”سپیڈ کیسے تیز کر دی اور کیوں کردی؟“..... عمران نے کہا۔

”اگر بجلی کے حکام بجلی کے میٹرز کو چالیس فیصد تیز کر سکتے ہیں اور کوئی احتیاج نہیں کر سکتا تو میں نے اگر انہا حساب کتاب دس پندرہ فیصد تیز کر دیا ہے تو آپ خواہ نہ اراضی ہو رہے ہیں“..... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

”چالیس فیصد تیز میٹر۔ حریت ہے“..... عمران نے بڑے بڑے ہوئے کہا اور پھر ایک گھنٹے سے بھی زیادہ وقت گزر جانے کے بعد اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”میتحو بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی میتحو کی آواز سنائی دی۔

”رمیش بول رہا ہوں۔ کافرستان سے“..... عمران نے کہا۔

”اب بتائیے کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور آپ نے دس لاکھ ڈالرز کی کیا بات کی تھی اور آپ کس طرح اسے مجھے تک پہنچائیں گے۔“..... میتھونے کہا۔ اس کے لمحے میں دس لاکھ ڈالرز کہتے ہوئے جو تیزی اور اشتیاق کی کیفیت ظاہر ہو رہی تھی اسے عمران بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

”چند خاص معلومات چاہئیں مسٹر میتھو۔ اگر آپ بغیر کسی پوچھ گئے کے یہ معلومات مہیا کر دیں تو آپ کو ابھی اسی وقت دس لاکھ ڈالرز کا گارینڈ چیک مل جائے گا“..... عمران نے کہا۔

”کون یہ معلومات اور آپ تو بقول آپ کے کافرستان سے بول رہے ہیں۔ پھر مجھے فوری طور پر کیسے گارینڈ چیک مل سکے گا“..... میتھو نے ہوشیاری دکھاتے ہوئے کہا۔

”مسٹر میتھو۔ آپ کے شہر میں بھی ہمارے نمائندے موجود ہیں۔ آپ وعدہ کریں کہ معلومات مہیا کریں گے تو ایک گھنٹے بعد آپ کے پاس ہمارا نمائندہ پہنچ جائے گا اور وہ آپ کو دس لاکھ ڈالرز کا گارینڈ چیک دے گا۔ پھر آپ اس کی موجودگی میں فون پر یہ معلومات ہمیں مہیا کر دیں گے اور اس کے بعد سب کچھ بھلا دیا جائے گا“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کیسی معلومات آپ چاہتے ہیں“..... میتھونے کہا۔

”آپ وزارت دفاع سیکریٹریٹ کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اور ہمارے پاس ثبوت موجود ہے کہ آپ اس بارے میں جانتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ آپ کے اور ساتھی بھی ہیں جو اس سے کم رقم پر ہمیں معلومات مہیا کر سکتے ہیں لیکن آپ بڑے افسر ہیں اس لئے ہم آپ سے یہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں کیا معلومات آپ چاہتے ہیں“..... میتھونے کہا۔

”ایکریمیا کی ایک خفیہ ایجنسی بلیک ٹائگر نے باچان سے ایک پاکیشی ایسی سامنس دان ڈاکٹر احسان کواغوا کرایا اور اسے ایکریمیا میں کسی بڑی خفیہ لیبارٹری میں پہنچا دیا گیا ہے۔ ہم یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں کہاں پہنچایا گیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”لیکن آپ کا تعلق تو کافرستان سے ہے۔ آپ کا اس سے کیا تعلق“..... میتھونے جیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”مسٹر میتھو۔ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ پاکیشیا اور کافرستان میں اذلی دشمنی موجود ہے۔ اغوا ہونے والے ڈاکٹر احسان پاکیشیا کے لئے آئندہ صدی کا میزائل تیار کر رہے تھے جس سے کافرستان کی سلیمانیت کو شدید خطرات لاحق تھے اور ابھی ہم اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ کافرستان کو اس سلسلے میں کیا اقدامات اٹھانے چاہیں کہ اطلاع ملی کہ ایکریمیا کی بلیک ٹائگر تنظیم نے باچان سے اس سامنس دان ڈاکٹر احسان کو اغوا کرایا اور اب اسے ایسی لیبارٹری میں رکھا گیا ہے جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں۔ ہماری حکومت دس لاکھ ڈالرز کی خلیر رقم اس لئے خرچ کر رہی ہے تاکہ ہماری پوری طرح تسلی ہو جائے کہ ڈاکٹر احسان کو جہاں رکھا گیا ہے وہاں سے وہ واپس نہ آ سکے گا“..... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن آپ کو میرانام اور بلیک ٹائگر کے بارے میں کس نے بتایا“..... میتھونے قدرے جیرت بھرے لمحے میں پوچھا۔

”مسٹر میتھو۔ یہ حکومتی معاملات ہیں۔ ایسی خبریں حکومتوں سے چھپی نہیں رہتیں اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بھی ہمیں بریف کیا گیا تھا کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے اور اب باتیں بہت ہو گئی ہیں۔ اب اصل بات پر آ جائیں“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں بتا دیتا ہوں۔ مجھے دس لاکھ ڈالر کا چیک دیں“..... میتھو نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اب کسی نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔

”آپ اپنا ایڈریس بتا دیں۔ ہمارا آدمی جو آپ کو اپنا نام کا رل بتائے گا، آپ کی رہائش گاہ پر پہنچ کر آپ کو چیک دے گا اور مجھے اطلاع دے گا۔ میں فون پر آپ سے معلومات لوں گا اور پھر اپنے آدمی کو واپس جانے کا کہہ دوں گا“..... عمران نے کہا تو میتھو نے اپنی رہائش پتہ بتا دیا جہاں وہ موجود تھا۔ عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”لیں۔ گراہم بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایکریمیا میں پاکیشیا کے فاران ایجنت گراہم کی آواز سنائی دی۔

”چیف بول رہا ہوں“..... عمران نے ایکسو کے مخصوص لجھے میں کہا۔

”لیں چیف۔ حکم“..... دوسری طرف سے موڈبانہ لجھے میں کہا گیا۔

”ایک ایڈریس نوٹ کرو“..... عمران نے کہا اور ساتھ ہی وہ ایڈریس بتا دیا جو میتھو نے اسے فون پر بتایا تھا۔

”لیں چیف۔ نوٹ کر لیا ہے چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”تم ابھی اور اسی وقت اس ایڈریس پر جاؤ۔ وہاں وزارت دفاع کے سکریٹریٹ کا سپرینڈنٹ میتھو موجود ہو گا۔ تم نے اسے دس لاکھ ڈالر کا گارنیٹ چیک دینا ہے اور پھر ٹرانسمیٹر پر عمران کو پیش کا شن دینا ہے لیکن یہ سن لوک عمران نے میتھو سے اپنا تعارف ریمش کے طور پر کرایا ہے اور میش کا فرستان سکریٹری دفاع کا پرنسپل سکریٹری ہے اس لئے تم نے بھی اپنے آپ کو کافرستانی ایجنت بتانا ہے“..... عمران نے بطور چیف، گراہم کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”لیں چیف“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور کھو دیا اور اٹھ کر اس نے عقبی الماری کھول کر اس میں موجود لانگ ریچ ٹرانسمیٹر اٹھا کر الماری بند کی اور پھر ٹرانسمیٹر میز پر رکھ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر پر اپنی مخصوص فریکووں ایڈ جسٹ کر دی۔ پھر تقریباً سو گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز دوبارہ سنائی دی اور پھر ٹرانسمیٹر آف ہو گیا تو عمران سمجھ گیا کہ یہ گراہم کی طرف سے پیش کا شن دیا گیا ہے۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”رمیش بول رہا ہوں کافرستان سے۔ کیا آپ کو گارنیٹ چیک مل گیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ مل گیا ہے اور آپ کا آدمی بھی یہاں موجود ہے“..... میتھو نے کہا۔

”اسے رسیور دیں“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ کارل بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد گراہم کی آواز سنائی دی۔

”کارل۔ اب تم واپس چلے جاؤ“..... عمران نے اس بارا پنے اصل لجھے میں کہا۔

”ٹھیک ہے“..... گراہم نے جواب دیا۔

”آپ کا آدمی چلا گیا ہے“..... تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میتھوکی آواز سنائی دی۔

”اب آپ تفصیل سے معلومات مہیا کر دیں لیکن میں آپ کو پہلے آگاہ کر دوں کہ یہ معاملہ ایک حکومت سے متعلق ہے اور اگر حکومت آپ کو خطیر رقم دے سکتی ہے تو فلٹ بیانی یاد ہو کہ دینے کی صورت میں آپ کو پوری دنیا میں کہیں پناہ نہ ملے گی اس لئے آپ جو درست ہے وہ بتا دیں“..... عمران نے اسے باقاعدہ حتمکی دیتے ہوئے کہا۔ اس نے یہ حتمکی اس لئے دی تھی کہ اسے معلوم تھا کہ اب دس لاکھ ڈالر زکی خطیر رقم کا چیک وصول کرنے کے بعد وہ غصہ کھا کر اسے واپس لئے جانے کا خطرہ مول نہیں لے گا۔

”میں آپ کو درست معلومات دوں گا۔ پاکیشیا کے سامنے داں ڈاکٹر احسان کو ایک بیکن ریاست جا رہیں کے شہر پر انک میں واقع ای سٹی میں رکھا گیا ہے۔ اس ای سٹی میں اعلیٰ ترین میزائل لیبارٹریاں ہیں“..... میتھو نے جواب دیا تو عمران ای سٹی کے الفاظ سن کر بے اختیار چونک پڑا۔

”ای سٹی سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا یہ سٹی کا نام ہے“..... عمران نے کہا۔

”ای سٹی سے مراد ایکسٹرائکسٹی ہے۔ یہ خصوصی شہر ہے جو مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ کنٹرول ہے۔ بس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں ہے“..... میتھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اسے وہاں پر انک میں ای سٹی ہی کہتے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ ای سٹی تو اس کا کوڈ نام ہے۔ عام طور پر اسے بلیو ایریا کہا جاتا ہے“..... میتھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہے کہ ڈاکٹر احسان کو وہاں بھجوایا گیا ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”میں آفس پر نہنڈٹ ہوں اور یہ ای سٹی اور اس میں موجود لیبارٹریاں سیکرٹری دفاع سررچرڈ کے تحت آتی ہیں لیکن سررچرڈ صرف انتظامی انجام ہیں۔ وہ وہاں جانہیں سکتے کیونکہ وہ ای سٹی ہے۔ وہاں صرف مخصوص لوگ ہی جاتے ہیں اور رہتے ہیں۔ وہاں ایکریمیا کا صدر بھی نہیں جا سکتا“..... میتھو نے بڑے پر جوش سے لبھے میں کہا تو عمران اس کے لبھے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔

”اوکے۔ شکریہ“..... عمران نے کہا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ آج سے پہلے یہ ای سٹی والی بات اس نے سنبھالی اور وہ جانتا تھا کہ گودیے تو ایک پورے شہر کو کمپیوٹرائزڈ کنٹرول کرنا تقریباً ناممکن ہے لیکن ایکریمیا بہر حال اتنے وسائل بھی رکھتا ہے اور ایسے سامنے داں بھی کہ وہ ایسا کر سکتے تھے لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر ڈاکٹر احسان کو واقعی ای سٹی میں لے جایا گیا ہے تو پھر وہاں داخل ہو کر انہیں واپس لے آتا بے حد مشکل ہو جائے گا۔ عمران کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا اور پھر اس نے سامنے رکھی ہوئی ڈائریکٹری اٹھائی اور ایک بار پھر اس کی ورقہ گردانی شروع کر دی لیکن کسی صفحے پر اس کی نظریں جنم نہ سکیں تو وہ اٹھا اور اس نے ڈائری واپس الماری میں رکھ کر الماری کو بند کیا اور پھر ڈرینگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ لباس تبدل کر سکے۔ تھوڑی اور بعد اس کی کار تیزی سے داش منزل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی لیکن اس کے ذہن میں مسلسل ای سٹی کے الفاظ ہی گونج رہے تھے۔



ایکریمیا کے سیکرٹری دفاع سرچڑھوٹے قد کے لیکن بڑی بھرپور شخصیت کے مالک تھے۔ چوڑے چہرے اور بھاری آواز کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں موجود تیز چمک ان کی ذہانت کی ترجیحی کرتی تھی۔ رعب دار چہرے پر ختنی کے تاثرات اسے مزید رعب دار بنار ہے تھے۔ سرچڑھاں وقت اپنے آفس میں بیٹھے کام میں مصروف تھے کیونکہ ایکریمیا سپرپاور تھی اور ایسی سپرپاور کا سیکرٹری دفاع تقریباً ہر وقت مصروف رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سرچڑھا کلب جانے کا وقت بہت کم ملتا تھا ورنہ چوہینس گھنٹوں میں سے اٹھا رہیں گھنٹے انہیں مسلسل کام کرتا پڑتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک اہم فائل کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ فون کی گھنٹی نجاحی تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا لیکن ان کی نظریں فائل پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

”لیں“..... سرچڑھا نے سخت اور خشک لبجے میں کہا۔

”سیکرٹریٹ سیکورٹی انچارج کرٹل نیلسن بات کرتا چاہتے ہیں سر“..... دوسری طرف سے ان کے پرنسل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کرو بات“..... سرچڑھا نے اسی طرح سخت اور کھرد رے لبجے میں کہا۔ یہ شاید ان کا مخصوص انداز تھا۔

”سر۔ آپ کے آفس پر نہنڈٹ میتھو نے اپنے اکاؤنٹ میں دس لاکھ ڈالرز کا گارینڈ چیک جمع کرایا ہے“..... کرٹل نیلسن نے کہا تو سرچڑھا پہلی بار چونک پڑے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”وس لاکھ ڈالرز“..... سرچڑھا نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”لیں سر“..... کرٹل نیلسن نے موڈبانڈ لبجے میں کہا۔

”مجھے یہ تو معلوم ہے کہ وہ جواء کھلنے کا عادی ہے اور بعض اوقات بھاری رقومات جیت لیتا ہے لیکن دس لاکھ ڈالرز تو اس کے لحاظ سے خاصی بڑی رقم ہے“..... سرچڑھا نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”سر۔ اگر وہ یہ رقم جوئے میں حاصل کرتا تو یا تو یہ نقدر رقم ہوتی یا پھر مقامی چیک ہوتا۔ گارینڈ چیک تو جواء خانے والے نہیں دیا کرتے۔ گارینڈ چیک تو رقم دینے والے کی شاخت چھپانے اور لینے والے کی تسلی کے لئے ہوتے ہیں کہ چیک ہر صورت میں کیش ہو جائے گا اس لئے یہ چیک جواء خانے سے جاری نہیں کیا جاسکتا“..... کرٹل نیلسن نے کہا تو سرچڑھا ایک بار پھر چونک پڑے۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس طرف تو میراڑہن، ہن، ہنی نہیں گیا تھا لیکن وہ ایسا چیک کہاں سے لے سکتا ہے“..... سرچڑھا نے کہا۔

”سر۔ میرا تعلق سیکورٹی سے ہے اس لئے مجھے معلوم ہے کہ ایسے چیک اس وقت دینے اور لئے جاتے ہیں جب ایک دوسرے کو معلومات فروخت کی جاتی ہیں یا کوئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے“..... کرٹل نیلسن نے کہا۔

”ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ میتھو اس سطح پر اتر آیا ہے۔ ویری بیڈ“..... سرچڑھا نے غراتے ہوئے لبجے میں کہا۔

”آپ اگر اجازت دیں تو اس سے انکوارری کی جائے“..... کرٹل نیلسن نے کہا۔

”ہا۔ ضرور کرو۔ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور پھر مجھے روپرٹ دو“..... سرچڑھا نے تیز لبجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کھ دیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ اطمینان کے تاثرات تھے۔ اس نے میز کی سائیڈ میں موجود یک میں رکھی شراب کی بوتموں میں سے ایک

چھوٹی بوتل اٹھائی اور اس کا ڈھکن ہٹا کر اس نے بوتل منہ سے لگائی۔ وہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ شراب پینے کا بھی عادی تھا۔ جیسے جیسے شراب اس کے حلق سے نیچے اترتی جا رہی تھی اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ہلکے ہوتے جا رہے تھے اور پھر چھوٹی بوتل ختم ہوتے ہی اس نے بوتل تو سایدہ میں رکھی ہوئی بڑی سی باسکٹ میں اچھال دی البتہ اب اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات غائب ہو گئے تھے اور وہ پہلے کی طرح بڑےطمینان بھرے انداز میں فائل پر جھک گیا۔ اس فائل کے بعد اس نے دو اور فائل میں پڑھی ہوں گی کہ فون کی گھنٹی نجاحی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں“.....سر رچڑنے اپنے مخصوص لمحے میں کہا۔

”سیکریٹریٹ سیکورٹی انچارج نیلسن بات کرنا چاہتے ہیں“.....دوسری طرف سے ان کے پرنسل سیکریٹری کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”کراوبات“.....سر رچڑنے کہا۔

”سر۔ میں کرٹل نیلسن بول رہا ہوں“.....چند لمحوں بعد کرٹل نیلسن کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”لیں۔ کیا رپورٹ ہے“.....سر رچڑنے تیز لمحے میں کہا۔

”سر۔ میتحو نے کافرستان کو خاص معلومات مہیا کرنے کا اقرار کیا ہے“.....کرٹل نیلسن نے کہا تو سر رچڑوں کو نکل پڑے۔

”کافرستان کو معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ کون سی معلومات“.....سر رچڑنے کہا۔

”سر۔ اس کا کہنا ہے کہ اس بارے میں وہ صرف آپ کو بتاسکتا ہے“.....کرٹل نیلسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اے میرے آفس میں لے آؤ“.....سر رچڑنے کہا اور پھر اس نے کریٹل دبا کر ٹوں آنے پر فون پیس کے نچلے حصے میں لگے ہوئے ایک سفید رنگ کے بٹن کو پر لیں کر دیا۔

”لیں سر“.....دوسری طرف سے پرنسل سیکریٹری کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”کرٹل نیلسن آفس پر نئندھن میتحو کو لے کر میرے آفس میں آ رہے ہیں۔ انہیں آنے دیا جائے“.....سر رچڑنے کہا اور رسیور کھو دیا۔

”کافرستان نے دس لاکھ ڈالرز میں میتحو سے کیا معلومات حاصل کی ہوں گی۔ وہ لوگ تو اتنی بڑی رقم خرچ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے ہیں“.....سر رچڑنے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد دروازے پر پہلے ہلکی سی دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھلا اور میتحو اندر داخل ہوا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے کرٹل نیلسن تھا۔

”بیٹھو میتحو اور مجھے سب تفصیل سے بتاؤ“.....سر رچڑنے زم لمحے میں کہا۔

”لیں سر۔ مگر“.....میتحو نے جواب دیتے ہوئے سراہما کر کر کرٹل نیلسن کی طرف دیکھا۔

”کرٹل نیلسن۔ آپ میرے پرنسل سیکریٹری کے آفس میں بیٹھیں۔ جب ضرورت ہوگی تو آپ کو کال کر لیا جائے گا“.....سر رچڑنے میتحو کے اشارے کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

”لیں سر“.....کرٹل نیلسن نے کہا اور اٹھ کر آفس سے باہر چلا گیا۔

”ہاں۔ اب بتاؤ لیکن سب کچھ بحث بتا دو گے تو میں تمہارے لئے نرم سلوک کی سفارش کروں گا ورنہ تم سیکورٹی والوں کو جانتے ہو۔ ان کا تھرڈ ڈگری تشدید اچھے اعصابی طور پر طاقتور افراد کو زبان کھولنے پر مجبور کر دیتا ہے۔“..... سرچ ڈنے کہا۔

”سر۔ میں آپ کو سب کچھ تفصیل سے اور بحث بتا دیتا ہوں۔ میں کل رات ناپریک آفیس زکاب میں تھا کہ مجھے استقبالیہ کی طرف سے کال کیا گیا کہ میرے لئے کافرستان سے کال ہے۔ میں نے کال اٹھنے کی تو بحث بتایا گیا کہ کال کرنے والا رمیش نامی کافرستانی ہے جو کافرستان کے سیکرٹری دفاع کا پرنسپل سیکرٹری ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ اسے مجھ سے چند عام سی معلومات چاہئیں جس کے عوض وہ مجھے دس لاکھ ڈالر کا گارینڈ چیک ادا کر سکتا ہے۔ میرے اصرار کے باوجود اس نے معلومات کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ اصرار کیا کہ کسی محفوظ فون پر بات کی جائے تو میں نے اسے اپنی رہائش گاہ کا فون نمبر دے دیا اور میں کلب سے اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ اس نے وہاں فون کیا۔ میں نے پہلے چیک مانگا تو اس نے اپنا ایک آدمی جس کا نام کارل تھا، میری رہائش گاہ پر بھجوادیا اور اس نے مجھے دس لاکھ ڈالر کا گارینڈ چیک دے دیا اور واپس چلا گیا تو اس رمیش کی کال آگئی۔ اس کو اس کے آدمی نے بتا دیا تھا کہ چیک میرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ پاکیشی ای سائنس دان ڈاکٹر احسان کو ایک بیمین تنظیم بلیک نائیگر نے اغوا کرایا ہے۔ اس سائنس دان کو کہاں رکھا گیا ہے۔“..... میتحو نے کہا تو سرچ ڈنے کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔
”کافرستان کا اس سے کیا تعلق،“..... سرچ ڈنے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”یہی بات میں نے اس سے پوچھی تھی سر۔ اس نے کہا کہ کافرستان اور پاکیشیا کے درمیان بے پناہ و شمشنی ہے اور ڈاکٹر احسان پاکیشیا میں کسی خصوصی میزائل کی تیاری پر کام کر رہا تھا جس پر کافرستان کو بھی بے حد تشویش تھی لیکن پھر اچا لئک ڈاکٹر احسان کو اغوا کر لیا گیا اور کافرستانی ایجنسیوں نے معلوم کر لیا کہ گویہ اغوا بآجاتا ہے ہوا ہے لیکن یہاں ایک بیمین کی تنظیم بلیک نائیگر نے کرایا ہے اور ڈاکٹر احسان کو ایک بیمین کی لیبارٹری میں لے جایا گیا ہے تو وہ اب دس لاکھ ڈالر خرچ کر کے کنفرم کرنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر احسان محفوظ ہاتھوں میں ہے یا نہیں۔ مجھے چونکہ رقم کی اشد ضرورت تھی اور میں نے انہیں جو کچھ بتایا اس سے کوئی حرج نہ ہوتا تھا اس لئے میں نے انہیں بتا دیا کہ ڈاکٹر احسان کو ریاست جارجین میں واقع ای سٹی میں رکھا گیا ہے اور اسی سٹی کا مطلب ہے الیکٹرونکس سٹی۔ اس نے مزید تفصیل پوچھی تو میں نے اسے بتا دیا کہ جارجین کے شہر پر انک کے کہیں قریب واقع ہے اور اس سے زیادہ تفصیل کا مجھے علم نہیں ہے اور بس۔ اس کے بعد بخانے کیسے یکال ٹریس ہو گئی۔“..... میتحو نے کہا۔
”کال ٹریس نہیں ہوئی۔ گارینڈ چیک پر چینگ کرنے والوں کو حیرت ہوئی۔“..... سرچ ڈنے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور اٹھایا اور فون کے نچلے حصے میں موجود سفید رنگ کے ٹھنڈن کو پریس کر دیا۔

”لیں سر۔“..... ان کے پرنسپل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کرٹل نیلسن کو میرے آفس بھجوادیں۔“..... سرچ ڈنے کہا اور رسیور کھدیا۔ میتحو سرچ ہکائے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور کرٹل نیلسن اندر داخل ہوا۔

”اے لے جاؤ۔ اس نے حکومت کا ناپریک آؤٹ کیا ہے۔ اے بہر حال قانون کا سامنا کرنا پڑے گا۔“..... سرچ ڈنے کہا۔

”لیں سر“.....کرنل نیلسن نے کہا اور بازو سے پکڑ کر میتھو کو ایک جھٹکے سے اٹھا کر کھڑا کیا اور اسی طرح بازو سے پکڑے کمرے سے باہر لے گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سرچڑنے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور فون کے نیچے حصے میں موجود سفید بٹن پر لیں کر دیا۔

”لیں سر“.....دوسری طرف سے پرنسل سیکرٹری کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”کافرستان کے سیکرٹری دفاع سے میری بات کرو“.....سرچڑنے کہا۔

”لیں سر“.....دوسری طرف سے کہا گیا تو سرچڑنے رسیور رکھ دیا۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو سرچڑنے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں“.....سرچڑنے کہا۔

”جناب۔ پرتاپ سنگھ سیکرٹری دفاع کافرستان لائن پر ہیں جناب“.....پرنسل سیکرٹری کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”ہیلو۔ پرتاپ سنگھ بول رہا ہوں“.....چند لمحوں بعد ایک بھارتی مردانہ آوازنائی دی۔

”رجڑو بول رہا ہوں پرتاپ سنگھ صاحب۔ کیا آپ کے پرنسل سیکرٹری کا نام ریمش ہے“.....سرچڑنے کہا۔

”ریمش۔ نہیں۔ اس نام کا تو کوئی آدمی ہمارے پورے شاف میں نہیں ہے۔ میرے پرنسل سیکرٹری کا نام تو آندہ ہے۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں“.....سیکرٹری دفاع نے حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”میرے آفس کے ایک پرمنڈٹ سے ایک صاحب نے فون پر کہا کہ اس کا نام ریمش ہے اور وہ کافرستان کے سیکرٹری دفاع کا پرنسل سیکرٹری ہے۔ وہ کوئی سرکاری خفیہ معلومات خریدنا چاہتا تھا لیکن میرے پرمنڈٹ نے صاف انکار کر دیا اور مجھے روپورٹ دی۔ میں نے سوچا کہ آپ سے کنفرم کرلوں“.....سرچڑنے بہانہ بنتے ہوئے کہا۔ وہ اسے اصل بات نہ بتانا چاہتے تھے ورنہ انہیں تسلیم کرنا پڑتا کہ ایکریمیا نے ڈاکٹر احسان کواغوا کرایا ہے اور انہیں ای سٹی میں رکھا گیا ہے۔

”کیسی خفیہ معلومات“.....کافرستان کے سیکرٹری دفاع پرتاپ سنگھ نے حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”یہ تو بات آگے بڑھتی تو سامنے آتی۔ بہر حال شکریہ“.....سرچڑنے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا اور پھر فون کے نیچے موجود بٹن پر لیں کر دیا۔

”لیں سر“.....دوسری طرف سے اس کے پرنسل سیکرٹری کی آوازنائی دی۔

”پرانک میں بیوی ایسا میں کرنل گیری سے بات کرو“.....سرچڑنے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ ریمش کون ہو سکتا ہے“.....سرچڑنے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال ان کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح لپکا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ یقیناً پاکیشی ایجنت عمران ہو گا۔ اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ ہر قسم کے یکدیت کے بارے میں کسی نہ کسی انداز میں معلومات حاصل کر لیتا ہے“.....سرچڑنے بڑھاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو سرچڑنے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں“.....سرچڑنے اپنے مخصوص لجھ میں کہا۔

”کرٹل گیری لائن پر ہیں جتاب“.....دوسرا طرف سے ان کے پرٹل سیکرٹری نے موڈبانہ لجھ میں کہا۔

”کراوبات“.....سرچڑنے کہا۔

”ہیلو سر۔ میں کرٹل گیری بول رہا ہوں سر“.....چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لجھ بے حد موڈبانہ تھا۔

”کرٹل گیری۔ ڈاکٹر احسان کے بارے میں آپ نے اب تک کوئی رپورٹ نہیں دی“.....سرچڑنے تیز لجھ میں کہا۔

”سر۔ وہ کام کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ میں دو چار روز تک ان کی کارکردگی دیکھ کر ہی آپ کو رپورٹ دینا چاہتا تھا تاکہ رپورٹ حصی

ہو“.....کرٹل گیری نے جواب دیا۔

”آپ کو ایک اور بات بتانا ضروری ہے کہ پاکیشی ایجنت عمران نے یہ معلومات حاصل کر لی ہیں کہ ڈاکٹر احسان کو کہاں رکھا گیا ہے اور اسے بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر احسان کو پرانک میں اسی سٹی میں رکھا گیا ہے اس لئے یہ بات اب یقینی ہو چکی ہے کہ عمران، ڈاکٹر احسان کو واپس حاصل کرنے کے لئے وہاں ضرور پہنچے گا اس لئے آپ نے اب بے حد ہوشیار اور محتاط رہنا ہے کیونکہ یہ ایجنت دنیا بھر میں انتہائی خطرناک ایجنت سمجھا جاتا ہے“.....سرچڑنے کہا۔

”سر۔ آپ بالکل بے فکر ہیں۔ وہ کسی صورت ڈاکٹر احسان تک نہ پہنچ سکے گا“.....کرٹل گیری نے بڑے باعتماد لجھ میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ اسی سٹی کا اپنا سٹم ہے لیکن پھر بھی آپ نے بے حد محتاط رہنا ہے۔ میں بلیک ایجنسی کے پر ایجنسوں کی ڈیوٹی لگارہا ہوں کہ وہ پرانک میں عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیں لیکن اس کے باوجود آپ نے انتہائی محتاط رہنا ہے“.....سرچڑنے کہا۔

”لیں سر۔ حکم کی تعییل ہو گی سر“.....کرٹل گیری نے موڈبانہ لجھ میں کہا تو سرچڑنے کریڈل دبایا اور پھر ٹوں آنے پر اس نے فون کے نیچے موجود ایک سفید رنگ کا بٹن پر لیں کر دیا۔

”لیں سر“.....دوسرا طرف سے ان کے پرٹل سیکرٹری کی موڈبانہ آواز سنائی دی۔

”بلیک ایجنسی کے چیف کرٹل جیکسن سے بات کراو“.....سرچڑنے کہا اور سیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً اس منٹ بعد فون کی گھنٹی نجٹ اٹھی تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر سیور اٹھالیا۔

”لیں“.....سرچڑنے اپنے مخصوص لجھ میں کہا۔

”کرٹل جیکسن لائن پر ہیں جتاب“.....دوسرا طرف سے پرٹل سیکرٹری کی موڈبانہ آواز سنائی دی۔

”کراوبات“.....سرچڑنے کہا۔

”لیں سر۔ میں کرٹل جیکسن بول رہا ہوں“.....چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”کرٹل جیکسن۔ حکومت ایکریمیا نے ایک پاکیشی اسنس وان ڈاکٹر احسان کو جو میراں میکنالوجی کے ماہر ہیں، انہوں کا رکھا گیا ہے اور انہیں

ای سٹی میں رکھا گیا ہے۔ گواہی سٹی کا نظام ناقابل شکست ہے اور ناپ سیکرت ہے لیکن ہمیں مصدقہ اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیائی ایجنت عمران نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ ڈاکٹر احسان کو ای سٹی میں رکھا گیا ہے اس لئے وہ لازماً ٹیم لے کر وہاں پہنچے گا۔ ہم نے ای سٹی کے کرنل گیری کو ریڈ ارٹ کر دیا ہے لیکن آپ اپنے پرائیویٹ کوپرائیوٹ بھجوادیں تاکہ وہ ای سٹی میں داخل ہونے سے پہلے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیں۔ مجھے ہر صورت میں کامیابی کی خبر چاہئے، سرچ ڈنے کہا۔

”لیں سر۔ ایسا ہی ہو گا۔ میں اس کے لئے ناپ پر ایجنس کرنل گروز اور کیپٹن کارڈ فوکان کی ٹیم سمیت بھجوادوں گا۔ وہ ہر صورت میں کامیاب ہونا جانتے ہیں۔ یہ ایسے ایجنس ہیں کہ عمران ان کا نام من کرہی پرائیوٹ جانے سے انکار کر دے گا۔“ کرنل جیکن نے کہا۔

”اوکے۔ آپ ابھی انہیں وہاں بھجوادیں اور انہیں ہر لحاظ سے الٹ رہنا ہو گا۔“ سرچ ڈنے کہا۔

”لیں سر۔ ایسا ہی ہو گا سر۔“ کرنل جیکن نے جواب دیا۔

”آپ کو مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دینی ہے۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ عمران ایسا ایجنت ہے کہ وہ نہ صرف ڈاکٹر احسان کو ہی واپس لے جائے گا بلکہ وہاں موجود ایکریمیا کے دو بڑی اور اہم ترین لیباڑیاں بھی تباہ کر دے گا اور وہاں موجود تمام سائنس وانوں کو بھی ہلاک کر دے گا۔“ سرچ ڈنے جذباتی لمحے میں کہا۔

”آپ بے فکر ہیں سر۔ ایسا نہیں ہو گا۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت مارا جائے گا۔“ کرنل جیکن نے جواب دیا تو سرچ ڈنے اوکے کہہ کر سیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر گھرے اطمینان کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔



سائید ٹریک

سائید ٹریک، مظہر کلیم کی عمران سیریز کا ایک ناول ہے یہ عمران کے ایک سائید مشن کی کہانی جس میں عمران اور اس کے ساتھی جوانا ایک یورپین ایجنت کے خلاف برسر پیکار ہیں۔ اس ناول میں مظہر کلیم نے عمران، جوانا اور نائیگر کے کئی بہت خوبصورت مارشل آرٹ فائیٹ کے سین پیش کئے ہیں۔ اس بار عمران میں مشن کی بجائے سائید مشن پر کیوں کام کر رہا ہے؟ اگر عمران میں مشن پر نہیں ہے تو میں مشن پر کون کام کر رہا ہے اور پاکیشیائیکریٹ سروس کہاں مصروف ہے؟ کیا عمران اور اس کے ساتھی اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے۔ ان سب سوالوں کے جواب جاننے کے لئے پڑھیے ناول ”سائید ٹریک“۔

سائید ٹریک کتاب گھر پرستیاب ہے۔ جسے ناول سیشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

عمران داش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیر و حسب عادت احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو“..... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنے لئے مخصوص کرنی پر بیٹھ گیا۔

”مجھے وہ عمر و عیار کی زنبیل دو۔ آج مجھے اس میں کوئی پیش حرہ نکالنا ہو گا تاکہ ایسی کا طسم کھولا جاسکے“..... عمران نے کہا تو بلیک زیر و بے اختیار چونک پڑا۔

”ایسی کا طسم۔ کیا مطلب“..... بلیک زیر نے حیرت بھرے لمحے میں کہا لیکن ساتھ ہی اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں موجود سرخ جلد والی خینم ڈائری نکالی۔ اس ڈائری میں چونکہ پوری دنیا میں موجود عمران کے دوستوں، ملنے والوں اور مجری کرنے والوں کے نام، ایڈریس اور فون نمبر زدرج تھے اس لئے عمران اس ڈائری کو عمر و عیار زنبیل کہا کرتا تھا۔

”یہی تو اصل طسم ہے۔ جدید دور کا طسم“..... عمران نے ڈائری لیتے ہوئے کہا اور پھر اسے کھول کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ بلیک زیر و پچھے کہتے رک گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے ایک صفحے کو کافی دیر تک دیکھا اور پھر ڈائری کو الٹا کر میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ دوسری طرف سے تھنٹی بجھنی کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ فریٹکی بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”فرام“..... عمران نے ایک لفظ الاپتے ہوئے کہا۔

”فرام ورلڈ گائیڈ سنٹر“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ پیشل ممبر زریل ون“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”لیں۔ آپ پیشل ممبر ہیں۔ کس سیکشن سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں“..... اس بار دوسری طرف سے موذ بانہ لمحے میں کہا گیا۔

”ایکٹریوکس سیکشن“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیں۔ ارل بول رہا ہوں۔ انچارج ایکٹریوکس سیکشن“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”علی عمران فرام پاکیشیا پیشل ممبر۔ کیا آپ کا پورا نام ارل شون ہے“..... عمران نے اس بار قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ہاں۔ ہاں۔ تو کیا آپ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہیں“..... دوسری طرف سے اس بار چکتے ہوئے

لمحے میں کہا گیا۔

”تو تمہارا کیا خیال تھا کہ میں نے ڈگریاں یونیورسٹی کو واپس کر دی ہوں گی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلکہ میرا خیال تھا کہ یونیورسٹی والوں نے تم سے ڈگریاں چھین لی ہوں گی۔ بڑے طویل عرصے بعد بات ہو رہی ہے پنس۔ کیسے

ہو۔۔۔ اس بار انہی کے تکلفانہ لجھے میں کہا گیا۔

”تم اچھے بھلے کراس ورلڈ میں تھے۔ یہ ورلڈ گائیڈ میں کیسے آگئے“..... عمران نے بھی بے تکلفانہ لجھے میں کہا۔

”تمہیں میری عادت کا تو علم ہے۔ بس ایک دن کراس ورلڈ کی بوڑھی چیز میں کی میں نے جوانی کے دور کی تعریف کر دی اور وہ اس قدر ناراض ہوئی کہ کیا ب میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور اس نے مجھے نکال باہر کیا“..... ارل سٹون نے جواب دیا تو عمران بے اختیار بنس پڑا۔

”شکر کرو اس نے تمہیں گولی نہیں مار دی۔ تمہیں ہزار مرتبہ سمجھایا ہے کہ بوڑھی عورت کو بوڑھی کہنا لیڈریز ورلڈ کا سب سے بھی ایک جرم ہے لیکن تم باز نہیں آتے۔ بہر حال اب یہ بتاؤ کہ تمہارا سیکشن کام کا ہے یا صرف بوڑھی کو بوڑھی اور جوان کو بھی بوڑھی کہنے پر منحصر ہے کیونکہ تمہاری آنکھوں پر بڑھاپے کی عینک لگی ہوئی ہے۔ پنج بھی تمہیں بوڑھی دکھائی دیتی ہے“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ارل سٹون بے اختیار ہلکھلا کر بنس پڑا۔

”بات تو تمہاری محیک ہے۔ میں تو بھی کو دیکھ کر فورا یہ سوچنا شروع کر دیتا ہوں کہ بڑھاپے میں یہ کیسی لگے گی۔ بہر حال بتاؤ کیوں تمہیں میرا سیکشن یاد آ گیا ہے“..... ارل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ ایکریمیا کی ریاست جارجین کے شہر پرانک میں کوئی ای سٹی بنایا گیا ہے یعنی الیکٹرونکس سٹی۔ اس بارے میں تفصیلی معلومات چاہیں“..... عمران نے کہا۔

”سوری۔ یہ نام ہمارے سیکشن کی لسٹ میں شامل نہیں ہے“..... ارل نے سپاٹ لجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ ارل کر رہا ہے۔ ارل سٹون“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ایک نمبر نوٹ کرو۔ جلدی“..... ارل نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

”ہاں بتاؤ“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے ارل نے نمبر بتانا شروع کر دیا۔

”نوٹ کر لیا ہے“..... عمران نے کہا۔

”اس نمبر پر کال کرو“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹوں آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”لیں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ارل کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آ کسن) بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”فرام“..... ارل نے کہا۔

”فرام پاکیشا“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو سو علی عمران۔ چونکہ میری، تمہاری دوستی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرا نام کی صورت سامنے نہیں آنے دو گے اس لئے جو میں ذاتی

طور پر جانتا ہوں وہ بتا دیتا ہوں۔ خاموشی سے سنتے جاؤ۔..... ارل نے اس بار انہی کی سمجھیدہ لمحے میں کہا۔

”شکریہ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”پرانک شہر کے مغربی علاقے میں ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کی تمام عمارتوں کا رنگ نیلا ہے اس لئے اسے عام طور پر بلیو ایریا کہا جاتا ہے۔ اونچی دیوار اس شہر کے گرد موجود ہے جس کا رنگ بھی نیلا ہے۔ ایک ہی داخلی راستہ ہے جہاں چیک پوسٹ ہے۔ اس بلیو ایریا کے اندر داخل ہوا جاسکتا ہے یا باہر آیا جاسکتا ہے لیکن اسے ایسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس شہر میں رہنے والے ہر آدمی، مرد، عورت، بوڑھے، بچے کے جسم میں ایک الیکٹرونکس چپ داخل کر دی جاتی ہے جسے کنٹرول روم سے باقاعدہ چیک کیا جاتا ہے لیکن یہ چینگ عام افراد کے لئے سورج طلوع ہونے سے سورج غروب ہونے تک ہے جبکہ آن ڈیوٹی افراد کی چینگ دوران ڈیوٹی کی جاتی ہے اور اگر کوئی چپ بردار آدمی بغیر اجازت باہر چلا جائے تو وہ ایسی کی حدود سے نکلتے ہی بے ہوش ہو جاتا ہے اور جب تک اسے واپس اندر نہ لایا جائے وہ بے ہوش رہے گا اور اگر چوبیس گھنٹے تک مسلسل بے ہوش رہے تو خود بخود ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس طرح کوئی آدمی جس کے جسم کے اندر چپ نہ ہو تو وہ اندر داخل ہوتے ہی وہاں کی فضائیں موجود ریز کی وجہ سے بے ہوش ہو جائے گا اور اگر چوبیس گھنٹے بے ہوش رہے تو خود بخود ہلاک ہو جائے گا۔ وہاں سب کچھ کنٹرول کی طرز پر ہوتا ہے۔ غیر متعلقہ آدمی کسی صورت اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔..... ارل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہاں کا انچارج کون ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”سوری۔ اس بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے۔ جو میں جانتا تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ باقی گذلک فاریو۔۔۔ ارل نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ یہ کیا سلسلہ ہے۔۔۔ بلیک زیر و نے پوچھا تو عمران نے مختصر طور پر اسے میتھو سے ملنے والی معلومات بتا دیں۔ ارل سے ہونے والی بات چیت بلیک زیر و بھی ساتھ ساتھ سن رہا تھا کیونکہ داش مزل کے آپریشن روم فون میں لا اؤڈر کا بنیستقل طور پر یہ مدد رہتا تھا۔

”تو ایکریمیز نے باقاعدہ الیکٹرونکس شہر بناؤ الاء ہے۔۔۔ بلیک زیر و نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ظاہر ہے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے تحفظ کے لئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی تھا۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اس کے ساتھ ساتھ مجھے یقین ہے عمران صاحب کہ وہ لوگ صرف ایسی کے سامنے اقدامات پر ہی انحصار نہیں کریں گے بلکہ وہاں لازماً انہوں نے اپنے ایجنسٹ بھی پہنچا دیے ہوں گے۔۔۔ بلیک زیر و نے کہا۔

”لیکن انہیں کیسے معلوم ہو گا کہ تمہیں ایسی کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ جیسے آپ کو معلومات مل جاتی ہیں اسی طرح وہ بھی بے حد باوسائل اور چوکنار ہتے ہیں۔ انہیں بھی آپ کے خلاف معلومات مل سکتی ہیں۔۔۔ بلیک زیر و نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ اس کے باوجود ہمیں کام تو کرنا ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”آپ مجھے اجازت دیں عمران صاحب۔ یہ کام زیادہ افراد کا ویسے بھی نہیں ہے۔ ایک آدمی کافی رہے گا۔“..... بلیک زیر و نے کہا۔
”نہیں۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہاں سائنس و امن اور خصوصاً الیکٹرونکس کے ماہر کی ضرورت ہے۔ صرف جوش و جذبے سے اسی سٹی کو فتح نہیں کیا جاسکتا۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑی ہوئی سرخ جلد والی ڈائری اٹھائی اور ایک بار پھر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد وہ ایک صفحے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ڈائری کو واپس میز پر رکھا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔

”روشنر کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوائی آوازنائی دی۔

”روشنر سے بات کراؤ۔ میں پاکیشی سے پرنس آف ڈھپ بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔
”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ روشنر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک مردانہ آوازنائی دی۔
”پرنس آف ڈھپ فرام پاکیشیا“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ اوہ اچھا۔ نمبر نوٹ کریں“..... دوسری طرف سے قدرے بوکھلائے ہوئے لجھے میں کہا گیا اور پھر ایک نمبر بتا دیا۔
”وس منٹ بعد اس نمبر پر کال کریں“..... روشنر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔
”یہ کون ہے“..... بلیک زیر و نے کہا۔

”ریڈ ایجنٹی کا سابق ایجنٹ۔ آج کل کلب چلا رہا ہے اور اس کے کلب میں ایکریمیا اور یورپ کے تقریباً تمام موجودہ اور سابقہ ایجنٹ آتے رہتے ہیں اور روشنر بے حد باخبر رہتا ہے لیکن کام صرف چند مخصوص افراد کے لئے کرتا ہے۔“..... عمران نے کہا تو بلیک زیر و نے اثبات میں سرہلا دیا۔ وہ منٹ بعد عمران نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور روشنر کے بتائے ہوئے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں“..... ایک مردانہ آوازنائی دی اور عمران پہچان گیا کہ بولنے والا روشنر ہے۔
”پرنس آف ڈھپ بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”لیں پرنس۔ اب آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔
”ایکریمیا کی ریاست جارجین کے شہر پر انک میں بلیو ایریا کی حفاظت کے لئے کوئی نئے اقدامات کئے گئے ہیں“..... عمران نے کہا۔
”کس قسم کے اقدامات“..... روشنر نے پوچھا۔

”وہاں ایجنٹ بھیجے گئے ہوں یا وہاں مخبری کا نیٹ ورک پھیلایا گیا ہو“..... عمران نے کہا۔
”آپ نے وہاں کوئی مشن مکمل کرنا ہے“..... روشنر نے کہا۔

”ہاں۔ ورنہ مجھے پاگل کتے نے نہیں کا تاکہ میں وہاں جاؤں“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
”پانچ لاکھ ڈالر زصرف آپ کے لئے“..... روشنر نے جواب دیا۔

”اوے۔ اکاؤنٹ نمبر اور بینک کے بارے میں تفصیل بتاو“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے روشن نے تفصیل بتا دی جو سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیر دنے کا اندر پرنوٹ کر لی۔

”پہنچ جائے گی رقم۔ بولو“..... عمران نے کہا۔

”اوے کے پنس۔ سیکرٹری و فائی سر رچڈ کو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے اس کے آفس پر فنڈنگ میتھو کے ذریعے بلیک ایسٹی کے بارے میں معلومات خرید لی ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ پاکیشی اسٹینس دان کو وہ ہیں رکھا گیا ہے۔ سر رچڈ نے بلیک ایجنسی کے چیف کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے پرائیویٹ پرانک بھجوادے تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی جیسے ہی پرانک پہنچیں آپ کو ایسٹی سے باہر ہی ہلاک کیا جاسکے“..... روشن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون کون وہاں گئے ہیں“..... عمران نے پوچھا۔

”تفصیل تو معلوم نہیں البتہ بلیک ایجنسی کا پرائیویٹ سیکشن وہاں بھجوایا گیا ہے جس کا سربراہ کرٹل سمتح ہے۔ تم جانتے تو ہو گے کرتل سمتح کو۔ اسے ناقابل شکست سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ وہ وہاں تمہاری تاک میں موجود ہو گا اور یہ بھی بتا دوں کہ پرانک اتنا بڑا شہر نہیں ہے کہ تم وہاں چھپ سکو۔ کرتل سمتح کا سیکشن ہر آدمی کو چیک کر رہا ہو گا“..... روشن نے کہا۔

”میں جانتا ہوں اسے۔ بہر حال پرانک کے لئے تمہارے پاس کوئی ٹپ ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن اس ٹپ کے لئے تمہیں ایک لاکھ لاکھ اڑاکہ اور دینے ہوں گے اور ٹپ جو طلب کرے وہ علیحدہ ہو گا“..... روشن نے جواب دیا۔

”کرتل سمتح کے مقابل کام کی ٹپ ہوئی چاہئے“..... عمران نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تمہیں کیسی ٹپ چاہئے۔ ایسی ہی ملے گی لیکن یہ پہلے بتا دوں کہ یہ ٹپ تمہاری مجری تو کر سکتی ہے، رہائش گاہ، گاڑیاں اور اسلحہ تو فراہم کر سکتی ہے لیکن ایکشن نہیں۔ وہ تمہیں خود کرتا ہو گا“..... روشن نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ لیکن ٹپ مجھے ایسی چاہئے جو ہمیں آگے فروخت نہ کر دے“..... عمران نے کہا۔

”میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں کیسی ٹپ چاہئے“..... روشن نے جواب دیا۔

”اوے۔ چھ لاکھ لاکھ اڑاکہ پہنچ جائیں گے۔ بولو“..... عمران نے کہا۔

”پرانک میں ایک معروف کلب ہے جس کا نام ریڈ زون ہے۔ اس کا مالک اور جزل نیجر ریڈ ایجنسی کا سابقہ فیلڈ ایجنس تھا من ہے۔ انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی ہے۔ اس نے پورے پرانک میں اپنا مجری کائنیٹ ورک پھیلا یا ہوا ہے“..... روشن نے کہا۔

”ایسا نہ ہو کہ بلیک ایجنسی کا کرتل سمتح پہلے ہی اس سے رابطہ کر چکا ہو“..... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ وہ سرکاری لوگوں کے ساتھ کام نہیں کرتا۔ بے فکر ہو“..... روشن نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اس سے رابطہ کیسے ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”تم مجھے اس نمبر پر ایک گھنٹے بعد دوبارہ فون کرو۔ میں اس سے فون پر بات کر لیتا ہوں۔ پھر تمہاری بات ہو جائے گی“..... روشن نے کہا۔

”ٹھیک ہے“..... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ چند لمحے وہ خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”جو لیا بول رہی ہوں“..... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو“..... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لمحے میں کہا۔

”لیں چیف۔ حکم“..... جولیا کا لہجہ یکخت مودبانہ ہو گیا۔

”پاکیشیا کے ایک اہم سائنس دان ڈاکٹر احسان کو جو ایک انتہائی اہم میزائل فارمو لے پر کام کر رہے تھے باچان میں ہونے والی ایک سائنس کا نفرنس سے انغو اکر لیا گیا ہے۔ ان کی برآمدگی کا مشن فوری طور پر مکمل کرنا ہے۔ عمران کی سربراہی میں ٹیم آج رات کو روانہ ہو گی۔ تم صالح، صدر، کیپشن ٹکلیل اور تنور کو الرت کر دو اور خود بھی تیار ہو جاؤ“..... عمران نے مخصوص لمحے میں کہا۔

”کہاں جانا ہے چیف“..... جولیا نے پوچھا۔

”ایکریمیا کی ریاست جارجین میں“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”کیا آپ برادر است جارجین جائیں گے“..... بلیک زیر دنے پوچھا۔

”نہیں۔ یہاں سے کافرستان اور پھر کافرستان سے ناراک اور ناراک سے جارجین“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمام انتظامات کر دیتا ہوں“..... بلیک زیر دنے کہا تو عمران نے اثبات میں سرہلا یا اور پھر ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد عمران نے رسیور اٹھایا اور روشنر کے مخصوص نمبر پر لیں کر دیئے۔

”لیں“..... دوسری طرف سے روشنر کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ تھامن سے میری بات ہو گئی ہے۔ وہ آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کرنل سمتح اپنے پورے سیکشن سمیت وہاں آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے خاتمے کے لئے پہنچ چکا ہے۔ بہر حال وہ آپ کی مدد کرنے پر تیار ہے۔ اس نے رعایتی طور پر کام کرنے کے لئے وہ لاکھ ڈالر ز طلب کئے ہیں جس میں رہائش، گاڑیاں اور اسلحہ وغیرہ کی فراہمی اور معلومات جو آپ کو چاہئیں۔ لیکن وہ سامنے نہیں آئے گا اور یہ رقم بھی آپ کو وہاں پہنچنے سے پہلے ادا کرنا ہو گی“..... روشنر نے جواب دیا۔

”اعتماد کیا جاسکتا ہے اس پر۔ یہ بتاؤ“..... عمران نے کہا۔

”سو فیصد۔ آپ اس معاملے میں قطعی بے فکر ہیں“..... روشنر نے جواب دیا۔

”اوے۔ اس کا نمبر دو مجھے تاکر میں اس سے بات کر کے رقم اسے بھجوادوں“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے تھیک یو کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے پہلے ایکریمیا کا رابطہ نمبر اور پھر ٹکشن کا رابطہ نمبر پر لیں کر کے انکو اڑی کا مخصوص نمبر پر لیں کر دیا۔ ”انکو اڑی پلیز“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجہ ایکریمیں تھا۔

”ریاست جا ریجن کا رابط نمبر اور پرائک کا رابط نمبر دیں“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیے گئے تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے تھامسن کا نمبر بھی پر لیں کر دیا۔

”ریڈزون کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوائی آوازنائی دی۔

”تھامسن سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”پاکیشیا۔ یہ کہاں ہے“..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لجھے میں کہا گیا۔

”براعظم ایشیا کا ملک ہے“..... عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے حیرت بھرے لجھے میں کہا گیا۔

”ہیلو۔ تھامسن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آوازنائی دی۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ذی ایس سی (آ کسن) بول رہا ہوں پاکیشیا سے“..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ آپ۔ روشن سے میری بات ہو چکی ہے۔ آپ بے فکر ہو کر آئیں۔ ہم آپ کی بھر پور مدد کریں گے لیکن روشن کو میں نے بتا دیا ہے

کہ ہم صرف امدادی مدد کر سکتیں گے“..... تھامسن نے کہا۔

”مجھے بتا دیا گیا ہے۔ ہمیں صرف اعتماد کی ضرورت ہے“..... عمران نے کہا۔

”آپ بے فکر ہیں۔ معاوضہ بھی آپ کو بتا دیا گیا ہو گا“..... تھامسن نے کہا۔

”ہاں۔ دس لاکھ ڈالر ز۔ آپ اپنے اکاؤنٹ نمبر اور چینک کے بارے میں بتا دیں تاکہ معاوضہ پہلے ہی آپ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیا جائے“..... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے تفصیل بتا دی گئی جو بلیک زیر و نوٹ کر لی۔

”اوکے۔ ہمیں رہائش گاہ کا پتہ بتا دیں۔ اس میں کاریں، ضروری اسلج اور جدید ترین میک اپ کا سامان موجود ہونا چاہئے“..... عمران

نے کہا۔

”کراس ٹاؤن کی کوئی نمبر اٹھا رہا ہے۔ وہاں آپ کی مطلوبہ ہر چیز موجود ہو گی۔ وہاں میرا خاص آدمی سیمول موجود ہو گا۔ انتہائی باعتماد

آدمی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے رکھ لیں۔ چاہیں تو واپس بھجوادیں۔ آپ نے اسے اپنا نام پرنس بتانا ہے اور بس“..... تھامسن نے کہا۔

”اوکے۔ تھینک یو“..... عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”یہ رقومات ابھی بھجواد و تاکہ وہاں کوئی پریشانی نہ ہو“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے“..... بلیک زیر و نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اللہ حافظ“..... عمران نے کہا اور واپس مزکر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”فی امان اللہ“..... بلیک زیر و نے کہا تو عمران مسکراتا ہوا آپریشن روم سے باہر آ گیا۔



اداره کتاب گذر

پرانک کے شہری علاقہ میں ایک خاصی بڑی عمارت میں بلیک اینجنئری کے کریل سمعتھ نے اپنا آفس اور ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔ اس کا ایکشن سیکشن میں افراد پر مشتمل تھا جس میں سے چار افراد اس کے ساتھ ہیڈ کوارٹر میں اور باقی سولہ افراد پورے پرانک میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی نظریں ایک ایک آدمی کو اس طرح چیک کر رہی تھیں جیسے ان کی آنکھوں میں ایکسرے لیز فٹ ہوں۔ انہیں معلوم تھا کہ پاکیشیا سکرٹ سروس کے لوگ بے حد تجربہ کار، مجھے ہوئے اور انہائی تربیت یافتہ ہیں اس لئے وہ کسی بھی میک اپ میں یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ان کے پاس میک اپ چیک کرنے والے مخصوص اور جدید ترین کیمرے بھی موجود تھے اور جس پر انہیں زیادہ شک ہوتا اس کی تصویر کیمرے سے شوٹ کر لی جاتی اور کیمرہ انہیں بتا دیتا کہ وہ شخص میک اپ میں ہے یا اپنے اصل چہرے میں۔

”یہ کیا تم چھپ کر کمرے میں بینھے گئے ہو۔ باہر چلو۔ گھومیں پھریں“..... کرٹل نے کاندھے سے لٹکا ہوا بیگ اتار کر میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر کرسی پر بینھ گئی۔

”سیشن کے لوگ گھوم پھر رہے ہیں۔ ہمیں یہاں بینھنا ہے۔ کسی بھی وقت کوئی مسئلہ سامنے آ سکتا ہے“..... کرٹل سمجھنے مکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے پلائنگ کیا بنائی ہے۔ وہ لوگ عام لوگ تو نہیں ہیں کہ بس منہ اٹھاتے یہاں آ جائیں گے،“.....کرٹل نے کہا۔
 ”کسی بھی طرح آئیں۔ ایک باران کی نشاندہی ہو جائے پھر ان کی ہلاکت میں در نہیں لگے گی،“.....کرٹل سمعتھ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی میز پر رکھے ہوئے فون کی سختی بچ اٹھی تو کرٹل سمعتھ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔
 ”یہی،“.....کرٹل سمعتھ نے کہا۔

کرٹل سمعتھے کے سیکشن سے تھا۔ وہ ونگن سے سیکشن کا انتخاب ج تھا۔
”ہیلو چیف۔ میں ماگر بول رہا ہوں۔ ونگن سے“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ موڈ بانہ تھا کیونکہ ماگر کا تعلق بھی
”کراو بات“..... کرٹل سمعتھے نے کہا اور ساتھ ہی اس نے لاڈر کا بٹن پر لیس کر دیا۔
”ماگر کی کال ہے جناب“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کوئی خاص بات“..... کرٹل سمحنے کہا۔

”ابھی ابھی پاکیشیا سے اطلاع ملی ہے کہ عمران اپنے علاوہ تین مردوں اور دو عورتوں کے ساتھ پاکیشیا سے کافرستان چلا گیا ہے“..... مگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کافرستان کیوں“..... کرٹل سمحنے چونک کر کہا۔

”یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ وہاں کیوں گیا ہے۔ میں نے کافرستان میں ایک گروپ کے ذمے یہ کام لگا دیا ہے کہ وہ کافرستان میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو مار کر تارہے اور اطلاعات دیتا رہے۔ ویسے میرا خیال ہے چیف کہ عمران صرف ڈاچ دینے کے لئے کافرستان گیا ہے۔ وہ وہاں سے لوگوں پہنچ گا“..... مگر نے کہا۔

”یہ کیسا ڈاچ ہے۔ اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا۔ وہ جس راستے سے بھی لوگوں پہنچے گا اسے مار کر لیا جائے گا“..... کرٹل سمحنے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ وہ میک اپ کا ماہر ہے۔ اس نے وہ کافرستان میں میک اپ کر کے اور نئے کاغذات کے ساتھ ایکریمیا میں داخل ہو گا تاکہ اسے شناخت نہ کیا جاسکے“..... مگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے میک اپ کیمرے ایئرپورٹ پر فحکس کرائے ہیں یا نہیں“..... کرٹل سمحنے پوچھا۔

”لگائے ہوئے ہیں چیف“..... مگر نے جواب دیا۔

”تو پھر کیسے نج سکے گا وہ۔ یہ ایشیائی اپنے آپ کو بے عقل نہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ انتہائی بے وقوف ہوتے ہیں۔ بہر حال تم نے ریڈ الٹ رہنا ہے“..... کرٹل سمحنے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”ماگر درست کہہ رہا ہے۔ عمران ڈاچ دینے کے لئے کافرستان گیا ہے۔ وہ ایسے ڈاچ دینے کا عادی ہے“..... کرٹل نے کہا۔

”دیوار ہے۔ پانی تو پل کے نیچے ہی گزرے گا۔ آخر کار اسے یہاں پر انک تو آنا ہی پڑے گا“..... کرٹل سمحنے بڑے بے نیازانہ لجھ میں کہا۔

”ای سٹی کی چیک پوسٹ پر اپنا کوئی آدمی بھجوایا ہے یا نہیں“..... کرٹل نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

”اس کی کیا ضرورت ہے۔ وہ یہاں ہمارے ہاتھوں سے بچے گا تو وہاں جائے گا اور ویسے بھی وہ ای سٹی میں کسی صورت داخل ہی نہیں ہو سکتا“..... کرٹل سمحنے جواب دیا۔

”کیا بات ہے۔ تم بے حد لا پرواہی سے کام لے رہے ہو“..... کرٹل نے اس بارقدر غصیدے لجھ میں کہا۔

”تم انہیں ایزی لے رہے ہو سمجھو۔ وہ انتہائی خطرناک ایجٹ ہیں“..... کرشنل نے کہا۔

”اتنے بھی خطرناک نہیں ہیں جتنا تم لوگوں نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ اسی سڑی میں وہ کسی صورت داخل نہیں ہو سکتے۔ پرانک میں داخل ہوتے ہی خصوصی کیمروں سے ان کے میک اپ چیک ہو جائیں گے اور وہ مارے جائیں گے۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو کرٹل سمعتھ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”یہ“.....کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”کرنل گیری کی کال ہے جناب“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل سمیتھے بے اختیار چونک پڑا۔

”کراویات“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور ساتھ ہی لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا تاکہ کرٹل بھی کال سن سکے۔

”کرتل گیری بول رہا ہوں“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کریم سمعتھے بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات“..... کریم سمعتھے نے کہا۔

”ماکیشائی ایجنٹوں کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی سے نہیں،“..... کرنل گیری نے کہا۔

متح نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے کرٹل سمعتھ۔ لیکن میں جا ہتا ہوں کہ جب یہ لوگ ایکریسا میں داخل ہو جائیں تو میں ای سُٹی کو اس وقت تک

جس تک ہے لوگ بلاک نہیں ہو جاتے، کر قل کیری نے کہا۔

”کیوں۔ کوئی خاص وجہ“..... کرنل سمتحنے نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”ای شی کے ہر فرد کے جسم میں کھال کے نیچے چپ لگائی گئی ہے۔ گویہ چپ علیحدہ علیحدہ فرد کے لئے تیار کی گئی ہے لیکن چند جzel خصوصیات ایسی ہیں جس کا فائدہ ہر فرد کو پہنچ سکتا ہے۔ اگر پاکیشیائی ایجنسیوں نے ای شی سے باہر جانے والے چند افراد کو پکڑ کر ان کے جسموں سے چپ نکال کر اپنے جسم میں لگالی تو وہ آسانی سے ای شی میں داخل ہو جائیں گے اور جب تک چیک ہوں گے تب تک وہ ای شی کو نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اس لئے میرا خیال ہے کہ جب وہ یہاں بلکہ ایکریمیا میں موجود ہوں تو ای شی کو مکمل طور پر بلاک کر دیا جائے۔ باہر موجود افراد کو ایہ جنسی کال کے واپس بلا لیا جائے اور اندر سے کسی کو باہر نہ بھجوایا جائے“..... کرتل گیری نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو کرتل کے چہرے پر تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ بہر حال ابھی ابھی مجھے لئنمن سپ سیکشن کے انحصارج نے اطلاع دی دے کہ باکیشاٹی ایجنسٹ جن کے

”کافرستان کیوں گئے ہیں وہ“..... کرنل گیری نے چونک کر پوچھا۔

”ڈاچ دینے کے لئے“..... کرنل سمعتھ نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر میں ایم جسپی کا لنگ کرا دیتا ہوں اور ایسٹی کو بلاک کر دیتا ہوں تاکہ جب بھی وہ پرانک پہنچیں ایسٹی بلاک ہونے کی وجہ سے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ گذبائی“..... کرنل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرنل سمعتھ نے رسیور رکھ دیا۔

”بات تو پتے کی ہے کرنل گیری کی۔ ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے“..... کرنل سمعتھ نے کہا۔

”یہی بات تمہیں سوچنا چاہئے تھی سمعتھ۔ تم سیکشن چیف ہو“..... کرشنل نے کہا۔

”مجھے چپ کے بارے میں وہ تفصیل معلوم نہ تھی جو کرنل گیری کو معلوم ہے“..... کرنل سمعتھ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ویسے ایک بات بتاؤ۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ لوگ منہ اٹھائے سیدھے یہاں پہنچ جائیں گے یا کوئی بندوبست کر کے آئیں گے“..... کرشنل نے کہا۔

”کھل کر بات کرو کرشنل۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو“..... کرنل سمعتھ نے کہا۔

”یہاں انہوں نے کسی نہ کسی گروپ سے رابطہ کرنا ہے۔ یہاں انہیں رہائش گاہ، اسلحہ اور کاروں کی ضرورت ہو گی۔ ایسا گروپ کون ہو سکتا ہے۔ اس بارے میں معلوم ہونا چاہئے اور پھر اس کی بھی نگرانی ہونی چاہئے“..... کرشنل نے کہا اور کرنل سمعتھ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ گذشتہ کرشنل۔ تم نے واقعی اہم پاؤٹ سوچا ہے“..... کرنل سمعتھ نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے فون پیس کے نچلے حصے میں موجود بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی وی۔

”گورڈن کو میرے آفس بھجواؤ“..... کرنل سمعتھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”گورڈن یہاں کا رہائشی ہے۔ اسے ایسے گروپ کے بارے میں علم ہو گا“..... کرنل سمعتھ نے کہا تو کرشنل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد آفس کے دروازے پر دستک ہوئی اور پھر دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کا سر گنجائھا۔ جسم مضبوط اور قدماً باتھا۔

اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کی زندگی انڈر ورلڈ میں ہی گزری ہے۔ اس نے کرنل سمعتھ اور کرشنل کو سلام کیا۔

”بیٹھو“..... کرنل سمعتھ نے کہا تو آنے والا جس کا نام گورڈن تھا، ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم یہاں کے رہائشی ہو اور تم یہاں کی انڈر ورلڈ سے بھی اچھی طرح واقف ہو۔ پاکیشی ایجنت یہاں آنے سے پہلے رہائش گاہ، اسلحہ اور کاروں کے لئے لازماً کسی مقامی گروپ سے رابطہ کریں گے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ایسا کون سا گروپ ہو سکتا ہے یہاں“..... کرنل سمعتھ نے کہا۔

”یہاں پرانک میں چارائیے گروپس ہیں جو ایسے کاموں میں مدد دے سکتے ہیں۔ ہمیں ان چاروں کی نگرانی کرنا ہو گی“..... گورڈن نے کہا۔

”کیا یہ چاروں مخلوک ہیں“..... کرنل سمعتھ نے پوچھا۔

”لیں سر۔ کسی ایک یادو کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا“..... گورڈن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چاروں کی گمراہی تو مشکل کام ہے۔ جس پر سب سے زیادہ شبہ ہواں کی بات کرو“..... کرشنل سمجھنے کہا۔

”تم ہمیں ان چاروں گروپس کے بارے میں ترجیحات بتاؤ۔ مطلب ہے کہ ان چاروں گروپس میں سب سے زیادہ تمہارے نزدیک مشکلوں گروپ کون سا ہے اور دوسرے نمبر پر کون سا ہے۔ اسی طرح تیرسے اور چوتھے کے بارے میں بتاؤ تاکہ ہم اس لحاظ سے اس کی گمراہی کا انتظام کر سکیں“..... کرشنل نے وضاحت سے گورڈن کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”لیں میڈم۔ سب سے زیادہ مشکلوں گروپ جوزفین گروپ ہے۔ جوزفین کلب کی مالکہ جوزفین کا گروپ۔ دوسرے نمبر پر ریڈ روڈ کلب کا کارس گروپ۔ تیرسے نمبر پر ریڈ زون کلب کا تھامسن اور چوتھے نمبر پر بلیک فلاٹی کلب کا رچڑ“..... گورڈن نے درجات بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا یہ سب غیرملکیوں کی عملی مدد کر سکتے ہیں“..... کرشنل سمجھنے کہا۔

”جی۔ تین تو عملی مدد بھی کر سکتے ہیں لیکن ریڈ زون کلب کا تھامسن غیرملکیوں کی عملی مدد نہیں کرتا۔ وہ صرف انہیں مطلوبہ سہولیات مہیا کر سکتا ہے اس لئے میں نے اسے تیرسے نمبر پر رکھا ہے“..... گورڈن نے کہا تو کرشنل نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور فون پیس کے نچلے حصے میں موجود بن پر لیں کر دیا۔

”لیں“..... دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

”کرشنل بول رہی ہوں۔ کالونج سے میری بات کراو“..... کرشنل نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ کالونج بول رہا ہوں“..... تھوڑی دیر بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کرشنل بول رہی ہوں کالونج“..... کرشنل نے کہا۔

”لیں میڈم۔ حکم“..... دوسری طرف سے مودبانہ لمحے میں کہا گیا۔

”چار گروپس کے بینک اکاؤنٹس فوری طور پر چیک کراو۔ ان میں سے کسی بھی گروپ کے اکاؤنٹ میں ان دونوں بھاری رقم جمع کرائی گئی ہو تو بتاؤ۔ کیا تم یہ کام کر لو گے“..... کرشنل نے کہا۔

”لیں میڈم۔ کیونکہ سنشل بینک میں میرے آدمی موجود ہیں۔ فون پر بھی معلومات مل جائیں گی“..... کالونج نے جواب دیا۔

”اوے۔ نوٹ کرو“..... کرشنل نے کہا اور پھر اس نے گورڈن کے بتائے ہوئے چاروں گروپس کے بارے میں تفصیل بتادی۔

”میں ابھی کال بک کرتا ہوں میڈم“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرشنل نے رسیور رکھ دیا۔

”گذشہ کرشنل۔ تم واقعی بے حد ہیں ہو۔ یہ آئندیا تو میرے ذہن میں نہ آیا تھا“..... کرشنل سمجھنے کہا۔

”تم جا سکتے ہو گورڈن“..... کرشنل نے کہا تو گورڈن نے انٹھ کر سلام کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی

اداره کتاب گذر

گھنٹی بچ اٹھی تو کرٹل نے رسپور اٹھالیا۔

”لیں“..... کر شل نے کہا۔

”کالونج کی کال ہے میڈم“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کراوبات“..... کرٹل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے لاڈر کا بٹن پر لیں کر دیا۔

”کالونج بول رہا ہوں میڈم“..... دوسری طرف سے کالونج کی مواد پانہ آوازنائی دی۔

”میڈم۔سنٹرل بینک سے اطلاع ملی کہ دو روز قبل ریڈزون کلب کے تھامن نے دس لاکھ ڈالرز کا چیک ناراک سے وصول کیا ہے اور یہ گز شدہ ایک سال میں اکٹھی سب سے بڑی رقم ہے باقی گروپس کے اکاؤنٹس نارمل ہیں“..... کالوج نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”گلڈ-چینک لو“..... کرشن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اب یہ بات طے ہو گئی کہ سب سے زیادہ مشکوک گروپ تھامسن کا ہے۔ اب اس کی مگرائی کراو“..... کر شل نے کہا۔

”ہاں۔ اب ہمارے آدمی اس کی ٹکرائی کر سے گے۔“..... کرنل سمیتھ نے کہا۔

”ایسا کرو کہ ان کی فون کا لڑچیک کراؤ کیونکہ گورڈن نے بتایا تھا کہ یہ گروپ صرف انتظامی معاملات میں مدد کرتا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ساری امداد یہ لوگ فون پر کریں“..... کرشنل نے کہا۔

”تم بے فکر ہو۔ انتہائی جدید ترین مشینزی سے ان کی نگرانی ہو گی۔ نہ صرف فون بلکہ ٹرانسیمیٹر کا لزکی بھی“..... کرٹل سمعتھ نے جواب دیا تو کرٹل نے اس بارا ٹھمنٹان بھرے انداز میں اشات میکر ہم بلاؤ بنا۔



من وسلوی

دور حاضر کی مقبول ترین مصنفہ **عمریہ احمد** کا بہت خوبصورت اور طویل ناول من وسلوی جس کا بنیادی موضوع رزق حلال ہے۔ من وسلوی جو بنی اسرائیل کے لیے آسمان سے اتنا را گیا اور رزق حلال جو امت محمدیؐ کے لیے عطا کیا گیا، لیکن شہ بنی اسرائیل من وسلوی سے مطمئن تھی اور نہ ہم رزق حلال پر قافع انہیں انواع و اقسام کے زمینی کھانوں کی طلب تھی اور ہمیں کم وقت میں

عمران اپنے ساتھیوں سمیت کافرستان سے آج ہی لوگشن پہنچا تھا۔ وہ پاکیشیا سے کافرستان گئے تھے اور پھر وہاں سے ایک بیمین میک اپ میں اور نئے کاغذات کے ساتھ یہاں لوگشن پہنچے تھے۔ کاغذات کی رو سے وہ سب ایک ٹریڈنگ ادارے سے مسلک تھے اور اس سلسلے میں مارکیٹ سروے کر رہے تھے۔ لوگشن کے ایک عام سے ہوٹل کے ایک کمرے میں وہ سب اکٹھے موجود تھے۔

”عمران صاحب۔ ہماری منزل تو جارجین ریاست ہے جو یہاں سے بہت دور ہے۔ پھر یہاں ہمارے رکنے کا کیا جواز ہے؟“..... صدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جارجین ریاست میں شہر پر انک ہماری منزل ہے لیکن وہاں سے جو اطلاعات تمہارے چیف کو ملی ہیں ان کے مطابق بلیک ایجنٹی کا ایک سیکشن پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہے اور وہاں آنے والے ہر آدمی کی باقاعدہ چینگ اور نگرانی کر رہے ہیں اس لئے اگر ہم براہ راست وہاں پہنچ گئے تو شاید ایک قدم بھی نہ اٹھا سکیں کیونکہ بلیک ایجنٹی والے پوچھ گئے کے چمک میں نہیں پڑتے۔ وہ پوچھ گئے سے زیادہ ٹریگرڈ بانے کو ترجیح دیتے ہیں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”اور پر انک پہنچے بغیر مشن مکمل نہیں ہو سکتا۔“..... صدر نے جواب دیا۔

”ہاں۔ یہ بات تو ہے۔“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تو پھر تم نے کیا پلانگ کی ہے۔“..... جولیا نے کہا۔

”وہ قسم کی پلانگز ہوئی ہیں۔ ایک کوشارت ٹرم پلانگ بھی کہا جاسکتا ہے اور دوسرا کو لانگ ٹرم پلانگ کہتے ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ہمیں کون کی پلانگ کرنی چاہئے۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اب آپ بہت ایزی ہو رہے ہیں یا تو آپ خود قبضی طور پر اپنی پلانگ سے مطمئن نہیں ہیں یا دوسری صورت میں آپ کو کسی اطلاع کا انتظار ہے۔“..... کیپشن شکیل نے کہا۔

”صالح آج خاموش ہے۔ کیوں۔“..... عمران نے صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں اب اس نتیجے پر پہنچ چکی ہوں کہ آپ سے کچھ پوچھنا اپنے آپ کو پریشان کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ آپ نے اصل بات بتانی نہیں اس لئے کیا فائدہ سر درد کرنے کا۔“..... صالح نے کہا۔

”اوہ تم کیا کہتے ہو تنویر۔“..... عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نارگٹ تمہارے سامنے ہے۔ بلیک ایجنٹی کو پہلے مار گرا میں گے اور پھر ایسی میں داخل ہو جائیں گے۔“..... تنویر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہی تو اصل مسئلہ ہے کہ اسی میں بغیر مخصوص چپ کے داخل نہیں ہوا جاسکتا اور بلیک ایجنٹی والے گلے میں کارڈ لٹکائے نہ پھر رہے ہوں گے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو یہ چپ ہمیں پہلے حاصل کرنا ہو گی لیکن کہاں سے۔“..... صدر نے کہا۔

”تم بتاؤ کہ یہ چپ کہاں سے حاصل کی جاسکتی ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”ظاہر ہے وہاں سے آنے والے کسی آدمی کو پکڑ کر اس کے جسم سے نکالی جاسکتی ہے اور کیسے حاصل کی جاسکتی ہے“..... صدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ رپورٹ ملی ہے کہ دو روز سے بلیو ایریا کو بلاک کر دیا گیا ہے۔ باہر موجود تمام متعلقہ افراد کو فوری طور پر واپس بلا لیا گیا ہے اس لئے اب جب تک ان کے نزدیک ہم بلاک نہیں کر دیئے جاتے تب تک بلیو ایریا سے کوئی باہر نہیں آئے گا اس لئے ہم چپ بھی اس انداز میں حاصل نہیں کر سکیں گے جبکہ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ ہم چھپس حاصل کر کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن اب ایسا نہیں ہے“.....

عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اب کیا کرنا ہے“..... جولیا نے کہا۔

”مشن مکمل کرنا ہے اور کیا کرنا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”یہی تو پوچھ رہی ہوں کہ کیسے“..... جولیا نے بحث ائے ہوئے الجھ میں کہا۔

”تو نور کی طرح اندر گھس جائیں گے اور پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا“..... عمران نے مکراتے ہوئے جواب دیا۔

”تو تم میرا مذاق اڑا رہے ہو جبکہ میں درست کہہ رہا ہوں۔ ایکشن سے تمام بندرووازے خود بخود مکمل جاتے ہیں“..... نور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ کیا ہم اس کے کنٹرول روم میں کسی آدمی کو کوئی نہیں کر سکتے“..... صدر نے کہا۔

”کیسے کریں گے۔ اندر جائیں گے تو یہ کام بھی ہو گا“..... عمران نے کہا۔

”آپ جس انداز میں جواب دے رہے ہیں اس سے تو لگتا ہے کہ ہم یہیں سے واپس ہو جائیں“..... صاحنے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم اسے نہیں جانتی صاحن۔ یہ سب کچھ پہلے سے سوچ بیٹھا ہو گا“..... جولیا نے کہا تو سب بے اختیار مکراویے۔

”عمران صاحب۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بتاؤں کہ آپ نے کیا سوچا ہے“..... کیپشن شکلیں نے کہا تو عمران سمیت سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

”ہاں بتاؤ تاکہ مجھے بھی پتہ چلے کہ میں نے کیا سوچ رکھا ہے“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار پس پڑے۔

”عمران صاحب۔ جاری ہیں ریاست دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک پہاڑی حصہ اور دوسرا گیٹانی اور نقشے کے مطابق پرانک صحراء کے حصے میں ہے اور صحراء میں سرگن نہیں بنائی جاسکتی کہ میں سوچتا کہ سرگن لگا کر بلیو ایریا میں داخل ہو جائیں گے۔ اس کی بجائے ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم بلیو ایریا کو عرصہ کر دیں۔“.....

گی۔ اس سوراخ سے ہم بلیو ایریا میں داخل ہو جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیپن ٹکلیل نے کہا۔

”تمہاری بات واقعی درست ہے لیکن مسئلہ صرف اندر داخل ہونے کا نہیں ہے۔ اندر تو ہم توریا یکشن کے ذریعے چیک پوسٹ کے راستے سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ ریز کا ہے۔ وہاں پورے بلیو ایریا میں ایسی ریز چوبیں گھنٹے چھائی رہتی ہیں جو بغیر چپ کے آدمی کو بے ہوش کر دیتی ہیں اس لئے جیسے ہی ہم اندر داخل ہو گے ہم بے ہوش ہو جائیں گے اور ان کے کنٹروال روم کو معلوم ہو جائے گا۔ اس کے بعد ظاہر ہے ہماری لاشیں بھی باہر نہیں آ سکیں گی۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ سائنس دان ہیں۔ کیا آپ ان ریز کا کوئی توڑنہیں کر سکتے؟“..... صالح نے کہا۔

”جب تک ریز کے بارے میں تفصیل معلوم نہ ہو سکے اس وقت تک ایسا ممکن نہیں ہے۔ بے شمار ایسی ریز ہیں جو یہ کام کرتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی چپ مل جائے تو اس کا سائنسی تجزیہ کر کے معلوم کیا جاسکتا ہے؟“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آخریہ مشن کیسے مکمل ہو گا؟“..... صالح نے کہا۔

”تم بھی تو سوچو۔ سارا کام میرے ذمے مت ڈالو؟“..... عمران نے کہا۔

”ہم تو جو سوچتے ہیں تم اسے مسترد کر دیتے ہو؟“..... جولیا نے کہا۔

”دلیل سے بات کرتا ہوں؟“..... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو سوائے عمران کے باقی سب نہ صرف چونک پڑے بلکہ معنی خیز نظرؤں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے جبکہ عمران نے ہاتھ پڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”لیں۔ ماں یکل بول رہا ہوں؟“..... عمران نے اپنا نیا نام بتاتے ہوئے کہا۔

”ناراک سے آپ کی کال ہے جتاب؟“..... دوسری طرف سے شاید ہوئی ایکس چینچ کی لڑکی کی آواز سنائی دی۔

”کرائیں بات؟“..... عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس نے لاڈر کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”مسٹر ماں یکل۔ میں کلارک بول رہا ہوں؟“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا پورٹ ہے؟“..... عمران نے فون سیٹ کے نچلے حصے میں موجود بٹن پر لیس کر کے کال کو براہ راست کرتے ہوئے کہا۔

”مسٹر ماں یکل۔ ناراک کے ایک بڑے ہبتال میں ایک مریض موجود ہے جسے ہیلی کا پڑ کے ذریعے یہاں تک براہ راست بھجوایا گیا ہے۔ انتہائی چیزیں ہارٹ سر جری کا کیس ہے۔ اس کا آپریشن ہو چکا ہے لیکن اسے مسلسل بے ہوش رکھا جا رہا ہے؟“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اس کے جسم سے چپ حاصل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟“..... عمران نے پوچھا۔

”اس کے لئے اس کی پوری بادی کا ایکسرے لینا پڑے گا اور ایک اور چھوٹا سا آپریشن کرنا پڑے گا۔ میں نے میدیکل پرنٹنڈنٹ سے بات کی ہے۔ وہ تیار تو ہے لیکن معاوضہ پانچ لاکھ ڈالر مانگتا ہے؟“..... دوسری طرف سے کلارک نے کہا۔

”دو۔ ہمیں ہر صورت میں وہ چپ چاہئے؟“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے ہی چپ تمہیں ملے تم فوراً چار ٹڑو طیارے سے لوگشن پہنچ جاؤ۔ ہوٹل کے بارے میں تو تمہیں معلوم ہے“..... عمران نے کہا۔

”مسٹر مائیکل۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ ناراک آ جائیں“..... کلارک نے کہا۔

”یہاں لوگشن میں ایک ایسی لیبارٹری ہے جہاں سے اس چپ کو چیک کرایا جاسکتا ہے اور پھر اس کے توڑ کے سلسلے میں بھی ضروری سامان بھی لوگشن سے ہی مل سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

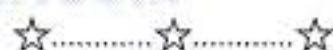
”ٹھیک ہے سر۔ آج رات یہ کام ہو جائے گا اور میں کل آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اس کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”تو آپ نے یہ بندوبست کیا تھا۔ حیرت ہے کہ کلارک نے ایسا مریض کیسے تلاش کر لیا“..... صدر نے کہا۔

”کلارک بے حد تجوہ کا رہا اور تیز آدمی ہے۔ تمہارے چیف کافارن ایجنسٹ ہے۔ مجھے پرانک کے ایک گروپ سے اطلاع می تھی کہ ایک ہفت قبل بلیو ایریا سے ایک ایمبوینس ہیلی کا پڑ پر مریض کو ناراک لے جایا گیا ہے جس پر میں نے کلارک کو کہا تھا کہ وہ ہر بڑے ہمتال چیک کرے کیونکہ ایمبوینس ہیلی کا پڑ سے کسی عام مریض کو اتنی دور نہیں لے جایا جا سکتا اور اب اس نے روپرٹ دی ہے“..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”اب ہمیں چپ کے یہاں پہنچنے اور پھر اس کی چینگ تک انتظار کرنا پڑے گا“..... صدر نے کہا۔

”صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے بشرطیکہ پکا ہوا ہو“..... عمران نے کہا اور سب بے اختیار مسکرا دیئے۔



ایم ایس کے قلم سے ایک جا سوی شہ پارہ
محمل ہنری کے قلم سے ایک پرہیبت اور دہشتگار ناول
ہر لمحہ ایک نیارنگ بدلتی تیز رفتار ایکشن کہانی
تیمت 150 روپے

محمل ہنری کے قلم سے ایک پرہیبت اور دہشتگار ناول
ایم ایس کے قلم سے ایک جا سوی شہ پارہ

محی الدین نواب کے قلم سے ایک مکمل ناول
سحر شہ کرنیڈہ
تیمت 150 روپے

روح کی پیاس
حالت کے نئے میں چورا کیک نوجوان کی ہنگامہ خیز سرگزشت
اس کے پاس دل دومن کو سختر کرنے والی پر اسرار قوت تھی

اس کا راستہ روکنے والا مرد فائدہ کون تھا؟
ابتداء سے انجاتاں اسرار میں ذوبی داشت
تیمت 120 روپے

محمل ہنری کے قلم سے ایک شاہکار حکی ناول
اللاد

ساحنے، بابری مسجد کے پس مختبر میں ایک مقدس خواب
جس کی تعبیر کے لیے ہمیں اپنے سینوں میں وہکی محترم

۶۳ کمحفہ، کراچی

کرشل نے کار ریڈزون کلب کے کپاؤند گیٹ کے اندر موڑی اور پھر اسے ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں لے گئی۔ پارکنگ بواسے کارڈ لے کر اس نے کار کولاک کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ کلب کے مالک تھامسن کا رابطہ پا کیشیائی اینجنیوس سے ہے لیکن فون پر ہونے والی بات چیت سنی نہیں جاسکی لیکن اتفاقیہ ایک کال میں بلیوایریا کا لفظ استعمال کیا گیا تھا۔ تھامسن کے بارے میں جب اس نے اپنے طور پر تحقیق کی تو اسے معلوم ہو گیا کہ تھامسن پہلے ریڈ اینجنسی میں کام کرتا رہا ہے اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پرانک میں کلب کھول لیا ہے کیونکہ پرانک اس کا آبائی علاقہ تھا اس لئے اس نے سوچا کہ اسے خود تھامسن سے ملتا چاہئے۔ وہ یقیناً اسے پہچان لے گا کیونکہ ایک دوبار ایک اور دوست کے ذریعے اس سے تعارف ہو چکا تھا۔ کلب میں زیادہ رش نہ تھا کیونکہ یہ دوپھر کا وقت تھا جبکہ ایسے کلبوں میں شام ڈھلنے کے بعد لوگ آتے تھے اور ساری رات یہاں بھر پور ونق رہتی تھی لیکن وہ پہلے یہ معلوم کر چکی تھی کہ تھامسن اپنے آفس میں موجود ہے۔ کلب کے ہال میں اکاڈمک افراد موجود تھے جبکہ ایک طرف بننے ہوئے کاؤنٹر کے پیچے ایک نوجوان لڑکی سامنے فون رکھے موجود تھی۔ کرشل تیز تیز قدم اٹھاتی کاؤنٹر کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

”لیں میڈم“..... لڑکی نے قریب پہنچنے پر موڈ بان لجھے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا نام کرشل ہے اور تمہارا بابا تھامسن مجھے جانتا ہے۔ میرا تعلق بی اے سے ہے“..... کرشل نے کہا تو لڑکی نے سامنے موجود فون کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین نمبر پر لیں کر دیئے۔

”کاؤنٹر سے جیکو لین بول رہی ہوں بآس۔ ایک خاتون تشریف لائی ہیں۔ ان کا نام کرشل ہے اور ان کا تعلق بی اے سے ہے اور ان کا کہنا ہے کہ آپ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں“..... لڑکی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”لیں سر“..... لڑکی نے دوسری طرف سے بات سن کر کہا اور پھر رسیور کھ کر اس نے سائیڈ پر کھڑے ایک آدمی کو اشارے سے بلا یا۔

”میڈم کو بآس کے آفس پہنچا دو“..... لڑکی نے اس آدمی سے کہا۔

”لیں میڈم۔ آئیے“..... اس آدمی نے جس کے سینے پر پرو ائزر کا نیج موجود تھا، موڈ بان لجھے میں کہا اور پھر وہ لفت کے ذریعے اسے تیسری منزل پر لے گیا۔ یہاں راہداری میں ایک مسلسل درب آنڈا تو اندر کھلتا چلا گیا اور کرشل اندر داخل ہو گئی۔ سامنے بڑی سی آفس نیمبل تھامسن جzel نیجر کی ٹیم پلیٹ موجود تھی۔

”تشریف لے جائیں میڈم۔ بآس اندر موجود ہیں“..... پرو ائزر نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

”تحقیک یو“..... کرشل نے کہا اور پھر بندروازے پر دباوڈا تو اندر کھلتا چلا گیا اور کرشل اندر داخل ہو گئی۔ سامنے بڑی سی آفس نیمبل کے پیچے ایک او ہیز عمر آدمی موجود تھا جس نے گھرے نیلے رنگ کا سوت پہننا ہوا تھا۔ آنکھوں پر نظر کی عینک تھی۔

”آؤ کرشل۔ خوش آمدید“..... اس آدمی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر میز کی سائیڈ سے آگے بڑھ کر اس نے باقاعدہ کرشل سے بڑے گرجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا۔

”بڑے دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔“ کرشن نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ میز کی دوسری طرف کری پر بیٹھ گئی۔ تھامن نے سائیڈ پر موجود ریک سے شراب کی بوتل اور دو جام اٹھا کر بوتل کا ڈھکن کھولا اور اس نے دنوں گاسوں میں شراب ڈالی اور پھر بوتل کو بند کر کے اس نے میز پر رکھا اور ایک گلاس اٹھا کر اس نے کرشن کے سامنے رکھا اور دوسرا گلاس لے کر وہ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔

”تمہیں معلوم تو ہو گا کہ میں اب بلیک ایجنٹی کے پرسکیشن سے متعلق ہوں اور کرشن سمٹھ سیکشن انچارج میرا شوہر ہے۔“ کرشن نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ باتیں مجھ سے کیسے چھپی رہ سکتی ہیں۔ کہو کیسی گزر رہی ہے۔“ تھامن نے شراب کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”ویکھو تھامن۔ تم ایجنٹی میں رہے ہو اس لئے تمہیں معلوم ہے کہ ملک کے مفاہات کے خلاف کام کرنے والے کو کیا سزا دی جاتی ہے۔“ کرشن نے شراب کا دوسرا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

”تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ کھل کر بات کرو۔“ تھامن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور اس کی تیز نظریں سامنے پیشی ہوئی کرشن پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر یکخت سختی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”یہاں بلیوایریا ہے۔ اس میں ایکریمیا کی دو تاپ سیکرٹ میزائل لیبارٹریاں ہیں اور قابل ترین سامنے دان بھی یہاں کام کرتے ہیں اور تمہیں یقیناً معلوم ہو گا کہ پاکیشی ایجنت اس بلیوایریا کو تباہ کرنے کے لئے یہاں پہنچ رہے ہیں اور اس سلسلے میں بلیک ایجنٹی کا پرسکیشن یہاں موجود ہے اور یہ بھی حقی طور پر اطلاع ملی ہے کہ پاکیشی ایجنتوں کو یہاں پر انک میں سپورٹ دینے کے لئے تم نے ان سے دس لاکھ ڈالر زوصل کئے ہیں جو تمہارے اکاؤنٹ میں ناراک سے جمع کرائے گئے ہیں۔ اب تم خود بتاؤ کہ ایسی صورت حال میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے لیکن تم چونکہ ہمارے ساتھی ہو اور ایجنٹی کے سابقہ آدمی ہو اس لئے میں خود چل کر تمہارے پاس آئی ہوں ورنہ بلیک ایجنٹی اتنی پاول فل بہر حال ہے کہ تمہارے خلاف کوئی بھی بڑی کارروائی کی جاسکتی ہے۔“ کرشن نے مزے لے لے کر اور شراب کے گھونٹ لیتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے بچے میں تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا تو تھامن بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم نے صرف دس لاکھ ڈالر زکی رقم کے بارے میں معلوم ہوتے ہی اپنی طرف سے سب کچھ خود ہی فرض کر لیا ہے۔ یہ دس لاکھ ڈالر ز ناراک کے ایک گلنکسٹر کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنی شاخت کبھی نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کبھی پاکیشی تو ایک طرف ایشیا بھی نہیں گیا اس لئے میرا بطة کسی پاکیشی ایجنت یا ایجنتوں کے گروپ سے کیسے ہو سکتا ہے اور آخری بات یہ کہ یہاں پر انک میں واقع بلیوایریا سے میرا کسی طور پر بھی کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ وہاں سے کوئی یہاں میرے پاس آتا ہے اور نہ ہی میں نے کبھی وہاں کوئی چیز سپاٹی کی ہے اس لئے آپ نے جو فرضی کہانی اپنے ذہن میں تیار کی ہے وہ سب غلط ہے۔“ تھامن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ضروری نہیں ہوتا تھامن کہ رابطے برادر است ہوں۔ درمیانی رابطوں کے ذریعے بھی کام نکلاویا جا سکتا ہے اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ تمہارا بلیوایریا سے برادر است کوئی تعلق نہیں ہے اور ہمیں دس لاکھ ڈالر ز سے بھی کوئی مطلب نہیں ہے۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب

بھی وہ لوگ یہاں آئیں اور تم سے رابطہ کریں تو تم ہمیں اطلاع دے دو۔ ویسے ہمیں از خود بھی معلوم ہو جائے گا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم ایکریمیا کے دشمنوں کا ساتھ دینے کی بجائے ایکریمین حکومت کا ساتھ دو۔ اس میں تمہارا بھلاکے ہے۔۔۔۔۔ کرٹل نے کہا۔

”لیکن جب میرا ان سے رابطہ نہیں ہے تو وہ مجھ سے کیوں رابطہ کریں گے؟۔۔۔۔۔ تھامسن نے کہا۔

”میں نے تمہیں آگاہ کرنا تھا وہ کر دیا ہے۔ اب تم کیا کرتے ہو کیا نہیں کرتے یہ سوچنا تمہارا اپنا کام ہے۔ بہر حال جو کچھ کرنا سوچ سمجھ کر کرنا۔ ہاں ہمارے ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر نوٹ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم پاکیشیائی ایجنسیوں کی اطلاع ہمیں دے دو گے۔۔۔۔۔ کرٹل نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی فون نمبر بتا دیا۔

”میں نے یہاں کوئی ڈکٹا فون نہیں لگایا کیونکہ یہاں ہونے والی بات چیت کا ہر لفظ ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ریکارڈ ہوتا رہتا ہے۔ بہر حال اپنا خیال رکھنا۔ گذبائی۔۔۔۔۔ کرٹل نے کہا اور مز کریم و فی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس پارکنگ میں پہنچ گئی لیکن اس سے پہلے کوہہ کار کا دروازہ کھول کر اندر پہنچتی اس کے سیکشن کا ایک آدمی تیزی سے اس کے قریب آیا۔

”میڈم۔۔۔۔۔ اس آدمی نے کہا تو کرٹل کار کا دروازہ بند کرتے کرتے رک گئی۔

”کوئی خاص بات ہے ڈیرل؟۔۔۔۔۔ کرٹل نے کہا۔

”میڈم۔۔۔۔۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے جدید ترین مشینی سے یہاں کے تمام فونز کو رکھ لئے ہیں ورنہ پہلے یہاں کے فونز پر ہونے والی بات چیت سمجھی جاسکتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اگر آپ کوئی خاص ہدایات دینا چاہیں۔۔۔۔۔ ڈیرل نے جھک کر کہا۔

”یا چھا ہوا۔ تھامسن کے آفس کے فون پر پوری توجہ رکھو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی نگرانی بھی کرتے رہو۔ اس کی رہائش گاہ کا فون بھی چیک کرو۔۔۔۔۔ یہ بات اب طے شدہ ہے کہ پاکیشیائی ایجنسیوں کا اس سے رابطہ ہے اس لئے وہ اس سے میں گے یا فون پر بات کریں گے اور ہم نے ان کا کھون لگانا ہے۔۔۔۔۔ کرٹل نے کہا۔

”میرا خیال ہے میڈم کہ میں نے اس جگہ کا سرانگ لگایا ہے جہاں ان پاکیشیائی ایجنسیوں نے یہاں پہنچ کر رہائش رکھنی ہے۔۔۔۔۔ ڈیرل نے کہا تو کرٹل بے اختیار چونک کر کار سے باہر آ گئی۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔ کھل کر بات کرو؟۔۔۔۔۔ کرٹل نے کہا۔

”میڈم۔۔۔۔۔ میں یہاں موجود تھا کہ ایک آدمی سمیو نکل یہاں آیا۔۔۔۔۔ وہ ناراک میں میرا گھر ادوسٹ رہا تھا۔۔۔۔۔ میں اسے دیکھ کر اور وہ مجھے دیکھ کر چونکا۔۔۔۔۔ پھر ہم آپس میں ملے تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ اب تھامسن کا ملازم ہے اور کراس ناؤن کی کوئی نمبر اخہارہ اے میں رہتا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ وہاں کسی بھی وقت کچھ لوگ ناراک سے آنے والے ہیں جن کے لئے شراب اور خوراک لینے کے لئے وہ یہاں آیا ہے۔۔۔۔۔ میں نے اسے بتایا کہ میں یہاں سیر و سیاحت کے لئے آیا ہوں اور ایک دو دن بعد چلا جاؤں گا تو وہ پھر ملنے کا کہہ کر کلب کے اندر چلا گیا کیونکہ اسے جلدی تھی۔۔۔۔۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ پاکیشیائی ایجنسی اس کوئی میں آ کر رکھریں گے۔۔۔۔۔ ڈیرل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گلڈ۔ اگر یسموئیل دوبارہ تم سے ملے تو تم اس سے اس بارے میں کوئی بات نہ کرنا ورنہ وہ مغلکوں ہو کر تھامن کو پورٹ دے سکتا ہے اور تھامن ٹھکانہ بدل بھی سکتا ہے۔ میں دو آدمیوں کو اس کی نگرانی پر لگاؤں گی۔“..... کرشل نے کہا۔

”لیں میڈم۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یسموئیل کو اس بارے میں کافی کچھ معلوم ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے باتوں ہی باتوں میں مزید معلومات حاصل کروں۔ بغیر اسے چونکا تے ہوئے۔“..... ڈیمل نے کہا۔

”نہیں۔ اب اس سے مت مانا۔ تمہیں میرے ساتھ بات کرتے ہوئے دیکھ لیا گیا ہواں لئے اب تم نے یہاں بھی نہیں رہنا۔ کسی دوسرے ساتھی کو اپنی جگہ دے کر تم وہاں کراس ناؤن والی کوئی کی نگرانی کرو۔ لیکن یسموئیل کے سامنے نہ آتا ورنہ تمہارا کھیل الٹ بھی سکتا ہے۔“..... کرشل نے قدرے سخت لجھے میں کہا۔

”لیں میڈم۔“..... ڈیمل نے کہا اور واپس مڑ گیا جبکہ کرشل دوبارہ کار میں بیٹھی اور چند لمحوں بعد اس کی کارتیزی سے اپنے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ کرشل سمعتھ کو یہ ساری بات چیت بتانے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔



سپر ایجنت صدر

سپر ایجنت صدر، مظہر کلیم کی عمران سیریز کا ایک اور تیز رفتار اور رائکشن سے بھر پور ناول ہے۔ مظہر کلیم کے اس ناول

کا تھیم سیکریٹ سروس کے ایجنٹوں کی انفرادی کار کرداری اور صلاحیتوں پر مبنی ہے۔ مظہر کلیم اس سے پہلے بھی اس طرح کے کئی ناول لکھے چکے ہیں جیسے ”ڈینگ ایجنت“ اور ”جو لیانا مشن“، وغيرہ۔ اس بار پاکیشی سیکریٹ سروس کے چیف ایکٹس ٹونے صدر کو ایک انتہائی خطرناک مشن پر دیکھا ہے اور وہ مشن ہے دشمن ملک کی فوجی لیبارٹری سے ایک اہم فارمولہ کی چوری۔ یہ لیبارٹری بہت خطرناک صحرا کے وسط میں واقع ہے جہاں ہر وقت طوفانیں ہوائیں چلتی رہتی ہیں اور ان ہواؤں کو پار کر کے اس لیبارٹری تک پہنچانا ممکن۔ صدر کو اسیلے اس نامکن مشن کو ممکن بناتا ہے اور خود کو سپر ایجنت ثابت کرنا ہے۔ کیا صدر اپنے اس مشن میں کامیاب ہو گیا؟ کیا باقی سیکریٹ سروس محض تماشائی بنی رہی؟ کیا عمران موت سے پچھا آزمائی کر کے صدر کی مدد کو پہنچا؟ ان سب سوالوں کے جواب جانے کے لئے پڑھیئے ناول ”سپر ایجنت صدر“۔

”سپر ایجنت صدر“ کتاب گھر پرستیاب ہے۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

لٹشن کے ہوٹل کے کمرے میں سوائے عمران کے اس کے باقی سارے ساتھی موجود تھے جبکہ عمران غائب تھا۔

”عمران کل سے غائب ہے اور ہم یہاں بیٹھے مکھیاں مار رہے ہیں“..... خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے اچانک براسامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم تو ہے کہ کارک ناراک سے چارڑی طیارے سے یہاں پہنچا ہے۔ وہ چپ لے آیا تھا اور پھر عمران اسے ساتھ لے کر گیا ہے تو لازماً وہ اس سلسلے میں ہی کام کرتا پھر رہا ہوگا“..... جولیا نے کہا۔

”لیکن دو روز ہو گئے ہیں اسے غائب ہوئے۔ وہ ہمیں فون نہیں کر سکتا تھا یا ہمیں بھی ساتھ لے جاتا“..... تنویر نے کہا۔

”تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے تھے۔ وہ لازماً اس چپ کا سامنی تجزیہ کرائے گا۔ پھر اس کا توڑنا لئے کی کوشش کرے گا“..... جولیا نے جواب دیا۔

”مس جولیا۔ تنویر اس حد تک تو درست کہہ رہا ہے کہ ہمیں کچھ اطلاع تو ہونی چاہئے۔ اب اگر عمران ایک ہفتہ نہ آئے تو کیا ہم ہاتھ باندھے بیٹھے رہیں گے“..... صالحہ نے تنویر کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

”ویسے اسے رات کو تو ہوٹل آہی جانا چاہئے۔ وہ رات نجانے کہاں رہا ہوگا“..... صدر نے کہا تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔ اس کے چہرے کارنگ بد نے لگ گیا تھا۔ شاید یہ خیال اس کے ذہن میں پہلے آیا ہی تھا۔

”میرا خیال ہے کہ عمران لٹشن سے باہر گیا ہوا ہو گا اور نہ وہ لازماً رات کو واپس آ جاتا“..... کیپشن شکیل نے کہا تو جولیا کے چہرے کا تیزی سے بدلتا ہوا رنگ کیپشن شکیل کی بات سن کر دوبارہ نارمل ہوتا چلا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور عمران اندر داخل ہوا۔

”یہ دستک دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بھی شاید دیپڑے ہے“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”اگر دیپڑ کا مطلب انتظار کرنے والا ہے تو میں نجانے کب سے انتظار کر رہا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ کمرے میں خواتین بھی تھیں اس لئے دستک دینا ضروری ہوتا ہے“..... عمران نے باقاعدہ سلام کرنے کے بعد بات کرتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ دو روز سے غائب تھے۔ ہم اسی مسئلے پر بات کر رہے تھے“..... صدر نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تنویر میرے حق میں بول رہا ہو گا کیونکہ اسے ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ میں بغیر کسی خاص مصروفیت کے بھروسہ فرقہ کا ایک لمحہ بھی بروادشت نہیں کر سکتا“..... عمران نے کری پر بیٹھتے ہوئے کہا تو سوائے تنویر کے باقی سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم ہمیں فون تو کر سکتے تھے“..... تنویر نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”فون تو توب کرتا جب کوئی میرا انتظار کر رہا ہوتا۔ کیوں جولیا“..... عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر شرات بھرے لمحے میں کہا۔

”تم بکواس کرنے سے باز نہیں آؤ گے۔ تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے۔ تم فون کر کے ہمیں بتا سکتے تھے کہ تم لٹشن سے باہر ہواں لئے نہیں آ سکتے۔ بہر حال بتاؤ کیا کر کے آئے ہو“..... جولیا نے مصنوعی طور پر غصیلے لمحے میں کہا۔

”اب کیا بتاؤں۔ بتانے کے لئے کچھ رہ گیا ہو تو بتاؤں“..... عمران نے یک لفڑت انتہائی ڈھیلے سے لبھ میں کہا۔

”عمران صاحب پلیز۔ ہم نے مشن بھی مکمل کرنا ہے“..... صدر نے منت بھرے لبھ میں کہا۔

”تو نور ٹھیک کہہ رہا ہے کہ ہمیں ڈائریکٹ ایکشن لینا ہوگا“..... عمران نے ایک طویل ساس لیتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا ہے۔ چپ نے کام نہیں دیا“..... صدر نے کہا۔

”چپ میں انہوں نے ایسا سٹم رکھا ہوا ہے کہ جیسے ہی اسے جسم سے عیحدہ کیا جاتا ہے اس کی پوری مشینری خود بخود جام ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان ریز کا بھی پتہ نہیں چل سکا کہ کون سی ریز استعمال کی جاتی ہیں۔ مجھے اس چینگ کے لئے کارک کے ساتھ آئس لینڈ جانا پڑا۔ وہاں ریز پر پوری دنیا میں اتحاری سمجھے جانے والے سائنس دان ڈاکٹر فریدی رہتے ہیں۔ انہوں نے بڑا سرما رائکن وہ اس سے کچھ حاصل نہیں کر سکے۔ آخر کار مجھے بے نیل و مرام واپس آتا پڑا“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تواب کیا کرنا ہے“..... جولیا نے کہا۔

”کرنا کیا ہے۔ ہمیں اب پرانک جانا ہوگا۔ وہاں پہلے ہم کرنل سمیٹھ اور اس کے سیکھن سے نہیں گے اور پھر آگے بڑھیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے وہاں کوئی انتظام تو کر رکھا ہوگا“..... کیپن شکلیل نے کہا۔

”ہاں۔ ایک گروپ سے بات ہو چکی ہے۔ اس نے کراس ٹاؤن کی کوئی نمبر اٹھارہ اے ہمارے لئے ریزرو کرالی ہے جس میں کاریں، اسلو اور میک اپ کا جدید ترین سامان سب کچھ موجود ہو گا لیکن اب شاید ہمیں کوئی اور ٹھکانہ تلاش کرنا پڑے گا“..... عمران نے کہا تو سب چوک پڑے۔

”کیوں“..... جولیا نے جیران ہو کر پوچھا۔

”بلیک ایجنٹی بہت باوسائل ایجنٹی ہے اور پرانک چھوٹا سا شہر ہے اس لئے لا محالہ انہوں نے وہاں ایسے گروپس کا سراغ پہلے ہی لگایا ہو گا جو وہاں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ وہ تربیت یافتہ ایجنت ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس گروپ کو چیک کر لیا ہو۔ ایسی صورت میں تو ہم کے ہوئے چھلوں کی طرح ان کی جھوٹی میں جا گریں گے“..... عمران نے کہا۔

”آپ یہاں یہ بات تو کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا نہ ہو جیسے آپ نے سوچا ہے“..... صدر نے کہا۔

”میری پہلے ان سے بات ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ با قاعدہ میک اپ چیک کرنے والے کیروں سمیت وہ پورے پرانک کو مسلسل چیک کرتے پھر رہے ہیں۔ میں نے کوشش کی تھی کہ شاید بلیواری یا کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے لیکن کچھ معلوم نہیں ہو سکا“..... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم وہاں چلے جاتے ہیں۔ پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا“..... صدر نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ بلیک ایجنٹی نے لازماً وہاں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا ہوگا۔ یہ لوگ اسی انداز میں کام کرتے ہیں۔ اگر ہمیں اس ہیڈ کوارٹر کے بارے میں معلومات مل جائیں تو ہم براہ راست اس پر ریڈ کر دیں۔ اس طرح ہم آدمی سے زیادہ کامیابی فوری حاصل کر لیں گے“..... عمران نے کہا

اور اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور فون پیس کے نیچے موجود بٹن پر لیں کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔ چونکہ وہ پہلے بھی بات کر چکا تھا اس لئے اسے لٹکن سے پرانک اور تھامن کے فون نمبرز کا علم تھا۔

”ریڈزون کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوائی آوازنائی دی۔

”لٹکن سے مائیکل بول رہا ہوں۔ تھامن سے بات کراؤ“..... عمران نے لجھ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں بلیک ایجنسی والے فون کو مائنٹر نہ کر رہے ہوں۔

”لیں۔ تھامن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد تھامن کی آوازنائی دی۔

”مائیکل بول رہا ہوں لٹکن سے“..... عمران نے کہا۔

”سوری مسٹر مائیکل۔ اب ہم آپ کا کوئی کام نہ کر سکیں گے۔ آپ جس وقت چاہیں ہم سے اپنا معاوضہ واپس لے سکتے ہیں کیونکہ ہم ایکریمیا کے مفادات کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے“..... دوسری طرف سے تھامن نے پاسٹ لجھے میں کہا۔

”کیا ہوا ہے۔ پہلے تو آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی“..... عمران نے قدرے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔ سرکاری ایجنسی کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہم آپ کے لئے کام کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے ہمیں وارنگ دی ہے کہ ہم آپ کے بارے میں انہیں نشاندہی کریں لیکن چونکہ اس سے ہماری ساکھ نہیں ہو جاتی اس لئے ہم پہلے سے ہی جواب دے رہے ہیں۔ اب آپ آئندہ ہم سے رابطہ بھی نہیں کریں گے اور کراس ناؤن کی اس کوٹھی پر بھی آپ نہیں جائیں گے۔“..... تھامن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کی اس ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر سے بات ہوئی ہے یا کسی ایجنسٹ سے“..... عمران نے پوچھا۔

”آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں“..... تھامن نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”اگر آپ اس ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر بتا دیں تو جو معاوضہ میں نے دیا ہے وہ واپس نہیں لیں گے۔ ہم اس مشن کو نامکمل چھوڑ کر شاید واپس چلے جائیں اس لئے ہم اس ایجنسی کے ہیڈ کریل سمجھ سے خوب بات کرنا چاہتے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ مجھے فون نمبر کا تعلم ہے لیکن یہ علم نہیں کہ یہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے“..... تھامن نے اس بارہم لجھے میں کہا۔ شاید معاوضہ واپس نہ لینے کی بات سن کرو وہ نرم پڑ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم نے بھی صرف فون پر بات کرنی ہے اس لئے آپ نمبر بتا دیں“..... عمران نے کہا تو تھامن نے نمبر بتا دیا۔

”اب آپ بتا دیں کہ آپ کو کس نے دھمکی دی ہے۔ کریل سمجھ یا اس کے کسی آدمی نے“..... عمران نے کہا۔

”کریل سمجھ کی اسٹٹت اور بیوی کریل نے“..... تھامن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ گذ بائی“..... عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔ کافی دیر تک نمبر پر لیں کرنے کے بعد اس نے لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔

”لیں“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن عمران اس کے بولنے کے انداز اور لمحے سے ہی سمجھ گیا کہ بولنے والا چھوٹے یوں کا کوئی افسر ہے۔

”کرٹل سمعتھ سے بات کرو۔ میں ڈارسن بول رہا ہوں ناراک سے۔ ریڈا جنگی کا ڈارسن“..... عمران نے لمحہ بدل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں“..... اس بارہ و سری طرف سے بولنے والے کا لمحہ موڈ باند ہو گیا تھا۔

”ہیلو۔ کرٹل سمعتھ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لمحہ کافی بھاری اور سخت تھا۔

”ڈارسن بول رہا ہوں کرٹل سمعتھ۔ ناراک سے“..... عمران نے بدلتے ہوئے لمحے میں کہا۔

”آپ کو یہ فون نمبر کہاں سے مل گیا ہے“..... کرٹل سمعتھ کے لمحے میں حیرت کا عصر نمایاں تھا۔

”اس قدر رسینیر ایجنٹ ہونے کے بعد ایسی باتیں مت کرو کرٹل سمعتھ۔ یہ باتیں معلوم کرنا ہم جیسے ایجنٹوں کے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہوتیں اور ہاں۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ میں نے ناراک میں پاکیشائی ایجنٹوں کو مارک کیا ہے اور مجھے سرکاری طور پر معلوم ہے کہ یہ ایجنٹ پر انک کے بلیواریا کے خلاف کام کرنے کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں اور وہ لازماً یہاں سے پرانک جائیں گے۔ اگر تم کہو تو میں ان کی نگرانی کراؤں اور ان کی یہاں سے روائی کے بارے میں تمہیں اطلاع دے دوں“..... عمران نے اسی طرح بدلتے ہوئے لمحے میں کہا۔

”کیا وہ اپنے اصل چہروں میں ہیں“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”نہیں۔ وہ میک اپ میں ہیں۔ چار مردا اور دو عورتیں لیکن ہمارے میک اپ چیک کرنے والے کیمروں نے ان کی اصل صورتیں ہمیں دکھادی ہیں۔ ہمارے پاس چونکہ کیس نہیں ہے اس لئے ہم آپ کے کاموں میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ بے حد شکر یہ۔ ہم آپ کے مشکور ہیں گے۔ اگر آپ ان کی نگرانی کریں اور ہمیں ان کے بارے میں اطلاعات مہیا کریں“.....

کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”اوہ کے۔ آپ بے فکر ہیں۔ ہم مل کر ایکریمیا کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔ گذبائی“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ انہوں نے وہاں واں کمپیوٹر سے فون نسلک کر رکھا ہوا تو انہیں پڑھ چل جائے گا کہ آپ ناراک سے نہیں بلکہ ولٹشن سے بول رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ ڈارسن کو کال بیک کر کے چینگ بھی کر سکتے ہیں“..... صدر نے کہا۔

”پرانک میں کوئی مستقل ہیڈ کوارٹر نہیں ہے۔ صرف عارضی طور پر پریشان ہیڈ کوارٹر بنایا گیا ہے اور اگر وہاں کمپیوٹر سسٹم ہوتا تو میری کال پہلے درجے پر ہی کاٹ دی جاتی۔ کال کے کرٹل سمعتھ تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ جہاں تک ڈارسن کو کال کر کے چینگ کی بات ہے تو ڈارسن کی آواز اور لمحے میں بات کرنے کے انداز کو کرٹل سمعتھ بہت اچھی طرح پہچانتا ہے۔ پھر میں نے اس کے مطلب کی بات کی تھی۔ اس سے کچھ دریافت نہیں کیا تھا اس لئے وہ یقیناً مطمئن ہو گا“..... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے ہماری تعداد کیوں درست بتائی ہے؟“..... صالح نے کہا تو وہ سب اس طرح چونک پڑے جیسے ان کے ذہنوں میں بھی یہی سوال موجود تھا۔

”اس لئے کہ ہمارے بارے میں پاکیشیا ایئر پورٹ سے اطلاع ان تک پہنچ چکی ہو گی۔ اس وقت ہم اصل چہروں میں تھے اور ہمارا مقصد بھی یہی تھا کہ ہم اس میک اپ میں ان کے سامنے نہ آئیں جس میک اپ میں ہم نے ایکر بیمیا پہنچتا ہے۔ تعداد کا بہر حال انہیں علم ہو چکا ہو گا۔ اگر میں غلط بتاتا تو سارا کھیل ہی پلٹ سکتا تھا اور دوسری بات یہ کہ اب وہ چھو افراد کا گروپ تلاش کرتے رہیں گے جبکہ ہم دو تین گروپس میں کام کر سکتے ہیں۔“..... عمران نے باقاعدہ وکیلوں کے انداز میں دلائل دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ تو اس انداز میں جواب دے رہے ہیں جیسے آپ کریں سمجھ سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں دس بارہ دنوں سے باقاعدہ سوچ بچار کرتے رہے ہوں حالانکہ میرا خیال ہے کہ آپ نے بغیر کسی تیاری کے بات کی ہے۔“..... صالح نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

”صرف جولیا کے ساتھ بات کرنے سے پہلے مجھے سوچنا پڑتا ہے بلکہ وہ کیا کہتے ہیں، باقاعدہ ترازو میں توانا پڑتا ہے۔“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار نہیں پڑے۔

”عمران صاحب۔ آپ نے فون پر بات بھی کر لی ہے لیکن اس سے کیا فائدہ ہوا ہے؟“..... کیپٹن شکلی نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ ہاں۔ جس مقصد کے لئے میں نے کال کی تھی وہ تو تمہاری اس جرح کی وجہ سے بھول ہی گیا تھا۔ جولیا تمہارے پاس پرائیک کا نقش موجود ہو گا۔ وہ لے آؤ۔“..... عمران نے کہا تو جولیا اثبات میں سر ہلاتی ہوئی اٹھی اور پیرومنی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”آپ نقشے سے کیسے معلومات حاصل کریں گے؟“..... صالح نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تمہارے سامنے سب کچھ ہو گا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے اور مسلسل نمبر پریس کرنے شروع کر دیے۔

”آنکو ائری پلیز،“..... رابطہ ہونے پر ایک نسوانی آواز نائی دی۔

”اسٹنٹ کمشنر پولیس فریڈرک بول رہا ہوں۔ پولیس کمشنر آفس سے۔“..... عمران نے ایکر بیمیں لہجے میں کہا۔

”لیں سر۔ حکم سر۔“..... دوسری طرف سے بولنے والی کا لہجہ یکخت مودبانہ ہو گیا۔

”ایک فون نمبر نوٹ کرو اور چیک کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے۔ اچھی طرح چیک کرنا۔ یہ انتہائی اہم حکومتی معاملہ ہے۔“..... عمران نے سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”لیں سر۔“..... دوسری طرف سے پہلے سے زیادہ مودبانہ لہجے میں کہا گیا تو عمران نے اسے بلیک ایجنٹی کے پرائیک میں ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر بتا دیا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں؟“..... تھوڑی دیر بعد انکو اڑی آپ پریٹر کی آواز سنائی دی۔

”لیں“..... عمران نے اسی طرح سرد لبجے میں کہا۔

”سر۔ یہ نمبر گلاسٹون کالوں کی کوئی نمبر آٹھ سو آٹھے میں ڈاکٹر الفرید کے نام سے نصب ہے“..... انکو اڑی آپ پریٹر نے کہا۔

”کیا آپ نے اچھی طرح چیک کیا ہے۔ کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہونا چاہئے“..... عمران نے مخصوص لبجے میں کہا۔

”لیں سر۔ میں نے دوبار مخصوص طور پر چیک کیا ہے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوے۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگر یہ بات لیک آؤٹ ہوئی تو آپ کی زندگی جیل میں ہی گزرے گی“..... عمران نے کہا۔

”لیں سر۔ میں سمجھتی ہوں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اس دوران جولیا نقشے لے آئی تھی۔ عمران نقشے پر جھک گیا۔ اس نے جیب سے بال پوائنٹ نکالا اور نقشے پر ایک جگہ دائرہ لگادیا۔

”یہ ہے گلاسٹون کالوں۔ اس کی کوئی نمبر آٹھ سو آٹھے میں بلیک اینجنی کا ہیڈ کوارٹر ہے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اصل مسئلہ بلیک اینجنی کا خاتمہ نہیں ہے۔ اگر ہم نے کریں سمجھ اور اس کے باقی ساتھیوں کو بلاک بھی کرو دیا تو بھی ہم بلیوار یا میں داخل نہ ہو سکیں گے“..... صدر نے کہا۔

”صدر درست کہہ رہا ہے۔ ہمیں اس بارے میں پہلے سے غور کرنا چاہئے“..... جولیا نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں بلیک اینجنی پر اس وقت حملہ کرنا چاہئے جب ہم بلیوار یا میا ای سٹی میں داخل ہونے کا کوئی طریقہ سوچ لیں“..... صاحب نے کہا۔

”جبکہ میرا خیال ہے کہ پہلے بلیک اینجنی کا ہیڈ کوارٹر میزائلوں سے اڑا دیا جائے۔ پھر میزائلوں سے ای سٹی کی دیوار یا چیک پوسٹ تباہ کر کے اندر داخل ہو جائیں۔ پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا“..... تنور نے اپنے مخصوص لبجے میں کہا۔

”تم کیوں خاموش ہو کیپن شکلیں“..... عمران نے خاموش بیٹھے ہوئے کیپن شکلیں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سب ساتھی درست کہہ رہے ہیں لیکن اصل مسئلہ ای سٹی میں داخل ہو کر ہوش میں رہنے کا ہے۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا ہمارا مشکل کی صورت حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں پہلے اس پر غور کرنا چاہئے“..... کیپن شکلیں نے کہا۔

”لیکن ای سٹی میں داخل ہونے اور پھر وہاں کام کرنے کا کوئی طریقہ مل ہی نہیں رہا۔ ایسا سیٹ اپ کیا گیا ہے کہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے۔ چپ بھی انسانی جسم سے باہر آتے ہی بلاک ہو جاتی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کیا، کیا جائے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اسے ای سٹی کہا جاتا ہے۔ مطلب ہے کہ یہ ایک پورا شہر ہو گا۔ اس شہر کے لوگ لاکھوں نہیں تو ہزاروں میں تو ہوں گے۔ یہ کیے ممکن ہے کہ ہر آدمی کو چپ لگائی جائے اور انہیں چوبیں سختے کنٹرول میں رکھا جائے اور ان سب کو ای سٹی تک محدود کر دیا جائے“..... اچانک صاحب نے کہا تو عمران بے اختیار سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی۔

”اوہ۔ تم نے بڑی اہم بات کی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ شہر نہیں ہو سکتا جیسا ہمارے ذہنوں میں ہے۔ یہاں یقیناً لیبارٹریاں کنٹرولنگ آفس، سائنس و ان اور ان کے اسٹنٹ ہوں گے اور ان کی تعداد ہزاروں میں نہیں بلکہ سینکڑوں میں ہو گی اور اسے ای سٹی کا نام دے کر انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم اسے ایک بڑا شہر سمجھ لیں“..... عمران نے کہا۔

”لیکن اس تاثر دینے کا انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟“..... جو لیا نے کہا۔

”یہی کہ ہم اسے ایک بڑا شہر سمجھ کر اپنے پکڑے جانے کے خوف سے اندر داخل نہ ہوں۔ اب ظاہر ہے کوئی ٹیم دس بارہ ہزار افراد پر مشتمل نہیں ہو سکتی“..... عمران نے کہا۔

”مسئلہ لڑائی جھگڑے کا تو نہیں ہے عمران صاحب۔ مسئلہ ریز سے بے ہوش ہونے اور ہلاک ہونے کا ہے“..... صدر نے کہا۔

”ایک کام ہو سکتا ہے۔ نہ ہر وہ مجھے کوشش کرنے دو“..... عمران نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے انکوارری کے نمبر پر لیں کر دیے۔

”لیں۔ انکوارری پلیز“..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوی آواز سنائی دی۔

”شاگ کلب کا نمبر دیں“..... عمران نے ایکریمین لجھے میں کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا اور عمران نے کریڈل دبادیا اور پھر ٹوں آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔

”شاگ کلب“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوی آواز سنائی دی۔

”ڈینس سے بات کرو۔ میں مائیکل بول رہا ہوں“..... عمران نے ایکریمین لجھے میں کہا۔

”کہاں سے بات کر رہے ہیں“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”یہیں لگن سے“..... عمران نے جواب دیا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ ڈینس بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لمحہ سپاٹ اور کار و باری تھا۔

”پنس مائیکل بول رہا ہوں ڈینس“..... عمران نے کہا۔

”پنس“..... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

”پنس آف ڈھپ“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ اچھا۔ سوری۔ میں پہچان نہ سکتا تھا۔ کوئی خاص بات کہ آپ یہاں لگن سے موجود ہیں“..... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

”تم نے ایک بار بتایا تھا کہ وزارت سائنس میں تمہارے بڑے گھرے اور وسیع تعلقات ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ہا۔ کیوں۔ کیا مسئلہ ہے؟“..... ڈینس نے جواب دیا۔

”تم کوئی بڑی رقم کماتا چاہتے ہو تو تمہیں صرف چند حتمی معلومات مہیا کرنا ہوں گی“..... عمران نے کہا۔

”کتنی رقم کو تم بڑی رقم کہہ رہے ہو“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیرول کے دو بڑے ہار“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ٹھیک ہے۔ مجھے واقعی ان کی ضرورت بھی ہے“..... ڈینس نے اس بار قدرے سرست بھرے لجھے میں کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ڈرگ بزنس میں ہیرول کے ہار کا مطلب دس لاکھ ڈالرز تھا۔

”مجھے کسی ایسے سائنس وان سے تفصیلی ملاقات کرنی ہے جو ریاست جا رہیں کے شہر پر انک میں کام کر چکا ہو“..... عمران نے کہا۔

”سوری پرس۔ ایسا کوئی سائنس وان میرے نوٹس میں نہیں ہے۔ البتہ وہاں کام کرنے والا ایک میکنیشن میرا دوست ہے۔ وہ چار سال وہاں کام کرتا رہا ہے۔ پھر وہ شاید یہاں ہو گیا تو اسے وہاں سے واپس بھجوادیا گیا۔ اسے واپس آئے ہوئے بھی پانچ سال ہو گئے ہیں۔ اگر اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہو تو بھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اس وقت میرے کلب میں موجود ہے“..... ڈینس نے جواب دیا۔

”اسے کتنی رقم دینا ہوگی“..... عمران نے پوچھا۔

”دو ہیرے صرف“..... ڈینس نے جواب دیا۔

”کیا وہ سب کچھ درست بتاوے گا“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ اسے بھی میری طرح ہیرول کی ضرورت ہے“..... ڈینس نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں تمہارے کلب آ رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”کاؤنٹر پر پرس ما نیکل کا نام لے دینا۔ تمہیں میرے پاس پہنچا دیا جائے گا“..... ڈینس نے کہا۔

”اوکے“..... عمران نے کہا اور رسیور کھو دیا۔

”جو لیا۔ تم میرے ساتھ چلو۔ باقی ساتھی ہمیں رہیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی گروپ کی ٹگرانی ہو رہی ہو“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”آپ جو لیا کوئی کیوں ساتھ لے جا رہے ہیں۔ کسی اور ساتھی کو کیوں نہیں لے جا رہے“..... صالح نے حریت بھرے لجھے میں کہا۔

”جو لیا کے سامنے کوئی جھوٹ بولنا بھی چاہے تو نہیں بول سکتا کیونکہ اس کا چہرہ اس قدر رعب دار ہے کہ دیکھنے والا چوڑی بھول جاتا ہے“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار نفس پڑے۔



ڈاکٹر احسان اپنے کمرے میں بیٹھے ہاتھ کافی کی چکیاں لے رہے تھے۔ انہیں یہاں ایکریمیا میں آئے ہوئے کئی روز گزر چکے تھے اور پہلے جوان کے اندر امید موجود تھی کہ پاکیشیائی حکام اور پاکیشیائی سیکرٹ سروس ان کی رہائی کے لئے یہاں آئے گی لیکن اب اتنے دن گزر جانے کے ساتھ ساتھ وہ یہاں کے انتظامات دیکھ کر ہی ما یوس ہو گئے تھے۔ انہیں اب یقین ہو گیا تھا کہ انہیں اپنی باقی زندگی اس جگہ گزارنا پڑے گی۔ ویسے وہ اب تک کنوارے تھے۔ سائنس کے ساتھ عشق کی وجہ سے انہوں نے کبھی شادی کے بارے میں سوچا ہی نہ تھا۔ ان کے والدین جب تک زندہ رہے تھے وہ اس سے شادی کرنے کا تقاضا کرتے رہتے تھے لیکن ڈاکٹر احسان انہیں نالٹے رہے اور پھر ایک کارا یکسٹریٹ میں ان کی وفات ہو گئی تو ڈاکٹر احسان کو ان کے بعد کبھی شادی کا خیال تک نہ آیا۔ وہ اپنے کام کے ساتھ اس طرح کملہ تھے کہ سائنس اور سائنسی تجربات کے علاوہ انہیں کسی قسم کا اور کوئی شوق ہی نہ تھا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے سائنسی تجربات میں مصروف رہے لیکن بہر حال وہ انسان بھی تھا اس لئے وہ تحکم بھی جاتے تھے اور انہیں نیند بھی آنے لگ جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ خاصا تحکم جانے کے بعد اور کئی گھنٹے کام کرنے کے بعد واپس اپنے کمرے میں آئے تھے۔ انہیں یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا کی گئی تھی اس لئے اب آہستہ آہستہ وہ یہ بھولتے جا رہے تھے کہ وہ دشمن کی لیبارٹری میں کام کر رہے ہیں یا اپنے ملک کی لیبارٹری میں۔

انہیں دراصل بس کام سے عشق تھا۔ وہ تحکمن اتارنے کے لئے ہاتھ کافی پی رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نوجوان کا نام مرفن تھا اور مرفنی ان کی خدمت گزاری پر مأمور تھا۔ گو انہیں پہلے ایک خاتون خدمت گزاروی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے واپس بھجوادیا تھا۔ اس کے بعد ان کے موڑ کو دیکھتے ہوئے مرفنی کو ان کی خدمت گزاری کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ مرفنی خاصا ہوشیار اور مستعد نوجوان تھا اور وہ واقعی بڑے خلوص بھرے انداز میں ڈاکٹر احسان کی خدمت کرتا تھا۔ ان کے لئے کھانا لانا، کافی بنانا، ان کا بستر درست کرنا، ان کے بوٹ اور جرایں اتنا نایہ سب مرفنی کا کام تھا اور وہ اسے اس طرح سرانجام دیتا تھا کہ ڈاکٹر احسان خاصا اطمینان اور آرام محسوس کرتے تھے۔

”سر۔ بوٹ اور جرایں اتنا روں“..... مرفنی نے اندر داخل ہو کر کہا۔

”ہاں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا تو مرفنی ان کے پیروں کے قریب بیٹھ گیا اور بوٹ کے لئے کھولنے شروع کر دیے۔

”سر۔ آپ پاکیشیائی ہے تا“..... مرفنی نے کہا تو ڈاکٹر احسان بے اختیار چونک پڑے۔

”ہاں۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سر۔ آپ کی وجہ سے بلیواری یا کو مستقل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ میں نے شہر جانا تھا اپنی بیٹی سے ملنے لیکن اب کہا جا رہا ہے کہ شاید میں ہر یہ ایک ماہ تک نہ جاسکوں“..... مرفنی نے بوٹ اتارتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ وجہ۔ کیوں روکا گیا ہے تمہیں“..... ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”سر۔ کہا جا رہا ہے کہ آپ کو واپس لے جانے کے لئے کسی بھی وقت پاکیشیائی یہاں پہنچ سکتے ہیں اور اگر وہ یہاں آگئے تو وہ سب کچھ تباہ کر دیں گے اس لئے پورے بلیواری یا کو مکمل طور پر بلاک کر دیا گیا ہے۔ اب نہ کوئی باہر جا سکتا ہے اور نہ کوئی باہر سے کوئی اندر آ سکتا ہے“..... مرفنی نے

دوسرے جو تا اتارتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کب سے ایسا ہوا ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”کل سے جناب“.....مرفی نے اب جراں میں اتارتے ہوئے کہا۔

”لیکن انہیں کیسے اطلاع ملی ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”یہ تو حکام کو معلوم ہو گا جناب۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے“.....مرفی نے جراں اور بوث اتار کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ سوری مرفی۔ میری وجہ سے تمہیں تکلیف پہنچ رہی ہے کہ یہاں کے حکام خواہ خواہ خوفزدہ ہو رہے ہیں“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویسے سب لوگ یہی کہہ رہے ہیں کہ پاکیشیائی اتنے بہادر لوگ ہیں کہ ایک بیسا جنی سپر پاور کے حکام بھی ان سے خوفزدہ ہیں“.....مرفی نے جو توں کو اس کے مخصوص ریک میں رکھتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیائی واقعی بے حد بہادر قوم ہے“.....ڈاکٹر احسان نے قدرے خری یہ لمحہ میں کہا۔

”اور کوئی حکم جناب۔ ورنہ میں جاؤں“.....مرفی نے کہا۔

”ہاں۔ تم جاؤ“.....ڈاکٹر احسان نے کہا تو مرفی سلام کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

”یہ کیسے ہو گیا۔ کیا واقعی پاکیشیائی ایجنسٹ میری خاطر یہاں حملہ کرنے والے ہیں۔ پھر تو مجھے ان کی مدد کرنی چاہئے“.....ڈاکٹر احسان نے مرفی کے جانے کے بعد بڑے بڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر انہیں کام کا رسیور اٹھایا اور اس کا ایک بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“.....دوسری طرف سے ایکس چینچ آپ پریز کی موڈ بانہ آوازنائی دی۔

”ڈاکٹر احسان بول رہا ہوں۔ کرٹل گیری سے میری بات کرو“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں“.....دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ کرٹل گیری بول رہا ہوں“.....چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کرٹل گیری کی بھاری آوازنائی دی۔

”ڈاکٹر احسان بول رہا ہوں کرٹل گیری۔ کیا آپ مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سوری ڈاکٹر۔ میں بال مشافہ بات نہیں کر سکتا کیونکہ ایک ضروری مینگ ابھی ہونے والی ہے۔ آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں“.....

کرٹل گیری نے کہا۔

”مجھے میرے ائندھنگ مرفی نے بتایا ہے کہ بلیو ایریا کو بلاک کر دیا گیا ہے کیونکہ پاکیشیائی ایجنسٹوں کے حملے کا خطرہ ہے اور وہ باہر نہیں جا سکتا۔ کیا واقعی ایسا ہی ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اس نے درست بتایا ہے۔ ہمیں اطلاع عمل چکی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس پاکیشیا سے یہاں آنے والی ہے آپ کو واپس لے جانے

کے لئے وہ پاکیشیا سے روانہ ہو چکی ہے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے کیونکہ باہر ایکریمیا کی ناپ ایجنسی بلیک ایجنسی کا پورا سیکشن موجود ہے اور یہاں آنے والے ایک آدمی کو انتہائی جدید مشینزی سے چیک کیا جا رہا ہے اور جہاں تک اسی سُتی کا تعلق ہے یہاں تو کوئی انسان کسی صورت بھی داخل نہیں ہو سکتا اور اگر داخل ہو جائے تو فوراً خود بخوبی ہو ش اور پھر بلاک ہو جاتا ہے اس لئے پاکیشیا ایجنسٹ چاہے کچھ بھی کیوں نہ کر لیں وہ ناکام رہیں گے۔ یہاں جو کچھ کیا گیا ہے وہ صرف احتیاطاً کیا جا رہا ہے۔ کرنل گیری نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اگر انہوں نے وہ چیز حاصل کر لیں تو پھر آپ کی احتیاطی تدبیر کا کیا ہو گا؟“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ جو ریز استعمال کی جا رہی ہے وہ انتہائی جدید ترین ایجاد ہے اور صرف ایکریمیا کے پاس ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چپ ایک بار جسم میں لگادی جائے تو پھر اسے باہر نکالے کے بعد وہ خود بخوبی بلاک ہو جاتی ہے۔ آپ بے فکر ہو کر کام کریں۔ گذبائی۔“.....کرنل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر احسان نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر انہوں نے ایک نمبر پر لیں کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے آپ پر یہ رکی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر فریک سے میری بات کرائیں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”لیں سر۔ ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ ڈاکٹر فریک بول رہا ہوں“..... چند گھومن بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر احسان بول رہا ہوں۔ آج دو پھر کو کینٹین میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور آپ نے بتایا تھا کہ آپ جدید ترین ریز پر کام کر رہے ہیں۔“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”جی ہاں۔ مجھے یاد ہے لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“..... ڈاکٹر فریک نے حرمت بھرے لبھے میں کہا۔

”مجھے کرنل گیری نے بتایا ہے کہ یہاں ایسی سُتی میں کوئی جدید ترین ریز استعمال کی جا رہی ہے جو بغیر چپ کے آدمی کو بے ہوش اور پھر بلاک کر دیتی ہے۔ کیا واپسی ایسا ہی ہے؟“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ہاں۔ یہ ریز تو چار سال پہلے ایجاد ہوئی تھی اور مجھے فخر ہے کہ اس کی ایجاد میں میرا بھی حصہ ہے۔ اس کا نام بھی میں نے ایس ایس ریز رکھا تھا۔“..... ڈاکٹر فریک نے بڑے فخر یہ لبھے میں کہا۔

”اوہ۔ ویری گذ۔ یہ تو بہت بڑا اعزاز ہے لیکن کیا آپ اس میں موجود خامیوں کو دور کر رہے ہیں؟“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”خامیاں۔ اوہ نہیں ڈاکٹر احسان۔ اس میں کوئی خامیاں نہیں ہیں۔“..... ڈاکٹر فریک نے اس بارقدرے بر اسمانہ بناتے ہوئے کہا۔

”جبکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ان ریز کے اثرات جسم میں موجود چپ کی وجہ سے اس جسم پر سرے سے نہیں ہوتے۔ کیا یہ خامی نہیں ہے؟“..... ڈاکٹر احسان نے کہا تو دوسری طرف سے ڈاکٹر فریک بے اختیار ہنس پڑا۔

”آپ نے بتایا تھا کہ آپ میزائل میکنالوجی سے متعلق ہیں اس لئے آپ کو ریز سائنس کے بارے میں علم نہیں ہے۔ جسے آپ اس کی

خامی بتا رہے ہیں تبکی اس کی خوبی ہے اور اسی وجہ سے یہاں کامیابی سے استعمال کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے اثرات انسانی جسم میں دوڑنے والے خون پر نہیں پڑتے۔ جس کے چپ نہ ہواں کے خون اور اعصاب پر اس کے اثرات پڑتے ہیں اور آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے اور پھر چوپیں گھنٹے اسی بے ہوشی کے عالم میں بلاک ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک معمولی سی خامی اس میں موجود ہے لیکن وہ ایسی نہیں ہے کہ اسے کوئی بڑی خامی کہا جا سکے۔ ڈاکٹر فریون نے کہا۔

”ایسی کیا خامی ہو سکتی ہے جناب“..... ڈاکٹر احسان نے چونک کر پوچھا۔

”اس میں یہ خامی ہے کہ یہ ریت اور مٹی پر اثرات نہیں ڈالتی اس لئے اگر کوئی آدمی ریت اور مٹی کے نیچے ہو تو اس پر اس کے اثرات نہیں پڑتے“..... ڈاکٹر فریون نے کہا۔

”یہ تو خامی نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں تو خوبی ہے“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”شکریہ ڈاکٹر۔ آپ کیوں اس بارے میں پوچھ رہے ہیں؟“..... ڈاکٹر فریون نے صرت بھرے انداز میں کہا۔

”مجھے کرنل گیری نے اس کے بارے میں بتایا تھا اور انہوں نے ان ریز کی بے حد تعریف کی تھی اس لئے میں پوچھ رہا تھا۔ بہر حال بے حد شکریہ۔ گذبائی“..... ڈاکٹر احسان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پنوروں فکر کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ پھر اچانک انہیں کچھ یاد آیا تو وہ بے اختیار چونک پڑے۔

”مجھے اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہئے۔ پاکیشیا سے اجنبیت یہاں آ رہے ہیں اور میں یہاں اطمینان سے کام کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ کرنا چاہئے۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟“..... ڈاکٹر احسان نے بڑی بڑاتے ہوئے کہا اور وہ ایک بار پھر اچھل پڑے۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ چیس کون تیار کر رہا ہے یا انہیں آپریٹ کون کرتا ہے۔ اس سے مزید معلومات مل سکتی ہیں لیکن کس سے پوچھوں؟“..... ڈاکٹر احسان نے بڑی بڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ ایک بار پھر کھلا اور مرفنی اندر داخل ہوا تو ڈاکٹر احسان چونک پڑا۔

”کیا ہو مرفنی۔ تم دوبارہ آئے ہو؟“..... ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”سر۔ میں نے کیا قصور کیا تھا کہ آپ نے چیف سیکورٹی آفیسر کرنل گیری کو فون پر بتا دیا کہ میں نے آپ سے بلیواری یا کو بلاک کرنے کی بات کی ہے تو انہوں نے مجھے بلاکر انتہائی سخت سنت کہا۔ تھیڑ مارے اور مجھے سخت بے عزت کیا کہ میں نے کیوں یہ بات آپ کو بتائی ہے۔ سر۔ میں نے تو آپ سے ہمدردی کی خاطریہ بات کی تھی،“..... مرفنی نے رو دینے والے لمحے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری سوری مرفنی۔ مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ صرف اتنی سی بات سے وہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ مجھے معاف کر دو مرفنی۔ آئی ایم ریلی سوری؟“..... ڈاکٹر احسان نے بیجد تاسف بھرے لمحے میں کہا اور مرفنی کے سر پر ہمدردی سے ہاتھ پھیرا۔

”سر۔ میں نے بھی کرنل گیری سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گے۔“..... مرفنی نے ڈاکٹر احسان کے کان کے قریب منہ لے جا کر مر گوشی کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑے۔

”تم کیا انتقام لے سکتے ہو مرفنی۔ بھول جاؤ سب کچھ اور اپنی جان اور نوکری بچاؤ“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سر آہستہ بولیں۔ گواپ کی اور میری چپ اس وقت آف ہیں لیکن پھر بھی آپ منتظر ہیں“..... مرفنی نے ایک بار پھر سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم کیا کر سکتے ہو۔ مجھے بتاؤ اور میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ایک منٹ“..... مرفنی نے کہا اور مژہ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر ایسے اشارہ کیا جیسے کسی کو اندر آنے کا کہہ رہا ہوا اور ڈاکٹر احسان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ انہیں مرفنی کی حرکات و سکنات خاصی پر اسرار اور مشکوک نظر آ رہی تھیں۔ دوسرے لمحے دروازے میں سے ایک اور نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کے جسم پر ایسا یونیفارم تھا جیسے وہ لیبارٹری میں ائنڈنٹ کے طور پر کام کرتا ہو۔ اس کے اندر آنے پر مرفنی نے دروازہ بند کر دیا۔

”صاحب ہماری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں برینڈی“..... مرفنی نے آنے والے نوجوان کے کان کے قریب مندے جا کر کہا۔

”تم کون ہو اور یہ سب کیا ہو رہا ہے“..... ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”سر۔ یہ میرا دوست ہے۔ میں لیبارٹری میں ائنڈنٹ ہے۔ اس کا نام برینڈی ہے۔ اس نے مجھے پہلے بھی ایک کام کہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا مگر اس کے فوراً بعد کرٹل گیری نے مجھے بلا کر مارا پیٹا۔ سخت سست کہا اور بے حد بے عزت کیا تو میں نے انتقامی طور پر اس کام کی حایی بھر لی“..... مرفنی نے ڈاکٹر احسان کے قریب ہو کر کہا۔

”مسئلہ کیا ہے۔ یہ تو بتاؤ“..... ڈاکٹر احسان نے اس بار قدرے سخت لمحے میں کہا۔

”سر۔ میں بتاتا ہوں لیکن پہلے آپ وعدہ کریں۔ آپ مسلمان ہیں اس لئے ہمیں یقین ہے کہ آپ وعدہ کر کے اس کی وعدہ خلافی نہیں کریں گے۔ یہ وعدہ کریں کہ اگر ہماری مدد کر سکتا تو تمہارے بارے میں زبان بھی نہ کھولوں گا“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔ برینڈی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میرا وعدہ کہ میں اگر تمہاری مدد نہ کر سکتا تو تمہارے بارے میں زبان بھی نہ کھولوں گا“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”جتنا ب۔ جیسا کہ آپ کو مرفنی نے بتایا ہے کہ پاکیشیائی ایجنسٹ آپ کو یہاں سے واپس لے جانے کے لئے آرہے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں وہ بغیر چیس کے داخل نہیں ہو سکتے اور کسی کے جسم میں استعمال شدہ چپ بھی خود بخوبی بلاک ہو جاتی ہے اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہاں سے چھٹی چیس حاصل کر کے انہیں پہنچائی جائیں تو وہ آسانی سے اندر داخل ہو سکیں گے“..... برینڈی نے کہا۔

”تم تک یہ بات کیسے پہنچی اور کس نے پہنچائی ہے۔ کیا تمہارا براہ راست پاکیشیائی ایجنسٹوں سے رابطہ ہے“..... ڈاکٹر احسان نے انتہائی حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”نہیں سر۔ یہاں ایک صاحب کافی عرصے تک کام کرتے رہے ہیں۔ وہ میرے دوست بھی رہے ہیں اور جتاب۔ بلیواریا کو جس قدر

محفوظ بنایا گیا ہے اس سے بظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ اس سارے ستم میں کوئی خرابی نہیں ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے تو اس بلیوارڈ سے باہر جانے کا ایک خفیہ راستہ موجود ہے۔ یہ ایک سرگ ہے جو آگے جا کر ریت میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس سرگ میں ریز کام نہیں کرتیں۔ اس سرگ کے اندر لوگ باہر سے آنے والوں سے ملے رہتے ہیں۔ لڑکیاں بھی باہر سے آتی رہتی ہیں اور اس سرگ میں ان کی اپنے دوستوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور وہ کئی کئی گھنے اس بڑی سی سرگ میں گزار کر واپس چلی جاتی ہیں۔ جیسے میں نے پہلے بتایا ہے یہاں بطور ٹینکنیشن ایک آدمی جس کا نام سوبرز ہے، کام کرتا رہا ہے۔ وہ میں لیبارٹری میں کام کرتا تھا۔ چار سال وہ یہاں کام کرتا رہا ہے۔ پھر وہ پھر ہو گیا تو اسے ٹینکن بھجوادیا گیا۔ اسے یہاں سے گئے ہوئے بھی پانچ سال ہو گئے ہیں۔ اسے اس سرگ کا بھی پتہ ہے۔ ایک اور آدمی کے ذریعے اس کا مجھے پیغام ملا کہ میں اس سرگ میں ملاقات کروں۔ میں چلا گیا اور اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے کہا کہ اگر میں اس کا کام کروں تو وہ مجھے پانچ لاکھ ڈالرز دلواسکتا ہے اور اس رقم کے بعد مجھے یہاں نو کری کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ پانچ لاکھ ڈالرز بہت بڑی رقم ہے اس لئے میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ پھر میں نے آمادگی ظاہر کی تو اس نے بتایا کہ وہ اس وقت ٹینکن کے ایک کلب میں کام کرتا ہے۔ کلب کے مالک اور جزل نیجرڈین نے اسے ایک جوڑے سے ملوایا۔ ان کا تعلق پاکیشیائی ایجنسیوں سے ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح آپ کو یہاں سے نکلاونا چاہتے ہیں۔ مجھے سے انہوں نے یہاں کے بارے میں بڑی تفصیل سے پوچھا اور پھر یہ بات طے ہو گئی کہ اگر کسی طرح میں انہیں چھوٹی چیز یہاں سے نکلا کر دے دوں تو وہ مجھے دس لاکھ ڈالرز دیں گے۔ میں نے بتایا کہ اسے معلوم ہے کہ میں لیبارٹری کے نیچے ایک خفیہ تہہ خانہ ہے۔ اس تہہ خانے میں سوائے سانس دانوں کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔ صرف سانس دانوں کے جسموں میں جو چیز ڈالی جاتی ہیں ان میں اس تہہ خانے میں جانے کی سہولت موجود ہے۔ چنانچہ مجھے مرفنی کا خیال آ گیا کیونکہ مرفنی آپ کی خدمت کرتا ہے اور آپ بھی سانس دان ہیں۔ آپ کو یہاں سے لے جانے کے لئے یہ سب کارروائی ہو رہی ہے تو میں نے سوبرز سے وعدہ کر لیا مگر مرفنی نے میری بات نہ مانی لیکن پھر جب کرٹل گیری نے اسے گالیاں دیں، مارا پیٹا اور اس کی توہین کی تو وہ مان گیا اور مجھے آپ کے پاس لے آیا۔..... برینڈی نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن مجھے تو ان چیزوں کا پتہ ہے اور نہ ہی اس تہہ خانے کا۔..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سوبرز جب پہلے اس لیبارٹری میں کام کرتا تھا تو اس وقت صرف سانس دانوں والی شرط موجود تھی۔ ٹینکنیشن بھی تہہ خانے میں جا کر وہاں سے مطلوبہ سامان لے آتے تھے اور سوبرز چیز اٹھا کر وہاں اندر اراج کرنے آتا تھا۔ اس نے مجھے ساری تفصیل بتائی تھی۔..... برینڈی نے کہا۔

”کیا تفصیل ہے۔ مجھے بتاؤ۔ میں کام کروں گا۔..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سوق لیں ڈاکٹر احسان۔ اس میں خطرات بھی ہیں۔..... مرفنی نے کہا۔

”تم فکر مت کرو۔ اگر میری وجہ سے تمہاری بے عزتی ہوئی ہے تو اب رقم بھی تمہیں میں ہی دلواؤں گا۔ مجھے تفصیل بتاؤ برینڈی۔..... ڈاکٹر احسان نے کہا تو برینڈی نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ ڈاکٹر احسان نے اس سے کئی سوالات کئے اور جب ان کی پوری تسلی ہو گئی کہ اب وہ یہ کام کر سکتے ہیں تو وہ خاصے مطمئن ہو گئے۔

”لیکن تم انہیں باہر کیسے بھیجو گے؟“ ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

”یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ سو بر ان دونوں یہاں پر انک میں ہی موجود ہے اور باہر سے لوگ مرنگ میں آ جا رہے ہیں۔ ان کے ذریعے اسے بلوا کر چپس کے حوالے کر دی جائیں گی؟“ برینڈی نے جواب دیا۔

”اور تمہیں رقم کیسے ملے گی؟“ ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

”ہمیں وہ اڑھائی لاکھ ڈالر ز کے دو گاریخند چیک دے گا۔ ایک چیک میرے پاس رہے گا اور ایک مرنی کے پاس۔ جب یہ بلانگ ختم ہو جائے گی تو ہم چھٹی لے کر یہاں سے نکلن جائیں گے اور یہ چیک اپنے اکاؤنٹس میں منجع کرا دیں گے۔ اس کے بعد ہمیں یہاں انتہائی سخت ماحول میں نوکری کرنے کی ضرورت نہ رہے گی؟“ برینڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آج رات ہی کوشش کروں گا کہ یہ چپس حاصل کروں“ ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”آپ خیال رکھیں گے ڈاکٹر صاحب۔ معمولی سا شہر ہونے پر آپ سمیت ہم سب مارے جائیں گے؟“ برینڈی نے کہا۔

”تم بے فکر ہو۔ کل اس وقت تم مجھ سے چپس لے سکتے ہو۔ میں نے یہ سوچ لیا ہے کہ کس وقت یہ بارہ ری خالی ہوتی ہے اور کس وقت میں تہذیب خانے سے چپس حاصل کر سکتا ہوں۔ اب یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ہو گا۔ میں نے سب سوچ لیا ہے“ ڈاکٹر احسان نے کہا تو برینڈی نے اشبات میں سر ہلا دیا اور پھر ڈاکٹر احسان سے اجازت لے کر وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے تو ڈاکٹر احسان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ یہ کام کر لیں گے۔ اس طرح وہ پاکیشی ایجنٹوں کے ساتھ ساتھ اپنے اور اپنے ملک کے لئے بھی کام کر سکیں گے۔



کیپٹل ایجنٹسی

کیپٹل ایجنٹسی، مظہر کلیم کی عمران سیریز کا ایک اور تیز رفتار اور ایکشن سے بھر پور سائنسی ناول ہے۔ اس بار پاکیشی کے سائنسدانوں نے ایک ایسا لیزر ہتھیار ایجاد کیا ہے جو کسی بھی آتشی اسلحہ یا جاندار کو کچھ دری کے لئے بیکار کر سکتا ہے۔ ایکریمیائی حکومت نے اس ہتھیار کو تباہ کرنے کے لئے کیپٹل ایجنٹسی کی خدمات حاصل کی ہیں۔ لیکن عمران اور اس کے ساتھیوں نے نہ صرف اس ایجنٹسی کو ختم کر دیا اکردو یا بلکہ ایکریمیائی ایک انتہائی اہم یہ بارہ ری بھی تباہ کر دی۔

کیپٹل ایجنٹسی ”کتاب گھر پر دستیاب ہے۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کرٹل کی کارتیزی سے پرانک شہر کے مغربی علاقے میں واقع ایک کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیور نگ سیٹ پر کرٹل خود تھی جبکہ عقبی سیٹ پر اس کے سیکشن کا ایک آدمی رچڑ بیٹھا ہوا تھا۔ رچڑ نے اسے اطلاع دی تھی جس کی تصدیق کے لئے وہ خود اس کلب میں جا رہی تھی۔

”کیا تمہیں یقین ہے رچڑ کہ وہ عورت درست بات کر رہی تھی؟“..... کرٹل نے اچانک کہا۔

”میں نے تو اس کی باتیں سنی ہیں میڈم۔ اب تجھے جھوٹ تو اس سے پوچھنے پر ہی سامنے آئے گا“..... رچڑ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ دوبارہ دو ہراو۔ اس نے کیا کہا تھا؟“..... کرٹل نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”وہ اپنی ایک فرینڈ سے کہہ رہی تھی کہ اس کا دوست سو بر ز پانچ سال بعد پرانک آیا تھا اور دو روز اس کے پاس رہا اور بلیو ایریا سے چسپے لے کر واپس گیا ہے اور اسے ایک لاکھ روپے بھی دے گیا ہے“..... رچڑ نے کہا۔

”تم اس وقت کہاں موجود تھے؟“..... کرٹل نے ایسے لمحے میں کہا جیسے اسے رچڑ کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو۔

”میں ساتھ والی میز پر بیٹھا ہوا تھا اور میں نے اس کا یہ فقرہ بخوبی ساتھا اور بلیو ایریا اور چسپے کے بارے میں سن کر میں چونکا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر بعد اٹھ گئیں تو میں نے ایک عورت کا تعاقب کیا۔ وہ اس کلب میں ہی ملازم ہے۔ اس کا نام جیٹ ہے اور اس کلب سے ملحقہ بلاک میں رہتی ہے۔ پھر میں نے آپ کو فون کیا تھا“..... رچڑ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس وقت جیٹ کہاں ہو گی۔ کیا اپنے فلیٹ میں یا ڈیوپل پر؟“..... کرٹل نے پوچھا۔

”میں نے معلوم کیا تھا۔ اس کی ڈیوپل رات گئے شروع ہوتی ہے اور صبح تک رہتی ہے۔ وہ کلب کے شراب خانے میں کام کرتی ہے۔“..... رچڑ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرٹل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کرٹل پرانک میں واقع ہیڈ کوارٹر میں تھی کہ رچڑ کا فون اسے ملا اور اس نے جب یہ فقرہ بتایا تو اس نے اسے فوری ہیڈ کوارٹر بلوا لیا تاکہ اسے کرٹل سمجھ سے ملوا سکے لیکن پھر اسے معلوم ہوا کہ کرٹل سمجھ ہیڈ کوارٹر میں موجود نہیں ہے تو کرٹل نے رچڑ کو ساتھ لے کر اس عورت جیٹ سے ملنے اور اس سے اصل بات انکلوانے کا فیصلہ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار ریڈ ایر و کلب کے کپاؤنڈ گیٹ میں داخل ہو کر پارکنگ کی طرف مڑ گئی۔ پارکنگ کارڈ لے کر وہ دونوں کار لाक کر کے مڑے۔

”آئیں میڈم۔ ہمیں سائیڈ سے عقبی طرف جانا ہوگا“..... رچڑ نے کہا تو کرٹل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر کلب کو کر اس کر کے وہ تھوڑی دیر بعد ایک فلیٹ کے بندرووازے پر موجود تھے۔ دروازے کے ساتھ ہی جیٹ کے نام کی پلیٹ تھی۔ کرٹل نے کال بیل کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”کون ہے؟“..... ڈر فون سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”رچڑ۔ مجھے پروڈاکٹر میکس نے بھیجا ہے۔“..... رچڑ نے اس کلب کے ایک پروڈاکٹر کا نام لیتے ہوئے کہا۔

”میکس نے۔ کیوں؟“..... اندر سے جیرت بھری آواز سنائی دی۔

”ایک خصوصی پیغام اور ایک خصوصی گفت دینا ہے۔“..... رچڑ نے جواب دیا تو اندر سے کنک کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو ایک عورت دروازے پر کھڑی نظر آئی۔

”تم۔ تم۔“ اس نے کرٹل اور چڑو کو دیکھ کر حیرت بھرے لبھ میں کہا۔

”گھبرا نے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے تم سے چند باتیں کرنی ہیں،“ کرٹل نے بڑے زم لبھ میں کہا اور پھر فلیٹ میں داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے رچڑ بھی اندر داخل ہو گیا۔

”تم۔ تم ہو گوں۔ اپنی شناخت تو کرو،“ اس عورت نے گھبرائے ہوئے لبھ میں کہا۔

”ہمارا تعلق ایک سرکاری ایجنسی سے ہے،“ کرٹل نے جواب دیا۔

”سرکاری ایجنسی۔ مگر میں نے کیا کیا ہے؟“ عورت نے سرکاری ایجنسی کا سن کر اور زیادہ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ہم نے تم سے چند معلومات حاصل کرنی ہیں اس لئے اطمینان سے بیٹھ جاؤ،“ کرٹل نے کہا تو وہ عورت چھوٹے سے ڈرائیورگ روم کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کرٹل اس کے سامنے والی کرسی پر اور چڑو سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تمہارا نام جیت ہے اور تم ریڈ ایر و کلب میں کام کرتی ہو،“ کرٹل نے کہا۔

”ہاں،“ جیت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے کلب کے ڈائیکنگ ہال میں ایک عورت سے بات کرتے ہوئے اسے بتایا تھا کہ تمہارا دوست سوبرز پانچ سال بعد پر ایک آیا تھا اور دو روز تمہارے پاس رہا۔ پھر بلیو ایریا سے چپس لے کر واپس گیا اور تمہیں ایک لاکھ ڈالرز بھی دے گیا ہے اور سنو۔ انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمہاری یہ بات چیت ہمارے پاس ریکارڈ ہے،“ کرٹل نے تیز لبھ میں کہا۔

”ہاں۔ میں نے یہ بات کی تھی لیکن اس میں تم لوگوں کا کیا داخل ہے۔ تم کیوں آئے ہو،“ جیت نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لبھ میں کہا۔

”ہمیں تفصیل بتاؤ کہ کس قسم کی چپس وہ لے گیا ہے اور کس نے اسے چپس دی ہیں۔ ساری تفصیل بتاؤ،“ کرٹل نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ مس اتنا ہی معلوم تھا جو میں نے اس عورت کو بتایا تھا،“ جیت نے جواب دیا۔

”رچڑو،“ کرٹل نے کہا تو رچڑ بھلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس نے مشین پسل نکا کر جیت کی کپٹی سے لگا دیا۔

”میں صرف تین تک گنوں گی۔ اس کے بعد رچڑ میگد بادے گا۔ ون۔ ٹو،“ کرٹل نے گفتگی گناہ شروع کر دی۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتی ہوں۔ سب کچھ بتاتی ہوں۔ رک جاؤ۔ مجھے مت مارو،“ جیت نے ہدیانی انداز میں چھنتے ہوئے کہا۔ اس کا چونکہ فیلڈ سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ عام سی عورت تھی اس لئے وہ بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔

”میں تین کہہ دوں گی۔ بولتی جاؤ۔ اب تمہارے پاس گنجائش نہیں ہے،“ کرٹل نے غراتے ہوئے کہا۔

”سوبرز آج سے پانچ سال پہلے بلیو ایریا میں کام کرتا تھا۔ وہ میرا دوست تھا اور میرے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ پھر وہ اچانک بیمار ہو گیا تو اسے واپس بھیج دیا گیا اور وہ علاج کے لئے لکشن چلا گیا۔ پھر میرا اس سے رابط نہیں ہو سکا۔ سوائے ایک دوبار جب میں لکشن گئی تو اس سے ملی۔ وہ

وہاں ایک کلب میں ملازم تھا۔ پچھلے دنوں وہ اچانک پرانک آگیا اور مجھ سے ملا۔ میں اس سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ وہ یہاں میرے پاس رہا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک انتہائی اہم کام کے لئے لوگشن سے یہاں آیا ہے اور اسے اس کام کے دل لاکھڑا الرزلے ہیں۔ میرے مزید پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ بلیو ایریا سے چھپس حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بس اس سے زیادہ اس نے کچھ نہیں بتایا اور پھر ایک روز اس نے مجھے ایک پیکٹ دکھایا کہ اس نے مطلوبہ چھپس حاصل کر لی ہیں۔ پھر اس نے مجھے ایک لاکھڑا الرزا عامدیا اور پھر وہ واپس لوگشن چلا گیا۔ جیفت نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ کب کی بات ہے؟“..... کرشل نے پوچھا۔

”آج اسے گئے ہوئے تین روز ہو گئے ہیں“..... جیفت نے جواب دیا۔

”اس نے کیسے یہ چھپس حاصل کی تھیں۔ تفصیل سے بتاؤ“..... کرشل نے کہا۔

”میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن اس بارے میں اس نے کچھ نہیں بتایا۔ میں سچ کہہ رہی ہوں“..... جیفت نے کانتے ہوئے لمحے میں کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

”لوگشن میں اس سے رابطہ کہاں ہو سکتا ہے۔ کس کلب میں وہ کام کرتا ہے؟“..... کرشل نے پوچھا۔

”اس نے بتایا تھا کہ وہ شاگ کلب میں کام کرتا ہے۔ اس کا باس ڈائنسن ہے جس نے اسے یہاں بھیجا ہے“..... جیفت نے جواب دیا تو کرشل نے سامنے میز پر رکھے ہوئے فون کار سیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔ ”لیں۔ انکو اڑی پلیز“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”شاگ کلب کا نمبر دیں“..... کرشل نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو کرشل نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر فون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے۔ آخر میں اس نے لاڈر کا بٹن بھی پر لیں کر دیا۔

”شاگ کلب“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں پرانک سے جیفت بول رہی ہوں۔ سوبرز میرا دوست ہے۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے؟“..... کرشل نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرشل نے رسیور جیفت کے کان سے لگا دیا۔

”اس سے اس طرح بات کرو کہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اس کی تصدیق ہو جائے تاکہ تمہاری جان نجات جائے“..... کرشل نے کہا۔

”ہیلو“..... اسی لمحے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”جیفت بول رہی ہوں پرانک سے سوبرز“..... جیفت نے تیز لمحے میں کہا۔

”اوہ تم۔ کیوں فون کیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات؟“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”جب سے تم یہاں سے گئے ہو میں تمہیں بے حد مس کر رہی ہوں۔ کیا تم ایک دو ماہ کے لئے یہاں نہیں آ سکتے یا اگر کہو تو میں وہاں تمہارے پاس آ جاؤں؟“..... جیفت نے کہا۔

”اُرے نہیں۔ میں لوگوں سے شاید چلا جاؤں۔ جب کہیں اور سیل ہوا تو پھر تم سے بات ہوگی۔ پھر کچھ طے کر لیں گے لیکن ابھی نہیں،“ سوبر زنے کہا۔

”لیکن تمہیں اب رقم تو کافی مل گئی ہے۔ میرے پاس بھی تمہارے دیے ہوئے ایک لاکھ ڈالر م موجود ہیں۔ ہم سب ملا کر کسی اچھی ریاست میں شاہزادی گزار سکتے ہیں،“.....جیٹ نے کہا۔

”نہیں جیٹ۔ ابھی ایسا ممکن نہیں ہے۔ پھر بات ہوگی اور ہاں۔ اب دوبارہ مجھے فون نہ کرنا۔ گذبائی،“.....دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرٹل نے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

”اے آف کر دور چڑا،“.....کرٹل نے سرد لبجے میں کہا تو رچڑا نے ٹریگر دیا۔ تریکھ اہٹ کی آواز کے ساتھ ہی جیٹ کی کھوپڑی سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فرش پر پھیل گئی اور اس کا جسم ڈھیلا پڑ کر کسی کی سائید سے ٹیڑھے میڑھے انداز میں فرش پر گر گیا۔

”آؤ،“.....کرٹل نے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”میدم۔ کیا اس کی ہلاکت ضروری تھی؟“.....رچڑا نے دروازے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ورنہ ہمارے جاتے ہی یہ سوبر ز کو فون کر کے سب کچھ بتاویتی اور وہ فرار ہو جاتا جبکہ اب ہم ہیڈ کو اڑ جا کر لوگوں میں اپنے سیکشن کے آدمیوں سے کہہ کر اس سوبر ز کو کور کر کے اس سے سب کچھ اگلوالیں گے،“.....کرٹل نے کہا تو رچڑا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ان کی کار تیزی سے واپس ہیڈ کو اڑ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ہیڈ کو اڑ رکھنے کر کرٹل کو جب معلوم ہوا کہ کرٹل سمعتھا اپنے آفس میں واپس آچکا ہے تو وہ کرٹل سمعتھ کے آفس کی طرف بڑھ گئی۔

”آؤ کرٹل آؤ۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ تم رچڑا کے ساتھ کسی خصوصی کام کے لئے گئی ہو۔ کیا ہوا ہے؟“.....کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”ہم یہاں پا کیشیائی ایجنٹوں کو ٹریکس کرتے پھر رہے ہیں جبکہ ان پا کیشیائی ایجنٹوں نے لوگوں میں بیٹھ کر بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔“.....کرٹل نے کہی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو کرٹل سمعتھ چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”یا کہہ رہی ہو۔ کیسی کامیابی؟“.....کرٹل سمعتھ نے حیرت بھرے لبجے میں کہا تو کرٹل نے اسے رچڑا کی طرف سے ملنے والی اطلاع اور پھر حیرت سے حاصل ہونے والی تمام معلومات تفصیل سے بتا دیں۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہاں کس نے انہیں یہ چیس مہیا کی ہوں گی اور کیسے؟“.....کرٹل سمعتھ نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”اپنے لوگوں میں موجود ایجنٹس سے کہو کہ وہ اس سوبر ز کو اخوا کر کے اس سے سب کچھ فوری طور پر اگلوالیں تاکہ اس کے مطابق یہاں کارروائی کی جاسکے،“.....کرٹل نے کہا تو کرٹل سمعتھ نے اثبات میں سر ہلا تے ہوئے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔



کرنل گیری بلیو ایریا میں اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی متمنم گھنٹی نجٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”لیں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”بلیک اینجنی کے کرنل سمعتھ کی کال ہے“..... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری کی موڈبائی آواز سنائی دی۔
”کراوبات“..... کرنل گیری نے کہا۔

”کرنل سمعتھ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد کرنل سمعتھ کی بھاری آواز سنائی دی۔
”لیں کرنل سمعتھ۔ کوئی خاص بات“..... کرنل گیری نے کہا۔

”صرف خاص نہیں بلکہ خاص الخاص“..... کرنل سمعتھ نے جواب دیا تو کرنل گیری بے اختیار چوک پڑا۔
”ایسی کیا بات ہو گئی ہے“..... کرنل گیری نے قدرے بر امنانے والے لبھ میں کہا۔

”کرنل گیری۔ تمہاری زبرست سیکورٹی کے باوجود ایسی شی سے چھچپس پاکیشی اینجنوں کے پاس نگٹن چنچ پچھی چکی ہیں“..... کرنل سمعتھ نے کہا۔
”یہ کیسے ممکن ہے کرنل سمعتھ۔ اب کیا تم دن میں تو خواب دیکھنے نہیں لگ گئے“..... کرنل گیری نے غصیلے لبھ میں کہا۔

”یہ خواب نہیں حقیقت ہے“..... کرنل سمعتھ کی آواز سنائی دی۔

”اب ایسا ممکن ہی نہیں کرنل سمعتھ۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایسی میں کوئی داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ پھر نیچپس تو انتہائی خفیہ تھہ خانے میں ہوتی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی آدمی چاہے وہ کوئی بھی ہو خفیہ تھہ خانے میں جا کر وہاں سے چپس چدائے، پھر باہر آ کر بلیو ایریا سے باہر جا کر چپس کسی کے حوالے کرے اور کنشروں ناوارا سے چیک ہی نہ کر سکے“..... کرنل گیری نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس سب کچھ کے باوجود ایسا ہوا ہے“..... کرنل سمعتھ نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے روپورٹ ملی ہے۔ کس نے دی ہے اور تمہیں اس بات پر اتنا یقین کیوں ہے“..... کرنل گیری نے ایک بار پھر غصیلے لبھ میں کہا۔
”نئی چپس یقیناً گفتگو کر کے رکھی جاتی ہوں گی اور ان کے استعمال کے بعد باقاعدہ اندر اجاجات ہوں گے“..... کرنل سمعتھ نے کہا۔

”ہاں۔ کمپیوٹر میں مکمل ڈیٹا موجود ہوتا ہے“..... کرنل گیری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو تم پہلے چیک کراؤ۔ اگر تمہیں چھچپس کی کمی کا معلوم ہو جائے تو مجھے فون کرنا ورنہ تمہیں میری کسی بات کا یقین نہیں آئے گا“..... کرنل سمعتھ نے بھی تیز لبھ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے نا نفس۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے“..... کرنل گیری نے کہا اور پھر چند لمحوں تک وہ ہونٹ بھنجچے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور فون سیٹ کے نیچے موجود ایک بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری کی موڈبائی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر میورک سے میری بات کرواؤ۔“ کرٹل گیری نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ڈاکٹر میورک لیبارٹری اور اس خفیہ تہہ خانے میں موجود سٹور کا مین کنٹرولر تھا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی نجاحی تو کرٹل گیری نے رسیور اٹھایا۔

”لیں،“ کرٹل گیری نے کہا۔

”ڈاکٹر میورک سے بات کریں،“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلوڈاکٹر میورک۔ میں کرٹل گیری بول رہا ہوں،“ کرٹل گیری نے قدرے موڈ بانہ لجھے میں کہا۔

”لیں کرٹل۔ کیوں کال کی ہے،“ دوسری طرف سے ایک بھاری اور قدرے سردی آواز سنائی دی۔

”ڈاکٹر میورک۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لیبارٹری سے چھٹی چپس چوری کر کے انگش میں پاکیشیائی ایجنٹوں کو پہنچائی گئی ہیں،“ آخر کار کرٹل گیری نے اصل بات بتادی جسے بتاتے ہوئے وہ پچکچا رہا تھا۔

”یہ کیسے ممکن ہے کرٹل گیری۔ آپ کو یقیناً غلط اطلاع دی گئی ہے،“ ڈاکٹر میورک نے تیز اور غصیلے لجھے میں کہا۔

”مجھے بھی اس اطلاع پر آپ کی طرح یقین نہیں آ رہا لیکن اس کے باوجود چیکنگ کرنا تو ہماری ڈیوٹی میں شامل ہے۔ کیا آپ چیکنگ کر کے مجھے بتائیں گے؟“ کرٹل گیری نے کہا۔

”آپ کے کہنے پر میں چیکنگ کر لیتا ہوں ورنہ اس کا ایک فیصد بھی امکان نہیں ہے کیونکہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے،“ ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”تحقیکس۔ میں آپ کی کال کا انتظار کروں گا،“ کرٹل گیری نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجاحی تو کرٹل گیری نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں،“ کرٹل گیری نے اپنے مخصوص لجھے میں کہا۔

”ڈاکٹر میورک لائن پر ہیں،“ دوسری طرف سے موڈ بانہ لجھے میں کہا گیا۔

”لیں ڈاکٹر میورک۔ کیا رپورٹ ہے،“ کرٹل گیری نے ایسے انداز میں کہا جیسے اسے یقین ہو کہ ڈاکٹر میورک کہے گا کہ چیکنگ کے بعد اس کی اطلاع غلط ثابت ہوئی ہے۔

”کرٹل گیری۔ شاک میں سے چھٹی چپس غائب ہیں،“ ڈاکٹر میورک کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی تو کرٹل گیری کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے پچھلا ہوا سیسہ اس کے کافنوں میں اندھیل دیا ہو۔

”کیا۔ کیا درست کہہ رہے ہو،“ کرٹل گیری نے رک رک کر اور انتہائی حیرت بھرے لجھے میں کہا۔ اس کے ذہن میں ابھی تک مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔

”ہا۔ یہ درست ہے۔ وہاں سے واقعی چھٹی چپس چوری ہو چکی ہیں،“ ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”لیکن کیسے ڈاکٹر میورک۔ کس نے چراں ہیں۔ خفیہ تہہ خانے میں تو سوائے سائنس دانوں کے اور کوئی نہیں جا سکتا“..... کرٹل گیری نے اپنے آپ کو سنجھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس کا مطلب ہے کہ اس پاکیشیائی سائنس دان نے یہ حرکت کی ہے لیکن وہ تہہ خانے میں تو جا سکتا ہے۔ بلیواریا سے باہر تو نہیں جا سکتا اور پھر اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ نیچپس خفیہ تہہ خانے میں ہیں اور تہہ خانہ کھولنے کے خصوصی سٹم کا بھی اسے علم نہیں ہو سکتا“..... ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”ڈاکٹر میورک۔ وہ تو یہاں نیا آیا ہے۔ یہ کام کسی ایسے آدمی کا ہے جو یہاں طویل عرصے سے رہ رہا ہوں اور اسے تمام سٹم کا بخوبی علم ہو“..... کرٹل گیری نے جواب دیا۔

”میرے خیال میں تو ایسا کوئی سائنس دان نہیں ہے۔ سب ہی انتہائی مغلص، محبت وطن ہیں اور طویل عرصے سے یہاں کام کر رہے ہیں“..... ڈاکٹر میورک نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں خود معلوم کرتا ہوں“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے فون کے نچلے حصے میں موجود بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔
”کرٹل سمحہ سے میری بات کرو“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجھنٹی کی آواز سنائی دی تو کرٹل گیری نے رسیور اٹھا لیا۔

”کرٹل سمحہ سے بات کچھے سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو کرٹل سمحہ۔ میں کرٹل گیری بول رہا ہوں“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”کیا رپورٹ ہے چپس کے بارے میں“..... کرٹل سمحہ نے کہا۔

”حریت انگلیز۔ ناقابل یقین۔ لیکن چپس واقعی چوری ہوئی ہیں۔ مجھے تو ابھی تک سمجھنہیں آرہی کہ یہ سب کیسے ہوا۔ کس نے کیا اور آپ کو کیسے اس کی رپورٹ ملی ہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”ایک کلب میں ایک عورت نے دوسری عورت سے بات کی جو ہمارے ایک ایجنت نے سن لی۔ اس بات چیت میں چپس کا ذکر تھا۔ چنانچہ کرٹل کو اس کی اطلاع میں تو اس نے اس عورت کو گھیر لیا۔ اس عورت نے بتایا کہ اس کا ایک دوست و نگشن سے پانچ سال بعد پرانک آیا تھا۔ وہ یہاں دو روز تک رہا۔ پھر جاتے ہوئے وہ اس عورت کو ایک لاکھ ڈالرز بھی دے گیا۔ اس عورت نے بتایا کہ اس کے دوست نے اسے بتایا کہ اسے دس لاکھ ڈالرز اس کام کے لئے دیئے گئے تھے۔ یہ آدمی پانچ سال پہلے بلیواریا میں بطور ٹکنیشن کام کرتا تھا۔ پھر شاید یہاں ہو گیا تو اسے واپس بھجوادیا گیا اور اب وہ نگشن کے ایک کلب میں کام کرتا ہے۔ اسے یہاں نئی چپس کے لئے بھیجا گیا تھا اور اس نے یہاں کسی کو اڑھائی لاکھ ڈالرز دے کر چھٹی چپس

حاصل کر لی ہیں۔ کرٹل نے اس آدمی سے جس کا نام سو برز ہے، رابطہ کیا تو وہ آدمی واقعی وہاں موجود تھا جس پر ہم نے لٹکن میں اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ اس سے اصل بات معلوم کریں۔ انہوں نے اسے گھیر لیا لیکن اس آدمی کا دل کافی کمزور تھا۔ معمولی سے تشدید سے وہ ہلاک ہو گیا۔ وہ صرف اتنا بتا سکا کہ اس نے بلیوایریا میں کسی برینڈی نام کے آدمی سے رابطہ کیا تھا اور برینڈی نے اسے یہ چھپس لا کر دی تھیں۔ کرٹل سمجھنے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ چھپس بلیوایریا سے باہر کیے چلی گئیں“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”وہ یہ بتانے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا۔ البتہ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اسے یہ کام کلب کے مالک اور جزل فیجرڈیشن نے دلوایا تھا۔ ڈیشن خاصاً بڑا اور مشہور گینکسٹر ہے اس لئے اس پر ہاتھ نہ ڈالا جاسکا۔ البتہ اس نے یہ بتا دیا کہ یہ چھپس پا کیشیائی ایجنسیوں نے منگوائی تھیں۔“..... کرٹل سمجھنے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”پھر اب آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا یہ لوگ بلیوایریا میں داخل ہو جائیں گے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ ہم یہاں ریڈارٹ ہیں۔ ان کے یہاں پہنچتے ہی ہم ان کا خاتمہ کر دیں گے اس لئے انہیں یہ چھپس بھی کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔“..... کرٹل سمجھنے کہا۔

”اوہ کے۔ بہر حال میں معلوم کرتا ہوں کہ یہ برینڈی کون ہے اور اس نے کس طرح یہ چھپس چوری کرائی ہیں اور کیسے بلیوایریا سے باہر پہنچا گئیں۔“..... کرٹل گیری نے کہا اور سیور رکھ دیا۔ پھر اس نے انتر کام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے کئی نمبر پر لیس کروئے۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے اس کے اسٹنٹ کیپٹن براون کی موددانہ آواز سنائی دی۔

”کیپٹن براون۔ بلیوایریا میں ایک آدمی برینڈی ہے۔ اسے تلاش کر کے میرے آفس میں لے آؤ۔“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”کس سیکشن میں ہے وہ“..... کیپٹن براون نے کہا۔

”مجھے معلوم نہیں ہے۔ صرف اس کا نام معلوم ہوا ہے۔ تمام سیکشن چیک کراؤ۔“..... کرٹل گیری نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی خامیاں موجود ہیں۔ چھپس چوری ہو سکیں اور پھر یہاں سے باہر پہنچ گئیں اور باہر سے لٹکن۔ جیرت ہے۔“..... کرٹل گیری نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً دوسرے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”کیپٹن براون بول رہا ہوں بس“..... دوسری طرف سے کیپٹن براون کی آواز سنائی دی۔

”سر۔ پورے بلیوایریا میں ایک ہی آدمی برینڈی نام کا ہے اور وہ پیشل سیکشن میں ملازم ہے۔“..... کیپٹن براون نے کہا۔

”پیشل سیکشن تو سپلائی کا کام کرتا ہے۔“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”لیں سر“..... کیپٹن براون نے کہا۔

”یہ بینڈی کہاں ہے اس وقت“..... کرنل گیری نے پوچھا۔

”اپنے رہائشی میں ہے“..... کیپٹن براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اسے گرفتار کر کے سیکورٹی کے نارچنگ روم میں لے آؤ اور وہاں راؤز میں جذڑ دو۔ اس کے بعد مجھے اطلاع دو۔ اس سے پوچھ چکھے میں خود کروں گا“..... کرنل گیری نے کہا۔

”لیں سر۔ میں نے بھی پوچھنا تھا کیونکہ آپ نے پہلے اسے براہ راست اپنے آفس میں طلب کیا تھا“..... کیپٹن براؤن نے کہا۔

”نبیس۔ اس سے انتہائی قسمی معلومات حاصل کرنی ہیں اس لئے اسے وہاں نارچنگ روم میں پہنچا دو“..... کرنل گیری نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔



بزر گنبد کے سائے میں

بزر گنبد کے سائے تلے قاری اولیس قادری کی ۲۰۰ سے ذاکر مشہور حمدیہ نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اُنہی، ریڈ یا اور نعتیہ شاعرے میں پڑھی۔ اس نعتیہ مجموعے کو جناب غلام مجتبی قادری نے ترتیب دیا ہے اور اس میں قاری اولیس قادری اولیس قادری کی بہت سے مشہور و معروف نعتیں موجود ہیں جیسے اللہ ہو اللہ ہو، گناہوں کی عادت چھڑا میرے مولا، کوئی تو ہے جو نظامِ اُستی چلا رہا ہے، اللہ کرم اللہ اللہ، یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام، میں مدینہ چلا، در پہ بلا و ملکی مدنی، آیا ہے بلا و اجھے در بار بُنیٰ سے، تاجدار حرم ہونگا و کرم، بھروسہ جھوٹی میری یا محمد، نوری محفل پر چادرتی نور کی، جشن آمد رسول، سرور گھوں کہ مالک و مولا کھوں تجھے، آسمان گرتیرے تلووں کا نظارہ کرتا، حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے، تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا، بزر گنبد کے سائے میں گھر چاہیے، میں تو پچھن کا غلام ہوں، متفقیات بکھور غوث اعظم، شاہ مرداں شیر زدال، شکریہ آپ کا بغداد بلا یا یاغوث اعظم، سلطان اولیاء کو ہمارا سلام، سید نے کر بلا میں وعدے نبھا دیے، سرکار غوث اعظم، سلطان کر بلا کو ہمارا سلام، سن لو اے پیروں کے پیر، جیسے شاہ نورانی، کلام صلاۃ وسلام، کلام میاں محمد بخش علیہ السلام، کلام حضرت سلطان با ہو، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، یا نبی سلام علیک یا رسول اللہ سلام علیک، اے بیان عرب تیری بھاروں کو سلام۔ **بزر گنبد کے سائے میں** کتاب گھر پرستیاب ہے جسے شاعری حمد و نعت سیکھن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کرٹل سمعتھ اپنے آفس میں موجود تھا جبکہ کرٹل بھی میز کی دوسری طرف کری پڑی تھی لیکن ان دونوں کے چہروں پر غور و فکر اور انتہائی سنجیدگی کے تاثرات نمایاں تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دونوں فلسفے کی کسی پیچیدہ گتھی کو سلجنے کے لئے سوچ کی انتہائی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہوں۔

”اوہ واقعی“..... اچانک کرٹل نے چونک کر کہا تو سامنے موجود کرٹل سمعتھ بھی بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا ہوا۔ کوئی نیا آئیڈیا“..... کرٹل سمعتھ نے امید بھرے لجھے میں کہا۔

”نیا۔ بلکہ زبردست آئیڈیا کہو“..... کرٹل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا آئیڈیا ہے۔ بتاؤ تو سکی“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”ہم اس لئے پریشان ہو رہے تھے کہ ایسے لوگوں کو کس طرح چیک کیا جائے گا جو لوگوں نے بیٹھ کر ایسی سی سے نی چسپ مل گوا سکتے ہیں تو وہ ہمارے ان میک اپ چیک کرنے والے کیروں سے بچنے کا بھی کوئی نہ کوئی طریقہ سوچ لیں گے“..... کرٹل نے کہا۔

”ہاں۔ بلکہ مجھے تواب یقین ہونے لگ گیا ہے کہ ہم یہاں ہیڈ کوارٹر ہنا کر بیٹھے رہ جائیں گے اور وہ پاکیشیائی سائنس دان کو نکال کر لے جائیں گے“..... کرٹل سمعتھ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور میں نے جو سوچا ہے وہ زبردست ہے۔ انتہائی زبردست“..... کرٹل نے کہا۔

”کیا سوچا ہے۔ یہ تو بتاؤ“..... اس بار کرٹل سمعتھ نے جھلانے ہوئے لجھے میں کہا۔

”جھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا آئیڈیا صرف میں ہی سوچ سکتی ہوں۔ تم سیکشن چیف بننے ہوئے ہو۔ لیکن تمہارا ذہن ابھی صد یوں تک میرے ذہن تک نہیں پہنچ سکتا“..... کرٹل نے اسے جھلاتے دیکھ کر قدرے غصیلے لجھے میں کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم بے حد ٹکلنڈ ہو لیکن کہتے ہیں کہ عورت کو ایک خاص حد تک ہی ٹکلنڈ رہنا چاہئے۔ زیادہ ٹکلنڈ عورت سرے سے عورت ہی نہیں رہتی“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”یہ سب تو مردوں کا پروپیگنڈہ ہے۔ تم عورتوں سے جلتے ہو۔ تم ایسی مخلوق ہو جو صرف اپنے منہ میاں مٹھو بنتی رہتی ہے“..... کرٹل نے اور زیادہ غصیلے لجھے میں کہا۔

”اب آئیڈیا بتاؤ۔ مزید باتیں پھر کریں گے۔ ایمانہ ہو کہ ہم واقعی باتیں ہی کرتے رہ جائیں“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”اصل مسئلہ ان پاکیشائیوں کی شناخت کا ہے کیونکہ ان پاکیشائی ایجنٹوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ میک اپ کے ماہر ہیں۔ انتہائی تیز رفتاری سے کام کرتے ہیں اور حیران کن حد تک کامیابی حاصل کر لیتے ہیں تو میرے ذہن میں ان کی شناخت کا ایسا فول پروف آئیڈیا آیا ہے کہ اب یہ کسی صورت بھی شناخت ہونے سے نہیں بچ سکتے“..... کرٹل نے کہا اور سامنے بیٹھے کرٹل سمعتھ نے اس طرح سختی سے ہونٹ بھینچ لئے جیسے اس نے آئندہ ایک لفظ نہ بولنے کی قسم کھالی ہو۔ اسے واقعی کرٹل پر غصہ آرہا تھا جو مسلسل تمہید باندھے چلی جا رہی تھی۔

”اور آئیڈیا یا ہے کہ لازماً ان چھ پاکیشائی اینجنیوں نے اپنے جسموں میں یہاں سے حاصل کردہ چسپ ایڈ جسٹ کر لی ہوں گی۔ اگر ہم ان چسپ کو چیک کرنے والی مشین یہاں پر انک میں نصب کرالیں تو ان کی شناخت فوری ہو سکتی ہے اور ایک بار ان کی شناخت ہو جائے تو پھر ان کی بلاکت کوئی مسئلہ نہیں ہو گی۔ بولو۔ کیسا آئیڈیا ہے۔ فول پروف۔ زبردست“..... کرٹل نے کہا۔

”کمال ہے۔ تمہارا ذہن واقعی وہاں تک سوچ لیتا ہے جہاں تک کوئی انسان نہیں سوچ سکتا۔ ویری گذ آئیڈیا“..... کرٹل سمعھنے کہا تو کرٹل کا چہرہ کھل اٹھا۔

”تجینک یو“..... کرٹل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن اصل مسئلہ اس مشین کی آپرینگ ہے۔ اس سیٹلائٹ میں موجود مخصوص مشینری سے آپریٹ کیا جاتا ہو گا اور اس کی ریٹن بھی فلکہ ہوتی ہو گی“..... کرٹل سمعھنے کہا۔

”یہ باتیں کوئی سامنہ دان ہی بتاسکتا ہے۔ تم کرٹل گیری کے ذریعے بات تو کرو۔ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا“..... کرٹل نے کہا تو کرٹل سمعھنے فون کا رسیور اٹھایا اور فون کے نیچے موجود ایک بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”کرٹل گیری سے میری بات کراو“..... کرٹل سمعھنے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دری بعد گھنٹی نجٹھی تو کرٹل سمعھنے رسیور اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی لاڈر کا بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں“..... کرٹل سمعھنے کہا۔

”کرٹل گیری لائسن پر ہیں جتاب“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو کرٹل گیری۔ میں کرٹل سمعھ بول رہا ہوں“..... کرٹل سمعھنے کہا۔

”لیں کرٹل۔ فرمائیے“..... دوسری طرف سے کرٹل گیری کی آواز سنائی دی۔

”کرٹل گیری۔ ہمیں اطلاعات مل چکی ہیں کہ پاکیشائی اینجنیوں نے نئی چسپ اپنے جسموں میں ایڈ جسٹ کر لی ہیں۔ اس طرح وہ ای سٹی میں داخل ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں لیکن ہم انہیں وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی بلاک کر دینا چاہتے ہیں لیکن ہمارے لئے ان کی شناخت بڑا مسئلہ ہے۔ اس کا حل یہ نکالا گیا ہے کہ ان چسپ کے ذریعے ان کی شناخت آسانی سے کی جاسکتی ہے کیونکہ اس وقت یہاں پر انک میں سوائے ان چھ چسپ کے اور کوئی چپ موجود نہیں ہو گی لیکن اس کی عملی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کسی سامنہ دان سے ہماری بات کر سکتے ہیں“..... کرٹل سمعھنے کہا۔

”آئیڈیا تو اچھا ہے کرٹل سمعھ۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں ڈاکٹر میورک سے آپ کی بات کرتا ہوں۔ وہ ان سارے انتظامات کے انچارج ہیں“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کلک کی آواز سنائی دی اور لائسن پر خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ ڈاکٹر میور ک بول رہا ہوں“..... بھاری آواز میں کہا گیا۔

”کرئیل سمتحہ بول رہا ہوں چیف آف پرسیکشن بلیک ایجنٹسی۔ ہم پر انک میں موجود ہیں تاکہ پاکیشانی ایجنٹوں کو ای سٹی میں داخل ہونے سے پہلے ہی بلاک کر دیں“..... کرئیل سمتحہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”مجھے بتا دیا گیا ہے۔ آپ ان چوری شدہ چیز کے ذریعے ان کی شناخت چاہتے ہیں“..... دوسری طرف سے ڈاکٹر میور ک نے کرئیل سمتحہ کی بات کا سچتہ ہوئے کہا۔

”آپ درست سمجھے ہیں“..... کرئیل سمتحہ نے کہا۔

”ای سٹی میں جوان تنظیمات کے گئے ہیں ان کی ریخ ای سٹی تک ہی محدود ہے۔ اس سے باہر چیز آف ہو جاتی ہیں۔ اس کے لئے البتہ ایک مشین پر انک کی کسی بلند عمارت پر نصب کرنا ہو گی اور اس کا کنٹرول روم بنانا ہو گا یا دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم یہاں مشین کی ریخ کو وسیع کر دیں اور پھر آپ کوفون پر اس کی اطلاع دے دیں“..... ڈاکٹر میور ک نے کہا۔

”یہاں مشین پہنچ اور سیٹ ہونے میں کتنا عرصہ لگ سکتا ہے“..... کرئیل سمتحہ نے کہا۔

”ایک ہفتہ۔ کیونکہ خاصاً پیچیدہ نیٹ ورک مکمل کرنا ہو گا“..... ڈاکٹر میور ک نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ریخ وسیع کر دیں لیکن کنٹرول روم پر انک کی حد تک ہم بنائیں تاکہ ہم اپنے طور پر فوری چیک کر کے فوری حملہ کر سکیں کیونکہ یہ پاکیشانی ایجنٹ انتہائی تیز رفتاری سے کام کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے اطلاع نہ آنے اور پھر شناخت مکمل ہونے تک وہ کہیں سے کہیں پہنچ سکتے ہیں“..... کرئیل سمتحہ نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم بلاکنگ ختم کر کے آپ کو کنٹرولنگ مشین اور انٹرنا بھروسہ دیتے ہیں۔ آپ اس انٹرنا کو کسی بھی بلند عمارت پر نصب کر دیں اور کنٹرولنگ مشین کو اس کے ساتھ مسلک کر کے اسے اوپن کر لیں۔ اس طرح پر انک میں موجود چیز کی نشاندہی آپ کو بخوبی ہو جائے گی“..... ڈاکٹر میور ک نے کہا۔

”یہ ٹھیک رہے گا۔ ہمارے پاس ایک آدمی گریم موجود ہے۔ وہ ایسے کاموں کا ماہر ہے۔ وہ یہ سب فوری سیٹ کر لے گا“..... کرئیل سمتحہ نے کہا۔

”اوکے۔ میں کرئیل گیری سے کہہ دیتا ہوں۔ وہ تمام انتظام کر لے گا“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرئیل سمتحہ نے رسپورٹ کھو دیا۔

”اب ہم یقیناً کامیاب ہو جائیں گے“..... کرئیل نے کہا تو کرئیل سمتحہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔



عمران اپنے ساتھیوں سمیت نگشن کے ہوٹل کے کمرے میں موجود تھا۔ ان سب نے اپنے اپنے جسموں میں چپ ایڈ جسٹ کرالی تھی اور ایسا میک اپ بھی کر لیا تھا جس کا غالب غصر سیسے تھا اس لئے انہیں یقین تھا کہ میک اپ چیک کرنے والے کمیرے بھی ان کا یہ خصوصی میک اپ چیک نہ کر سکیں گے اور نہ کسی میک اپ واشر سے ان کا میک اپ واش کیا جاسکے گا اور اب وہ پرانک جانے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ عمران البتہ پرانک اور اس کے گرد نواح کا نقشہ سامنے رکھے اس پر جھکا ہوا تھا۔

”تم کتنی بار یہ نقشہ دیکھو گے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم اسے حفظ کرنا چاہتے ہو۔“..... جولیا نے قدرے اکتائے ہوئے لجھے میں کہا۔

”میں اس سرگنگ کو چیک کرنا چاہتا ہوں جس کے ذریعے یہ چسپ ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر ہم پرانک میں داخل ہوئے بغیر براہ راست اس سرگنگ کے ذریعے ای سٹی میں داخل ہو جائیں اور وہاں سے ڈاکٹر احسان کو ساتھ لے کر واپس اسی سرگنگ کے راستے نکل جائیں تو بلکہ ایجنٹی سے نکل رائے بغیر مشن مکمل ہو سکتا ہے۔“..... عمران نے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی فون کی گھنٹی نجٹھی تو سب چونک پڑے لیکن عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ پنس مائیکل بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”ڈپسن بول رہا ہوں۔ شاگ کلب سے“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”لیں۔ کوئی خاص بات“..... عمران نے کہا۔

”آپ کے لئے گرینڈ ایکٹ طیارہ چارڑا کر لیا گیا ہے۔ گرینڈ ایکٹ کے لئے بڑی اسٹیشن ویگن موجود ہو گی جو آپ کو پرانک پہنچا دے گی لیکن یہ اسٹیشن ویگن ایک ٹورسٹ کمپنی کی ہو گی۔ ان کی ویگنیں گرینڈ ایکٹ سے پرانک آتی جاتی رہتی ہیں“..... ڈپسن نے کہا۔

”اچھا انتظام کیا ہے۔ تھینک یو۔ ویگن والے کو کیا بتایا گیا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”انہیں آپ کی تعداد بڑا گئی ہے اور وہ کارڈ اٹھائے ہوئے ہوں گا جس پر پنس مائیکل کا نام درج ہو گا۔“..... ڈپسن نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اور اسلخ“..... عمران نے کہا۔

”وہ اس ویگن کے اندر آپ کی ہدایات کے مطابق موجود ہو گا۔ آپ راستے میں اسے بیگ سے نکال کر اپنی تحویل میں لے سکتے ہیں اور ایسا آپ بے فکر رہو کر سکتے ہیں کیونکہ پرانک میں صرف نشیات لے جانے کی ممانعت ہے۔ اسلخ وہاں اوپن ہے۔“..... ڈپسن نے جواب دیا۔

”اوکے۔ اور کچھ“..... عمران نے کہا۔

”پنس۔ ایک اور خبر بھی ہے۔ میں نے اب تک اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا تھا کہ شاید وہ خبر آپ سے متعلقہ نہ ہو لیکن آپ کے پوچھنے پر بتا رہا ہوں کہ سورز کو جس نے پرانک جا کر آپ کا مطلوبہ مال مہیا کیا تھا اسے انداز کر لیا گیا اور پھر اس کی لاش ملی ہے۔ اس پر تشدید کیا گیا ہے اور پرانک میں سورز کی دوست لڑکی جیٹ کی لاش بھی اس کی رہائش گاہ سے ملی ہے۔ اس کے سر میں گولیاں ماری گئی ہیں۔“..... ڈپسن نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”یہ واقعی اہم خبر ہے۔ بہر حال آپ نے اچھا کیا کہ ہمیں بتا دیا۔ اب ہم خود ہی معاملات کو پینڈل کر لیں گے۔ آپ کا بے حد شکر یہ گذبائی۔“..... عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی پر سوچ و فکر کی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

”اس کا مطلب ہے کہ بلیک ایجنٹی تک چیز کی چوری اور ان کی یہاں تک پہنچنے کی اطلاع پہنچ چکی ہے۔“..... عمران نے اوچی آواز میں بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے یہ سو بر زکی جھگڑے میں ہلاک ہوا ہو۔“..... صدر نے کہا۔

”نہیں۔ اس پر تشدید کیا گیا ہے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”ایسی صورت میں وہ ہر قیمت پر ڈینس پر ہاتھ ڈالتے اور ہم تک پہنچ چکے ہوتے۔“..... صدر نے کہا۔

”ڈینس خاص طاقتور آدمی ہے اس لئے شاید اس پر ہاتھ نہیں ڈالا گیا اور پھر وہ لوگ ہمیں یہاں کی بجائے پرانک میں ختم کرنا چاہتے ہوں گے کیونکہ بلیک ایجنٹی کے سپر سیکشن کا دائرہ کار پرانک تک ہی محدود رکھا گیا ہے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ اگر نہیں پتہ لگ گیا ہے کہ چیز ہم تک پہنچ چکی ہیں تو ان کا عمل کیا ہو سکتا ہے۔“..... کیپشن ٹکلیل نے کہا۔

”وہ انہیں ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔ اوہ۔ ایک منٹ۔ ایک اور خدشہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہی چیز ہماری شناخت بھی بن سکتی ہیں۔“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”شناخت۔ وہ کیسے۔“..... سب نے حیرت بھرے لجھ میں کہا۔

”اگر پرانک تک وہ چیز کی چینگ رٹیج بڑھادیں اور ریڈ ارٹ کی وجہ سے چیز کے حامل تمام افراد کو ای سٹی تک محدود کر دیا جائے تو پھر ہم چھا افرافوری شناخت ہو جائیں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”ہا۔ یہ بات درست ہے۔“..... جولیا نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”پھر تو یہ ساری کارروائی اٹا ہمارے خلاف چلی گئی۔“..... صاحب نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم دو گروپوں میں کام کریں۔ ایک گروپ بلیک ایجنٹی کو الجھائے ہو اور دوسرا ای سٹی میں کام کرے۔“..... صدر نے کہا۔

”نہیں۔ جب بھی ہم نے گروپ بنائے آخر میں ہم اکٹھے ہوں گے۔ البتہ اب تک میں ایک سرگن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر نہیں معلوم ہو گیا ہے کہ چیز سو بر زنے وہاں سے حاصل کی ہیں تو وہ آدمی بھی سامنے آگئے ہوں گے جن کی مدد سے یہ کام ہوا ہے اور یہ سرگن بھی اور لامحالہ انہوں نے اس سرگن کو بھی بند کر دیا ہو گا۔“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ وہ ان چیزوں کو بھی تو بلاک کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے چیز کا کوڈ نمبر رکھا گیا ہو گا جس کی مدد سے انہیں دوسری چیز سے علیحدہ آپریٹ کیا جاتا ہو گا۔“..... کیپشن ٹکلیل نے کہا۔

”ہا۔ ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”تم یہاں سے تو چلو۔ ایک تو تمہیں بیٹھ کر باتیں کرنے کا بہت شوق ہے۔ یہاں بیٹھے رہنے اور باتیں کرنے سے مشن مکمل تونیں ہو جائے گا۔ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو راستے خود بخوبی سامنے آ جائیں گے۔“..... خاموش بیٹھے ہوئے تنویر نے تیز لمحے میں کہا۔

”تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے عمران صاحب۔ البتہ اس اطلاع کے بعد ہم نے اب سب سے پہلے بلیک اینجنسی کے اس ہیڈ کوارٹر کو تباہ کرنا ہے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد ایک چھوٹے طیارے نے انہیں گرینڈ انامی شہر کے ائیر پورٹ پر اتار دیا۔ ائیر پورٹ سے باہر واقعی ایک جدید ماؤں اور خصوصی ساخت کی اسٹیشن ویگن موجود تھی جس پر کسی ٹورست کمپنی کا نام لکھا ہوا تھا۔ ایک قوی ہیکل نوجوان ہاتھ میں کارڈ اٹھائے کھڑا تھا جس پر پنس مائیکل کا نام درج تھا۔ عمران اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے نتائذ ابھرے۔

”کیا تمہیں صرف پنس مائیکل کو لے جانے کے لئے کہا گیا ہے یا اس کے ساتھی بھی جاسکتے ہیں؟“..... عمران نے قریب جا کر کہا تو وہ نوجوان اچھل پڑا۔

”آپ۔ آپ پرنس مائیکل ہیں جناب“..... نوجوان نے کہا۔

”ہاں۔ یہ میرے ساتھی ہیں لیکن تم نے تو کارڈ پر صرف پنس مائیکل لکھا ہوا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”آئیے۔ آئیے۔ تشریف رکھیں“..... نوجوان نے ویگن کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو عمران فرنٹ سیٹ پر جگہ اس کے باقی ساتھی عقبی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور پھر اس نوجوان نے ڈرائیور نگ سیٹ سنبھال لی۔

”تمہارا نام جوزف ہے اور تم پہلے پاکیشیا کے ہائی ڈے ہوٹل میں بطور ڈرائیور کام کرتے رہے ہو۔“..... عمران نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا تو نہ صرف ڈرائیور بلکہ عمران کے ساتھی بھی بے اختیار چونک پڑے۔

”آپ۔ آپ پاکیشیائی علی عمران تونیں ہیں۔“..... ڈرائیور نے جواب دیا تو اس بار چونکنے کی باری عمران کی تھی۔

”تم نے کیسے پہچان لیا۔ ہم تو میک اپ میں ہیں۔“..... عمران نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ نے جس انداز میں کارڈ پر صرف پنس مائیکل لکھے ہونے اور ساتھیوں کی بات کی تھی۔ وہ آپ کا مخصوص انداز تھا اور آپ کا قد و قامت بھی وہی ہے اس لئے مجھے شک تو پڑا لیکن پھر میں اس لئے خاموش ہو گیا کہ آپ ایسے میک اپ میں ہیں جو پہچانا نہیں جا سکتا۔“..... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم کا رس کی نوکری چھوڑ کر یہاں کیا کر رہے ہو۔ تم تو اس کے خاص آدمی تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں بے حد عزیز بھی رکھتا ہے۔“..... عمران نے کہا۔

”تو آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کا رس ہلاک ہو چکا ہے۔“..... جوزف نے کہا۔

”ہلاک ہو چکا ہے۔ کب اور کہاں؟“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”ڈیڑھ سال ہونے کو آیا ہے۔ وہ پاکیشی سے یہاں ایکریمیا آیا اور یہاں اس کا کسی سے جھگڑا ہو گیا تو اسے ہلاک کر دیا گیا۔ اس کی بلاکت کے بعد اس کے ساتھیوں نے کلب اور اس کے کار و بار پر قبضہ کر لیا۔ میں چونکہ کارس کے قریب تھا اس لئے وہ مجھے بھی ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ مجھے وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ یہاں گرنیڈ ایمس میری آبائی جانشیدا بھی تھی اور یہاں میرے رشتہ دار بھی۔ چنانچہ میں چھپ کر یہاں آگیا اور اب یہاں اس اور سٹ کمپنی میں ملازم ہوں“..... جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کارس ہلاک ہو چکا ہے اور تم یہاں شفت ہو گئے ہو اس لئے تمہیں یہاں دیکھ کر میں چونک پڑا تھا“.....

عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ پر ایک جارہے ہیں۔ کوئی مشن ہے آپ کا وہاں“..... جوزف نے کہا۔

”ہاں۔ بغیر مشن کے ظاہر ہے ہمیں کیا کام ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”آپ نے پاکیشی میں ایک بارہ صرف میری جان بچائی تھی بلکہ کارس بھی آپ کی وجہ سے میرا بے حد خیال رکھتا تھا اس لئے آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی میرے لائق کام ہو تو میں حاضر ہوں“..... جوزف نے کہا۔

”تمہاری اس آفر کا شکر یہ۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ تم اس معاملے سے دور رہو کیونکہ ہم نے تو وہاں چلے جانا ہے اور تم نے یہیں رہنا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔ اسیشن ویگن اس دوران شہر کی بڑی بڑی سڑکوں سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

”پر ایک میں میرے جانے والے موجود ہیں۔ وہاں کا کوئی کام میرے ذمے لگا دیں“..... جوزف نے منت بھرے لمحے میں کہا۔

”تم پر ایک جاتے رہتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ بلیواریا کی کیا پوزیشن ہے“..... عمران نے کہا تو جوزف نمایاں طور پر چونک پڑا۔

”تو آپ کا مشن ای سٹی میں ہے“..... جوزف نے کہا۔ وہ واقعی ذہن آدمی تھا اس لئے فوراً ہی معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا تھا۔

”ہاں۔ اور ہمیں وہاں جانے سے روکنے کے لئے پر ایک میں بلیک ایجنٹی کا پر سیکیشن موجود ہے“..... عمران نے کہا۔

”لیکن بلیواریا میں تو عام آدمی داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ وہاں تمام تر کنٹرول مشینری کا ہے“..... جوزف نے کہا۔

”اس کا بندوبست ہم نے کر لیا ہے۔ ہمیں اصل فکر اس بلیک ایجنٹی کی ہے“..... عمران نے کہا۔

”پر ایک میں ایک آدمی ہے فرانڈ۔ اس نے باقاعدہ وہاں ایک گروپ بنایا ہوا ہے۔ یہ گروپ ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے۔ وہ اگر آپ کی مدد کرے تو آپ اس بلیک ایجنٹی سے نہ سکتے ہیں“..... جوزف نے کہا۔

”یہ معمولی سا اور اڑ نے بھر نے والا گروپ بلیک ایجنٹی کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے۔ ہمیں پر ایک میں اس کے ہیڈ کوارٹر کا علم ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس ہیڈ کوارٹر کی پہنچ میں کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئے“..... عمران نے کہا۔

”فرانڈ واب عام آدمی ہے جناب۔ لیکن کسی زمانے میں وہ بھی کسی سرکاری ایجنٹی سے وابستہ رہا ہے۔ پھر فرانڈ واب اجادا سے پر ایک کا رہنے والا ہے اس لئے وہ بلیواریا میں بلیک ایجنٹی کے بارے میں آپ کو وہ معلومات بھی دے سکتا ہے جو کوئی اور نہ دے سکے گا“..... جوزف نے کہا۔

”لیکن کیا وہ ایسا کر لے گا۔“..... عمران نے کہا۔

”وہ میرا دوست ہے۔ میں جب بھی پرانک جانتا ہوں اس کے پاس ہی تھہرتا ہوں اور پھر آج کل وہ نشیات کی اسمگنگ کے سلسلے میں بھاری رقم کے نیچے دبا ہوا ہے اسلئے اگر آپ پچاس سال تھے ہزار ڈالر زائد دے دیں تو وہ آپ کی مدد کر سکتا ہے۔“..... جوزف نے کہا۔

”نہیں جوزف۔ میں کسی غیر متعلقہ آدمی پر انحصار نہیں کر سکتا۔ تمہیں البتہ رقم کی ضرورت ہو تو تم بات کرو۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ میرا گزرہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ مجھے رقم کی ضرورت نہیں ہے۔“..... جوزف نے جواب دیا۔

”اوکے۔ پھر رہنے دو۔ تم ہمیں صرف پرانک پہنچا دو۔ باقی کام ہم خود کر لیں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”آپ پرانک میں کہاں ڈر اپ ہوں گے۔“..... جوزف نے چند ٹھوکوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

”کسی ٹورست ہوٹل کے سامنے اتار دینا۔“..... عمران نے کہا۔

”تو آپ کو میں فرانڈو کے ہوٹل لے چلتا ہوں۔ وہ پرانک شہر کے آغاز میں ہے۔ اس کا نام تھری شار ہوٹل ہے۔ ٹورست وہاں جا کر تھہر تے ہیں کیونکہ وہ صاف تھرا بھی ہے اور ستائی بھی۔ ہماری کمپنی کا اس کے ساتھ معاملہ بھی ہے اس لئے کسی کوشک بھی نہ پڑے گا۔“..... جوزف نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم لازماً اس فرانڈو کو رقم دلوانا چاہتے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ نہیں جناب۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“..... جوزف نے قدرے شرمدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ تم فرانڈو سے بات کرنا۔ اگر تمہیں محسوس ہو کہ وہ ہماری ٹھوکوں مدد کر سکتا ہے تو پھر میں اس سے جا کر مل لوں گا۔“..... عمران نے کہا

تجوزف نے اثبات میں سرہاد دیا۔



ظلمت کدھ

ظلمت کدھ کہانی ہے ایک ایسے چور کی جو ایک رات واردات کرنے کے بعد پولیس سے بچنے کے لئے ایک ایسے مکان میں جا کر چھپ جاتا ہے جو کہ آسیب ذدھے اور پھر اسے وہاں جس قسم کے ہولناک حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے بارے میں پڑھ کر قارئین خوف سے تھرا اٹھتے ہیں۔ ایم۔ اے۔ عظیم نے اس ناول کو اتنی خوبصورتی سے لکھا ہے کہ قاری آخر تک اس ظلمت کدھ کے طسم سے باہر نہیں نکل پاتا۔ حیرت انگیز اور خوفناک واقعات سے بھر پور اس کتاب کو آپ **کتاب گھر کے ناول سیکشن** میں پڑھ سکتے ہیں۔

کرٹل سمعتھے اور کرٹل ہیڈ کوارٹر میں اپنے آفس میں موجود تھے۔ چوری شدہ چھپس کو چیک کرنے کی مشینری پر انک میں کرٹل سمعتھے کے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر نصب ہو چکی تھی اور اسے آپریٹ کر دیا گیا تھا اس لئے اب وہ دونوں پوری طرح مطمئن تھے کہ جیسے ہی پاکیشائی ایجنسٹ پر انک میں داخل ہوں گے انہیں نہ صرف ان کے بارے میں فوری طور پر اطلاع مل جائے گی بلکہ وہ انہیں آسانی سے گھیر لیں گے۔

”اب تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ یہ لوگ جلد از جلد یہاں آئیں تاکہ ان کا خاتمہ کر کے معاملے کو مکمل کر دیا جائے۔“..... کرٹل نے کہا۔

”انہیں اتنا آسان شکار اور تر نوالہ نہ سمجھو کرٹل۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک اور شا طرذ ہنوں کے مالک ہیں۔“..... کرٹل سمعتھے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب ان کا شا طرائی پن کام نہیں دے گا۔ تم دیکھنا وہ بھیکے ہوئے چوہوں کی طرح مارے جائیں گے اور اس سارے آپریشن کی کمائی میں خود کروں گی۔“..... کرٹل نے بڑے جذباتی لمحے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی نیلے رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرٹل سمعتھے اور کرٹل دونوں چونکہ پڑے کیونکہ یہ نیلے رنگ کا فون ابھی یہاں لگایا گیا تھا۔ اس کا تعلق برآہ راست مشین روم سے تھا جس کا انچارج گریم تھا۔ یہ فون اس لئے یہاں نصب کیا گیا تھا تاکہ بات چیت کے دوران سیکرٹری کی مداخلت کی وجہ سے وقت ضائع نہ ہو اور اس نیلے رنگ کے فون کی گھنٹی بجتے کا مطلب تھا کہ کال گریم کی طرف سے ہے۔ کرٹل سمعتھے نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ کرٹل سمعتھے بول رہا ہوں۔“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”گریم بول رہا ہوں چیف۔ چھپس کی نشاندہی ہونے لگ گئی ہے۔ یہ ابھی ابھی پر انک میں داخل ہوئی ہیں۔“..... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اوہ اچھا۔ ہم آرہے ہیں۔“..... کرٹل سمعتھے نے کہا اور رسیور کھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کرٹل بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ فون میں چونکہ لاڈر کو مستقل طور پر پریسڈ کر دیا گیا تھا اس لئے گریم کی بات کرٹل نے بھی سن لی تھی۔

”آؤ کرٹل۔ کام کرنے کا وقت آگیا ہے۔“..... کرٹل سمعتھے نے کہا اور تیزی سے مڑ کر یہ ونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کرٹل اس کے پیچھے تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین روم میں داخل ہوئے۔ یہاں ایک قد آدم مشین کے سامنے میز پر ایک چھوٹی سی مستطیل شکل کی مشین موجود تھی لیکن اس مشین پر سکرین ہی سکرین تھی جبکہ نیچے چند بٹن نظر آ رہے تھے۔ میز کے ساتھ تین چار کر سیاں موجود تھیں جن میں سے ایک کری پر دبے پتلے جسم کا مالک ایک آدمی موجود تھا۔ وہ کرٹل سمعتھے اور کرٹل کو اندر آتے دیکھ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کہاں ہیں یہ لوگ۔“..... کرٹل سمعتھے نے تیز لمحے میں کہا۔

”شہر میں ہیں لیکن چونکہ یہ سب حرکت میں نظر آ رہی تھیں اس لئے میں نے مشین آن رکھی ہے۔ اب اسے آپریٹ کرتا ہوں۔“..... اس آدمی نے موڈ بانہ لمحے میں کہا اور پھر کرٹل سمعتھے اور کرٹل کے کرسیوں پر بیٹھتے ہی وہ بھی کری پر بیٹھ گیا اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر لیں کر دیا تو سکرین ایک جھما کے سے روشن ہو گئی لیکن وہ صاف تھی۔ اس پر کوئی منظر موجود نہ تھا۔

”اپر تو کچھ نظر نہیں آ رہا۔ کیوں؟“..... کرٹل سمجھنے بے چین سے لجھ میں کہا۔

”ابھی آ جائے گا سر“..... اس آدمی نے ایک اور بٹن دبایا تو سکرین پر ایک نقشہ ابھر آیا۔

”یہ کہاں کا نقشہ ہے گریم؟“..... کرٹل سمجھنے کہا۔

”پرانک کا چیف“..... گریم نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور بٹن پر لیں کیا تو نقشے پر چھ سرخ رنگ کے نقطے چکنے لگے۔

”یہ ہیں چھ چپس۔ چیف“..... گریم نے کہا۔

”یہ اس وقت رکے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں یہ؟“..... کرٹل سمجھنے کہا تو گریم نے ایک اور بٹن دبایا تو سکرین پر نقشہ سمٹ گیا اور پھر اس جگہ کا ٹکڑا اپ ابھر آیا جہاں یہ نقطے چمک رہے تھے۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تحری شارہوں میں موجود ہیں چیف“..... گریم نے آگے کی طرف جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا تم کنفرم ہو؟“..... کرٹل سمجھنے تیز لجھ میں کہا۔

”لیں چیف۔ اس وقت یہ تحری شارہوں میں موجود ہیں“..... گریم نے کہا۔

”لیکن یہ ہوٹل تو خاصا بڑا ہے۔ وہاں سیاحوں کا بھی خاصا رہتا ہے۔ ہم انہیں وہاں کیسے شناخت کریں گے؟“..... کرٹل نے کہا۔

”ہاں۔ اس بارے میں تو ہم نے سوچا ہی نہیں۔ یہ مسئلہ کیسے حل کیا جائے۔ اب یہ مشین تو ہمارے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتی“..... کرٹل سمجھنے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ اس کا ایک ہی حل ہو سکتا ہے کہ اس پورے ہوٹل کو میز انکوں سے اڑا دیا جائے“..... گریم نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ اتنا بڑا ہوٹل کیسے اڑا جا سکتا ہے۔ ناسن۔ سینکڑوں سیاح بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ پوری حکومت مل جائے گی۔ ہم نے صرف چھ افراد کا خاتمہ کرنا ہے“..... کرٹل سمجھنے کہا۔

”یہ ہوٹل فرانڈو کا ہے نا کرٹل“..... کرٹل نے کہا تو کرٹل سمجھنے اثبات میں سر برلا دیا۔

”فرانڈو تو تمہارا دوست ہے۔ اس سے فون پر بات کرو۔ وہ ان چھ افراد کے بارے میں جان لے گا۔ یہ یقیناً کسی کمرے میں اکٹھے موجود ہوں گے۔ یہ ان کے حلیے ہمیں بتا دے۔ باقی کام ہم کر لیں گے؟“..... کرٹل نے کہا۔

”ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں کرتا ہوں بات“..... کرٹل سمجھنے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے کئی نمبر پر لیں کر دیئے۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”میں مشین روم میں موجود ہوں۔ تحری شارہوں کے مالک اور جزل فیجر فرانڈو سے میری بات کراؤ۔ ابھی اور اسی وقت“..... کرٹل سمجھنے کہا۔

”لیں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرٹل سمعتھے نے رسیور کھدیا۔ چونقٹے ایک ہی جگہ چکتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گولائی میں کسی میز کے گرد بیٹھے کافرنس کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی نجاحی تو کرٹل سمعتھے نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”تھری شار ہوٹل کے فرانڈ دلائن پر ہیں سر“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ کرٹل سمعتھے بول رہا ہوں“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”لیں۔ فرانڈ بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”فرانڈ و۔ تم میرے ساتھ ایجنسی میں کام کرتے رہے ہو اس لئے میں نے تمہارے ہوٹل کو میزاںکوں سے نہیں اڑایا اور نہ اگر یہ ہوٹل تمہاری بجائے کسی اور کا ہوتا تو اب تک اسے میزاںکوں سے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہوتا“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”یا آپ کو کیا ہو گیا ہے کرٹل کہ آپ اس طرح ڈھمکیاں دے رہے ہیں۔ کیا آپ نئے میں ہیں“..... فرانڈ نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”جو کچھ تمہیں بتایا جا رہا ہے یہ حقیقت ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہاں پرانک میں بلیوایریا ہے جہاں ایکریمیا کی دو انہنیٰ اہم میزائل لیبارٹریاں ہیں۔ پاکیشیا کے ایک سائنس دان کو یہاں لا یا گیا ہے لیکن اس سائنس دان کو واپس لے جانے کے لئے پاکیشیا ایجنت یہاں پہنچے ہیں اور چونکہ ان کے جسموں میں مخصوص چیزوں موجود ہیں اس لئے ہم ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے مشینزی کے ذریعے انہیں ٹریس کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد چھ ہے اور یہ چھ کے چھا بھی تھوڑی دیر پہلے تمہارے ہوٹل پہنچے ہیں اور اس وقت کسی ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم سکرین پر کاشنزد کھرہ رہے ہیں۔ ہم چاہتے تو انہیں ہلاک کرنے کے لئے تمہارے پورے ہوٹل کو میزاںکوں سے اڑا دیتے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم ان کے حلیوں کی تفصیلات ہمیں مہیا کروتا کہ ہم انہیں کہیں بھی گھیر کر ہلاک کر سکیں۔ اس بارے میں کسی کو نہیں بتانا۔ یہاں پر سیکرٹ ہے“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”میرا فون تو سیکرٹری سنتی ہے اور ساتھ ہی شیپ بھی ہوتا رہتا ہے۔ تم نے جو باتیں کی ہیں یہ سب باتمیں سیکرٹری نے سنی ہوں گی اور پلیز۔ تم میرے ہوٹل میں انہیں ہلاک نہ کرنا۔ میں انہیں ٹریس کر کے ان کے چلے گئے تھیں بتا دیتا ہوں اور میں انہیں ہوٹل سے باہر نکال دیتا ہوں۔ اس کے بعد تم ان کے ساتھ جو چاہو کرتے رہو۔ اگر تم نے میرے ہوٹل میں کچھ کیا تو میں بتا دوں گا کیونکہ پھر ٹورست میرے ہوٹل کا رخ نہیں کریں گے“..... فرانڈ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ ہم سے نہ کرنیں جاسکتے۔ ہمیں صرف ان کے چلے گائیں“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”میں معلومات کر کے تمہیں فون کرتا ہوں۔ تمہارا نمبر کیا ہے“..... فرانڈ نے کہا۔

”نمبر چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ کتنی دیر میں یہ کام ہو جائے گا۔ میں تمہیں فون کر دوں گا“..... کرٹل سمعتھے نے کہا۔

”زیادہ نہیں۔ صرف ایک گھنٹہ“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوے“..... کرٹل سمعتھے نے کہا اور رسیور کھدیا۔

”اس سے تو بہتر تھا کہ ہمارے آدمی اس ہوٹل کو گھیر لیتے۔ آخر یہ باہر تو نکلتے۔ ٹرانسپریٹ پر ہم گریم سے پوچھ لیتے۔“..... کرٹل نے کہا۔

”وہ اب بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ اب وہ چیک ہو گئے ہیں۔ اب وہ کہاں جائیں گے۔“..... کرٹل سمعتھ نے بڑے اطمینان بھرے لمحے

میں کہا۔

”یہ لوگ اس کمرے میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ کس کا انتظار کر رہے ہیں۔“..... تھوڑی دیر بعد کرٹل نے کہا۔

”میرے خیال میں یہ آئندہ کے لئے لا جھ عمل طے کر رہے ہوں گے لیکن انہیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ جو کام انہوں نے اتنی مخت سے کیا ہے وہ اثنان کے گلے کا پھنڈہ بن کر رہ گیا ہے۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان چھنقطوں میں سے ایک نقطے نے حرکت کی تو وہ چونک پڑے۔

”یہ۔ یہ نقطہ حرکت میں آگیا ہے جبکہ باقی پانچ نقطے پہلے والی جگہ پر موجود ہیں۔ پھر حرکت میں آیا ہوا نقطہ کچھ فاصلے پر جا کر ک گیا۔ پھر کافی دیر بعد وہ نقطہ ایک بار پھر حرکت میں آیا اور تھوڑی دیر بعد وہ واپس باقی نقطوں کے پاس پہنچ کر ایک بار پھر رک گیا۔ کافی دیر بعد وہ چھ کے چھ نقطے حرکت میں آگئے۔

”یہ لوگ اب ہوٹل سے باہر جا رہے ہیں۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور پھر واقعی دیکھتے ہی دیکھتے وہ کچھ دور چلے گئے۔ اس کے بعد چند لمحوں تک یہ نقطہ رکے رہے لیکن پھر ان میں تیز حرکت پیدا ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سکرین جھملانا نے لگی تو گریم نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر لیس کر دیا اور سکرین آف ہو گئی۔

”کیوں بند کر دیا ہے۔“..... کرٹل نے چونک کر کہا۔

”میڈم۔ مشین خراب ہو سکتی ہے کیونکہ حرکت کو کور کرنا مشکل ہوتا ہے۔“..... گریم نے جواب دیا۔ اسی لمحے کرٹل سمعتھ نے رسیور اٹھایا اور لیکے بعد دیگرے تین نمبر پر لیس کر دیئے۔

”لیں سر۔“..... دوسری طرف سے سیکرٹری کی مود بانہ آواز سنائی دی۔

”تھری شار ہوٹل کے مالک اور جزل نیجفر فرا انڈو سے میری بات کراو۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد گھنٹی بجھنے کی آواز سنائی دی تو کرٹل سمعتھ نے رسیور اٹھایا۔

”لیں۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”فرانڈولائن پر ہیں جناب۔“..... سیکرٹری کی مود بانہ آواز سنائی دی۔

”بیلو فر انڈو۔ میں کرٹل سمعتھ بول رہا ہوں۔“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”لیں۔ فر انڈو بول رہا ہوں کرٹل سمعتھ۔ ان چھ افراد کو ٹریس کر لیا گیا تھا۔ انہوں نے چھ کمرے بک کرائے تھے لیکن وہ سب ایک ہی کمرے میں موجود تھے۔ میں نے ان کے لیڈر کو اپنے کمرے میں بلا یا اور اسے کہا کہ وہ فوراً ہوٹل چھوڑ دیں کیونکہ ہم نے ان کی بگنگ کینسل کر دی ہے لیکن وہ لڑنے لگا تو میں نے اسے سمجھایا اور پھر اسے ساتھ لے کر اس کمرے میں آیا جہاں اس کے پانچ ساتھی جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ میں

نے ان سب کو بھی یہی سمجھایا کہ ہم انہیں مزید بکنگ نہیں دے سکتے جس کے بعد وہ ہوٹل سے باہر چل گئے اور میں اپنے آفس میں آگئیا،..... فرانڈو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ان کے حیے بتاؤ“..... کرٹل سمعتھ نے کہا تو فرانڈو نے حیے بتانے شروع کر دیے لیکن یہ عام سے حیے تھے۔ ایسے لاکھوں ایکر بھی یہاں موجود تھے۔

”یہ تو عام سے حیے ہیں“..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”وہ بھی عام لوگ ہی نظر آتے تھے“..... فرانڈو نے جواب دیا۔

”اب وہ کہاں گئے ہیں“..... کرٹل سمعتھ نے پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں تو انہیں ہوٹل سے باہر جاتے دیکھ کر واپس اپنے آفس میں آ گیا تھا“..... فرانڈو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اس تعاون کا شکر یہ“..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

”اب سکرین آن کرو“..... کرٹل سمعتھ نے گریم سے کہا تو گریم نے ہاتھ بڑھا کر مشین کا بٹن آن کر دیا۔ سکرین پر جھماکہ ہوا اور پھر پہلے نقشہ نظر آیا اور پھر اس پر حرکت کرتے ہوئے چھ نقطے۔ یہ نقطے ابھی تک حرکت میں تھے لیکن ان کی حرکت زیادہ تیز نہ تھی۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو ہماری کالوں میں ہیں“..... گریم نے یکخت حیرت بھرے لبجھ میں کہا تو کرٹل سمعتھ اور کرٹل دونوں بے اختیار چونک پڑے۔

”ہماری کالوں میں۔ کیا مطلب“..... کرٹل سمعتھ نے قدرے چیخ کر کہا۔

”یہ دیکھیں چیف۔ یہ ہماری کالوں ہے گلاسٹون کالوں اور یہ لوگ سینڈسٹریٹ پر موجود ہیں جبکہ ہماری یہ عمارت سینڈاے سٹریٹ پر ہے لیکن کالوں گلاسٹون ہی ہے“..... گریم نے کہا۔

”میرے خیال میں یہ کسی کار میں ہیں جو آہستہ چل رہی ہے“..... کرٹل نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ سینڈاے سٹریٹ پر آگئے ہیں“..... گریم نے کہا۔

”انہیں ہیڈ کوارٹر کا علم کیسے ہو گیا ہے۔ سوائے ہمارے اور کسی کو یہاں کے بارے میں علم نہیں ہے“..... کرٹل سمعتھ کے لبجھ میں حیرت تھی۔

”سر۔ سر۔ نقطے رک گئے ہیں ہماری کوٹھی سے کافی پہلے“..... گریم نے کہا تو وہ سب غور سے سکرین کو دیکھنے لگے۔

”ہا۔ لیکن کیوں۔ کیا یہ ہمیں ٹریس کر رہے ہیں لیکن یہاں کے بارے میں انہیں کس نے بتایا ہوگا۔ یہاں کے بارے میں تو فرانڈو بھی نہیں جانتا۔ پھر“..... کرٹل سمعتھ ابھی تک حیرت میں گم تھا۔

”یہ نقطے پھر حرکت کر رہے ہیں“..... گریم نے کہا۔ نقطے واقعی ایک قطار کی صورت میں ایک سائینڈ پر بڑھ رہے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے نقطوں نے رخ تبدیل کیا اور پھر تھوڑی سی حرکت کے بعد وہ رک گئے۔

”یہ آخر کیا ہو رہا ہے۔ عجیب حیرت انگیز چکر چل رہا ہے“..... کرٹل نے بھی انتہائی حیرت بھرے لبجھ میں کہا اور پھر چند لمحوں بعد نقطے

ایک ایک کر کے بجھتے چلے گئے حتیٰ کہ چھ کے چھ نقطے سکرین سے عاشر ہو گئے۔

”یہ تو عاشر ہو گئے۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا مشین خراب ہو گئی ہے۔“ کرٹل سمعتوں نے چیختے ہوئے الجھ میں کہا۔

”غمیں جناب۔ مشین تو درست کام کر رہی ہے لیکن نقطے بجھ گئے ہیں۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ لوگ کسی سرگنگ میں چلے گئے ہیں کیونکہ یہ ریزمشی اور ریت کے نیچے کام نہیں کرتیں۔“..... گریم نے کہا۔

”احمق ہو گئے ہو۔ یہاں ہماری کالوں میں سرگنگ کہاں سے آگئی۔ ناسف۔“..... کرٹل سمعتوں نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ گھر میں اتر گئے ہیں کیونکہ یہاں سرگنگ نما گھر ہی ہو سکتا ہے۔“..... کرٹل نے کہا تو اس بار کرٹل سمعتوں نے اخیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ تم تھیک کہہ رہی ہو۔ اوہ۔ اوہ۔ آ۔ آ۔ ورنہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے۔“..... کرٹل سمعتوں نے کہا اور جیزی سے مزکر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے پیچھے کرٹل بھی دوڑنے کے انداز میں بڑھ رہی تھی جبکہ گریم اس طرح منہ کھولے بیٹھا انبیں جاتے دیکھ رہا تھا جیسے اسے ابھی تک سمجھنا آرہی ہو کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔



علیم الحق حقی کے قلم سے ایک شاہکار جasoosi ناول

بادشاہ ۱

قیمت - 150 روپے

- سی آئی اے کے اعدار پلنے والی خوفناک سارش کی کہانی
- اس شخص کی داستان جو خود ہاڈشاہ نہیں تھا، لیکن ہاڈشاہ گرتقا
- میزرس۔۔۔ ایک خوبصورت ٹیکم جو امریکی صدارت اور راہث ہاؤس پر قبضہ کرتا چاہتی تھی
- امریکی سیاست کا اہم ترین راز ایک ملی کے پیٹ میں چھپا ہوا تھا

سچیدہ خاتون کے قلم سے پا سر ارادہ رائی داستان

جنزاد

- آدم زادوں کے درمیان ایک جن پر کیا گزری؟
 - جنہوںکی پا سر ارادہ رائی کون تھی؟
 - بڑات اور کچالے طم کے ساروں کا خوفناک کراز
 - ایک جن کی بہت کافر
 - ایک بنت کہت کہت جن کی الگی پا سر ارادہ داستان
- قیمت فی حصہ 60 روپے

زہریلا پھول

قیمت - 150 روپے

محنی الدین نواب کے قلم
سے ایک شاہکار ناول

اٹاکٹ

علی بکسٹاں

نسبت روڈ، چوک میو، ہسپتال، لاہور۔

براد راست
منگوانے
کا پتہ

علی میاں پبلیکیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

Ph: 7247414

عمران اور اس کے ساتھی تھری شارہوٹل کے ایک کمرے میں موجود تھے جبکہ جوزف فرائندو کے ساتھ بات چیت کرنے لگیا ہوا تھا۔

”عمران صاحب۔ جب ہمیں معلوم ہے کہ بلیک اینجنسی کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے تو ہم یہاں ہوٹل کی بجائے براہ راست وہاں کیوں نہیں گئے؟“..... صحندر نے کہا۔

”میرے خیال میں عمران صاحب کی حق الامکان کوشش ہے کہ بلیک اینجنسی سے مکرانے بغیر ای ایشی میں داخل ہو جائیں،“ کیپٹن ٹکلیل نے کہا۔
”ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ بلیک اینجنسی انتہائی تربیت یافتہ لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے خاص طور پر اس کا پرسکیشن۔ عام حالات میں اس کا سامنا کرنے سے ہم اس قدر الجھ جائیں گے کہ پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا اس لئے ہو سکتا ہے وہ فرائندو ہماری اس انداز میں مدد کر سکے کہ ہم اس کا سامنا کئے بغیر اپنا مشن مکمل کر سکیں،“..... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ کھلا اور جوزف اندر داخل ہوا۔

”پُرس۔ میرے ساتھ آئیں۔ معاملات بے حد سنجیدہ ہو گئے ہیں،“..... جوزف نے بڑے گھمیبر لمحے میں کہا تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
”کیا ہوا ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”آپ میرے ساتھ آئیں۔ فرائندو آپ سے ملتا چاہتا ہے،“..... جوزف نے کہا۔

”چلو،“..... عمران نے کہا اور پھر وہ جوزف کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دری بعد وہ ایک آفس میں پہنچ گیا جہاں فرائندو اس سے اٹھ کر ملا۔ فرائندو دبلا پتلا لیکن خاصا پھر تیلا آدمی نظر آ رہا تھا۔

”جوزف میرا بہت اچھا دوست ہے مسٹر مائیکل۔ میں آپ کی ضرور مد کرتا لیکن اس کے سامنے کریں سمعتھ کا فون آیا۔ کرنل سمعتھ کو کسی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ آپ یہاں میرے ہوٹل کے ایک کمرے میں موجود ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ کسی مشین پر آپ کی یہاں موجودگی کے کاشف دیکھ رہا ہے۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے آپ کو اپنے ہوٹل میں رکھا تو وہ میز انکوں سے میرا ہوٹل ازادے گا اور اس نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ لوگوں کے جیسے بھی اسے بتاؤں۔ جیسے تو میں ویسے ہی عام سے بتاؤں گا لیکن آپ کی مزید مدد نہیں کر سکتا۔ آئی ایم سوری،“..... فرائندو نے بڑے تاسف بھرے لمحے میں کہا۔

”اوکے۔ ویسے آپ بے شک ہمارے جیسے اسے بتا دیں کیونکہ ہم نے یہاں سے نکلتے ہی میک اپ تبدیل کر لینے ہیں،“..... عمران نے کہا اور واپس مزرکر آفس سے باہر آ گیا۔ جوزف بھی اس کے پیچھے ہی باہر آ گیا۔

”میں شرمندہ ہوں مسٹر مائیکل،“..... جوزف نے شرمندہ سے لمحے میں کہا۔ وہ بہر حال اتنا ذہین ضرور تھا کہ وہ مسلسل عمران کا موجودہ نام ہی لے رہا تھا۔

”تمہارا کوئی قصور نہیں ہے جوزف۔ اس لئے شرمندہ ہونے کی بجائے ہمیں گلاسٹون کالونی پہنچا دو۔ باقی کام ہم خود کر لیں گے،“..... عمران نے کہا۔

”گلاسٹون کا لوٹی۔ لیکن آپ وہاں کہاں جا رہے ہیں۔“..... جوزف نے کہا۔

”جس قدر کم باتیں تم کو معلوم ہوں گی اسی قدر تم محفوظ رہو گے۔ یا یجنیوں کے کھیل ہیں اس لئے جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔“..... عمران نے سرد بھجے میں کہا۔

”لیں مسٹر مائیکل۔“..... جوزف نے کہا اور پھر عمران اس کرے میں آگیا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔

”اپنا تمام سامان اٹھائیں اور چلیں۔ ہم نے گلاسٹون کا لوٹی پہنچنا ہے۔“..... عمران نے سرد بھجے میں کہا تو اس کے سارے ساتھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دو بیگ اٹھائے ہوئے سے باہر آ گئے۔ جوزف پارکنگ سے اشیش ویگن لینے کے لئے چلا گیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے عمران صاحب۔“..... صدر نے جوزف کے جاتے ہی کہا۔

”چپس الٹا ہمارے لئے پھندہ بن گئی ہیں۔ انہوں نے ہمیں چیک کر لیا ہے۔“..... عمران نے کہا اور پھر فرانڈو سے ہونے والی بات چیت دو ہرادی۔

”اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ لوگ تو کسی بھی لمحے ہمیں ٹارکٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ چپس باہر نکالنا پڑیں گی۔“..... صدر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ ساتھ ساتھ ہمیں چیک کر رہے ہیں اس لئے کسی ہسپتال میں جا کر چپس نکلوانے کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ پورا ہسپتال بھی اڑا سکتے ہیں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے۔“..... صدر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ باقی ساتھیوں کے چہرے بھی ستے ہوئے تھے۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بلیک ایجنٹی کے ہیڈ کوارٹر جا رہے ہیں۔“..... عمران نے کہا تو سب بے اختیار چونک پڑے۔

”کیوں۔“..... اس بار جولیا نے حیرت بھرے بھجے میں کہا۔

”تاکہ اس مسئلے کو ختم کریں۔ ہم کہاں تک اور کب تک چھپتے پھریں گے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”لیکن یہ تو آئیں مجھے مار والا کام ہو جائے گا۔“..... صدر نے کہا۔

”یہ ریز زمین سے نیچے کام نہیں کرتیں اس لئے ہم گٹر کے راستے اندر جائیں گے۔“..... عمران نے کہا۔

”وہ کاٹھنز کو اپنے ہیڈ کوارٹر کے قریب دیکھ کر چونک نہیں پڑیں گے۔“..... جولیا نے کہا۔

”انہیں گٹر کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ ہمارے کاٹھنز کو سکرین سے غائب ہو جانے پر پریشان ہو جائیں گے اور ہم ان کے سروں پر پہنچ جائیں گے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی حل نہیں ہے۔“..... عمران نے کہا اور اسی لمحے جوزف اشیش ویگن لے کر ان کے قریب پہنچ گیا اور وہ سب اشیش ویگن میں سوار ہو گئے۔

”گلاسٹون کا لوٹی میں آپ نے کہا ڈراپ ہوتا ہے۔“..... جوزف نے سائیڈ سائٹ پر بیٹھتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم ابھی چلو۔ پہلے ہم اس کا لوٹی کا ایک چکر لگائیں گے پھر فیصلہ کریں گے اور ہاں۔ ہمیں ڈراپ کر کے تم نے فوری واپس چلے جانا ہے۔

تاکہ تم یا تمہاری کمپنی ہماری وجہ سے کسی مشکل میں نہ پھنس جائے۔ عمران نے کہا۔

”لیں مسٹر مائیکل“..... جوزف نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے کی ڈرائیورگ کے بعد اشیش ویگن ایک رہائشی کا لوئی میں داخل ہو گئی۔ اس کا لوئی میں قدیم دور کی بنی ہوئی بڑی وسیع اراضی پر بنی ہوئی رہائشی عمارتیں تھیں۔ عمران بڑے غور سے کوئی لوئی کی تین سڑکیں تھیں جنہیں سڑکیں کہا جاتا تھا۔ ان کی مطلوبہ عمارت سینڈسٹریٹ پر واقع تھی جبکہ ان کی اشیش ویگن اس وقت تھرڈسٹریٹ پر گھوم رہی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ سینڈسٹریٹ پر پہنچی عمران نے جوزف کو ویگن روکنے کا کہا اور جوزف نے ایک سائیڈ پر کر کے ویگن روک دی۔

”اب تم فوری واپس چلے جاؤ“..... عمران نے جوزف سے کہا۔

”کوئی خدمت ہو مسٹر مائیکل تو یہ میرا کارڈ ہے۔ اس پر میرافون نمبر بھی درج ہے۔ میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں گا“..... جوزف نے جیب سے پس نکال کر اس میں سے ایک کارڈ پاہر نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”اوے شکر یہ“..... عمران نے کارڈ لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر ویگن سے نیچے اتر آیا۔ اس کے سب ساتھی بھی ویگن سے نیچے اتر آئے تھے اور دو بیگز بھی اتار لئے گئے تھے۔ ویگن مڑی اور پھر واپس چلی گئی۔ جب وہ ایک موڑ مڑ کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئی تو عمران آگے بڑھا اور پھر ایک سائیڈ گلی میں داخل ہو گیا۔ یہاں کوڑے کر کٹ جمع کرنے کے ڈرم موجود تھے اور گٹر کا دہانہ بھی تھا۔ عمران نے جھک کر دونوں ہاتھوں سے گٹر کا بھاری ڈھلن ایک جھٹکے سے اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

”عمران صاحب۔ یہاں سے کتنا فاصلہ ہو گا“..... صدر نے پوچھا۔

”وس بارہ کوئی لوٹھیوں کے بعد مطلوبہ عمارت آئے گی“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ اتنا فاصلہ طے کرنا درست نہیں رہے گا۔ گٹر لائن میں زہریلی گیس ہو گی اور ہمیں وقت بھی بہت لگ جائے گا اس لئے ہمیں نزدیک سے گٹر میں داخل ہوتا چاہئے تاکہ ہم جلد از جلد ان کے سروں پر پہنچ جائیں“..... کیپشن ٹکلیں نے کہا۔

”اوہ۔ تمہاری بات درست ہے۔ آؤ“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔

”عمران صاحب۔ اس گٹر کا دہانہ تو بند کر دیں“..... صدر نے کہا۔

”رہنے دو۔ زہریلی ہوا جس قدر ہو سکتی ہے خارج ہو جانی چاہئے“..... عمران نے کہا اور دوبارہ سڑک پر آ کر وہ سب آگے بڑھتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی مطلوبہ کوٹھی کے عقب میں موجود ویسی ہی بندگی میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی کوڑے کر کٹ کے ڈرم موجود تھے اور ساتھ ہی گٹر کا دہانہ بھی موجود تھا۔ عمران نے ایک بار پھر جھک کر گٹر کا دہانہ اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

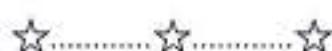
”اس لمحہ نکال لو۔ ہم نے تیز اور فوری حملہ کرنا ہے۔ جو بھی نظر آئے ازاوہ“..... عمران نے کہا اور پھر گٹر میں جاتی ہوئی سیرھی کے ذریعے وہ نیچے اترتا چلا گیا۔ گٹر خاصاً بڑا تھا اور اس میں گندہ پانی بھی کافی مقدار میں موجود تھا لیکن اس کے باوجود یہاں زہریلی ہوا اتنی نہ تھی کہ ان کے دم

گھستے۔ کافی فاصلے پر موجود گٹر کا دہانہ کھلا ہونے کی وجہ سے گیس خاصی مقدار میں نکل چکی تھی اس لئے اس کا دباؤ خاصاً کم تھا۔ وہ سب سیر ہی کے ذریعے نیچے اترے اور پھر انہوں نے بیگز میں سے مشین پٹھل نکال کر آپس میں بانٹ لئے۔

” عمران صاحب۔ یہاں فائر گن نہ ہی ہوتا بہتر ہے ورنہ پولیس فوراً پہنچ جائے گی“..... کیپشن فلیل نے کہا۔

” یہ ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں تربیت یافتہ افراد بھی کافی ہوں گے اور حفاظتی انتظامات بھی کئے گئے ہوں گے۔ پھر ہم نے یہاں سے کچھ حاصل نہیں کرنا اس لئے بس ایک تیز راؤنڈ لگا کر ہم نے اسی گٹر کے راستے واپس چلے جانا ہے۔ جب تک پولیس یہاں پہنچے گی، ہم واپس جا چکے ہوں گے“..... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ گٹر کا دہانہ کھلا ہونے کی وجہ سے گٹر کے اندر ہلکی سی روشنی موجود تھی اس لئے وہ اس روشنی کے سہارے آگے بڑھتے چلے گئے اور پھر ایک دہانے کے قریب عمران رک گیا۔ سیر ہی اوپر جا رہی تھی۔

” تیار رہنا“..... عمران نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا اور سیر ہی چڑھ کر وہ اوپر ڈھکن کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں تک عمران دہانے سے کان لگائے کھڑا رہا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ ڈھکن کی سائیڈز وں پر رکھے اور ایک جھٹکے سے اس نے ڈھکن اٹھا کر ایک سائیڈ پر رکھا اور پھر ایک سٹیپ اوپر چڑھا ہی تھا کہ اچانک کوئی چیز اس کے سینے سے اس طرح ٹکرائی کہ اس کے قدم سیر ہیوں سے اکھڑ گئے اور وہ الٹ کر ایک دھماکے سے نیچے بہتے ہوئے گندے پانی میں جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی ہر طرف دیزی دھواں سا پھیلتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں بھی تاریکی کا غلبہ چھا گیا اور وہ سب ریت کے خالی ہوتے ہوئے بوروں کی طرح گٹر میں ہی ڈیپر ہوتے چلے گئے۔



1947ء کے مظالم کی کہانی

خود مظلوموں کی زبانی

ایسے خون آشام قلب و جگر کو تڑپا دینے والے جسم دید واقعات، جنہیں پڑھ کر ہر آنکھ پر نم ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی خون سے لکھی تحریر میں، جنہوں نے پاکستان کے لیے سب کچھ لٹا دیا اور اس مملکت سے ٹوٹ کر پیار کیا۔

تو پھر یہی صداب لند ہوتی ہے کہ..... کیا آزادی کے چانغ خون سے روشن ہوتے ہیں؟ یوم آزادی پاکستان کے موقع پر کتاب گھر کی خصوصی پیش کش..... نوجوان نسل کی آگہی کے لیے کہ یہ وطن عزیز پاکستان ہمارے بزرگوں نے کیا قیمت دے کر حاصل کیا تھا۔

اس کتاب کو کتاب گھر کے **تاریخ پاکستان** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کرنل سمتحہ اور کرشنل دوڑتے ہوئے مشین روم سے باہر آئے اور پھر اسی طرح دوڑتے ہوئے وہ اس ہال کی طرف بڑھ گئے جہاں ان کے ساتھی موجود تھے۔

”جلدی آؤ باہر اور پورے ہیڈ کوارٹر میں پھیل جاؤ۔ جلدی۔ فوراً۔ دشمن کسی بھی وقت یہاں ریڈ کر سکتا ہے۔“..... کرنل سمتحہ نے دروازہ کھول کر چھنتے ہوئے کہا اور پھر دوڑتا ہوا ایک دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں آ گیا۔ یہاں دو سو افراد باقاعدہ پہرے پر موجود تھے۔

”شریمن۔ بے ہوش کرنے والا بم لے آؤ۔ جلدی۔ عقبی طرف گٹر کے پاس۔ جلدی۔ اور البرٹ۔ تم میرے ساتھ آؤ۔“..... کرنل سمتحہ نے ان دونوں سے کہا اور ایک بار پھر دوڑتا ہوا عمارت کی سائیڈ گلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچے کرشنل تھی لیکن وہ خاموش تھی۔ دیسے اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پاکیشی ایجنسٹ اب ہر صورت میں مارے جائیں گے۔ عمارت کی سائیڈ گلی سے دوڑ کر کرنل سمتحہ، کرشنل اور البرٹ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سامنے ہی گٹر کا دہانہ تھا جو بھاری ڈھکن سے بند تھا۔ اسی لمحے شریمن ہاتھ میں ایک بم اٹھائے وہاں پہنچ گیا۔

”یہ بم مجھے دو۔“..... کرنل سمتحہ نے کہا تو شریمن نے ہاتھ میں موجود بم اس کی طرف بڑھا دیا۔

”اب کوئی آوازنہ نکالے۔ بالکل خاموش رہنا۔“..... کرنل سمتحہ نے کہا۔ وہ گٹر کے دہانے سے خاصے فاصلے پر تھے۔ کرشنل کے چہرے پر اب حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے کرنل سمتحہ کی حکمت عملی سمجھنہ آ رہی تھی لیکن تھوڑی دیر بعد جب اس نے گٹر کے دہانے پر موجود ڈھکن کو ایک جھٹکے سے اٹھتے اور ایک سائیڈ پر رکھے جاتے دیکھا تو وہ بے اختیار چوک پڑی۔ دوسرے لمحے کھلے دہانے سے ایک ایکریمین کا سر اور گردن کے ساتھ ساتھ سینے کا کچھ حصہ باہر نکلا ہی تھا کہ کرنل سمتحہ نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے بم کی پن دبا کر ہاتھ گھما یا تو وہ بم اس باہر نکلنے والے ایکریمی کے سینے پر پوری قوت سے پڑا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایکریمین شاید پلت کر نیچے جا گرا تھا کیونکہ پانی میں کسی کے گرنے کے چھپا کے کی زور دار آوازنائی دی تھی اور اس کے ساتھ ہی دہانے سے دیز اور سفید رنگ کا دھواں باہر نکلتا نظر آنے لگا تھا۔

”جب یہ دھواں نکلنا بند ہو جائے تو دہانے سے اندر مشین گن لگا کر گولیوں کی بارش کر دینا۔ اس طرح گیس سے بے ہوش افراد کا خاتمہ ہو جائے گا۔“..... کرنل سمتحہ نے ساتھ کھڑے مشین گن بردار البرٹ سے کہا۔

”لیں چیف۔“..... البرٹ نے کہا اور مشین گن اٹھائے دہانے کی طرف بڑھ گیا۔

”ان کی چینگ بھی تو ہونی چاہئے۔“..... کرشنل نے کہا۔

”مرنے کے بعد ہو جائے گی۔ یہ خطرناک لوگ ہیں۔ ان کا خاتمہ ضروری ہے۔“..... کرنل سمتحہ نے کہا تو کرشنل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ البرٹ دہانے کے قریب البرٹ کھڑا ہو گیا۔ دھواں ابھی تک دہانے سے نکل رہا تھا لیکن اب اس کی مقدار خاصی کم ہو گئی تھی۔ وہ کھڑا رہا جبکہ دھواں نکلنا بالکل بند ہو گیا۔

”ٹھیک ہے۔ فائرنگ کھول دو۔“..... کرنل سمتحہ نے کہا تو البرٹ آگے بڑھا اور اس نے مشین گن کی نال دہانے کے اندر کر کے ٹریگر دبا

دیا۔ تر تراہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ البرٹ ہاتھ کو گھما تارہا۔ جب اس نے دوبار چاروں طرف فائر گر کر دی تو ٹریکر سے انگلی ہٹا کر وہ پیچے ہٹ گیا۔

”تھیکنس گاؤ۔ یہ شیطان ختم ہو گئے“..... کرٹل سمجھنے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اب کیا کرنا ہے۔ کیا ان کی لاشیں یہیں چھوڑ دیتی ہیں“..... کرٹل نے کہا۔

”نہیں۔ انہیں چیک کرانا ہے۔ شریمن۔ تم البرٹ اور دو دوسرے ساتھیوں کو ساتھ لے کر نیچے جاؤ۔ نیچے چھوڑ افراد ہوں گے۔ ان کی لاشیں اٹھا کر باہر لے آؤ اور پھر انہیں پیش روم میں ڈال کر ڈبل ایکس جدید میک اپ واشر سے ان کے چہروں پر موجود میک اپ واش کر دو اور پھر مجھے روپرٹ دو۔ ہم اپنے آفس میں ہوں گے“..... کرٹل سمجھنے شریمن سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں چیف۔ حکم کی تعییل ہو گی“..... شریمن نے جواب دیا۔

”آؤ کرٹل۔ یہ مسئلہ تو ختم ہوا“..... کرٹل سمجھنے کہا اور سائیڈ گلی میں واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فرنٹ میں آگئے۔ یہاں ہر طرف مسلح افراد بڑے چوکنا انداز میں موجود تھے۔

”آل او کے۔ اب واپس اپنے کروں میں جاؤ۔ خطرہ ختم ہو گیا ہے“..... کرٹل سمجھنے اوپھی آواز میں کہا اور اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ کرٹل اس کے پیچے تھی۔

”ہمیں اندر لا کر ان سب پر فائر کرنا چاہئے تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی نج نکلا“..... کرٹل نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”وہ ویسے ہی بے ہوش ہوں گے۔ اگر کوئی نج بھی گیا ہوگا تو ہمارے آدمی اسے ہلاک کر دیں گے“..... کرٹل سمجھنے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے اطمینان بھرے لجھے میں کہا۔

”یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سکرین پر اچاک نقطے آف ہو گئے تھے۔ پھر تمہیں کیسے اندازہ ہو گیا کہ وہ گٹر میں اترے ہیں اور یہاں گٹر کے ذریعے پنج رہے ہیں“..... کرٹل نے کہا۔

”جس انداز میں نقطے غائب ہوئے تھے وہ انداز بتا رہا تھا کہ یہ لوگ کہیں نیچے اتر رہے ہیں کیونکہ نقطے نیچے اترتے ہوئے جیسے ہی زمین کے قریب ہوتا تھا، غائب ہو جاتا تھا۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ زمین کے نیچے جا رہے ہیں اور یہاں کوئی سرگ یا کریک ہوئی نہیں سکتا۔ گٹر میں ہی وہ اتر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ سکرین پر موجود تفصیلی نقشے کے مطابق وہ ہمارے ہیڈ کوارٹر کے عقب میں موجود تھے۔ اب حفاظتی انتظامات کے تحت وہ دیوار میں پھانڈ کر پھاٹک کی طرف سے تو اندر نہیں آ سکتے اس لئے یہی سوچا جا سکتا ہے کہ وہ گٹر کے راستے اندر آ رہے ہیں اور ایسا ہی ہوا۔ اگر میں ایسا نہ سوچتا تو پھر یہ اچاک ہم پر دھاوا بول دیتے“..... کرٹل سمجھنے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے واقعی بے حد عقلمندی سے کام لیا ہے سمجھو۔ میں تمہاری عقلمندی کی داد دیتی ہوں“..... کرٹل نے کہا۔

”شکر یہ۔ ویسے بس انداز آہی ایسا ہو گیا۔ بہر حال اب انہیں چیک کر کے ان کی لاشیں ہمیں اعلیٰ حکام کو پہنچانی ہوں گی۔ یہاں کامشن تو

ایک لحاظ سے ختم ہو گیا۔..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”ختم ہو گیا۔ وہ کیسے؟..... کرٹل نے چونک کر کہا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہو گیا اور کیا۔ اب کس بات کا خطرہ باقی ہے؟..... کرٹل سمعتھ نے کہا۔

”میں نے تمہاری عقائدی کی جو تعریف کی تھی وہ واپس لیتی ہوں؟..... کرٹل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ ارے۔ کیا ہوا۔ کیا مطلب۔ کیوں؟..... کرٹل سمعتھ نے حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

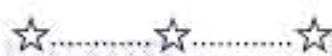
”کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس میں صرف ایک ہی گروپ تھا۔ اس گروپ کے خاتمے کے بعد وہ دوسرا گروپ بھی تو بیچ سکتے ہیں؟..... کرٹل نے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے۔ لیکن ان میں عمران شامل ہے تو پھر سمجھو کر پاکیشیا سیکرٹ سروس ختم ہو گئی۔ خطرناک ترین آدمی عمران ہی تھا اور ویسے بھی ہم ساری عمر تو یہاں نہیں رہ سکتے اور پاکیشیائی سائنس وان نے تو یہاں مستقل کام کرنا ہے؟..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی باہر سے فائرنگ کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں تو وہ دونوں بے اختیار اچھل کر کھڑے ہوئے ہی تھے کہ اچانک آفس کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ایک مسلح آدمی بجلی کی تیزی سے اندر داخل ہوا۔

”چیف۔ نجانے کچھ افراد کہاں سے آ کر فائرنگ کر رہے ہیں۔ آپ تہہ جانے میں چلے جائیں؟..... اس مسلح آدمی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مذکور جس تیزی سے آیا تھا اس سے بھی زیادہ تیزی سے واپس چلا گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ آؤ جلدی تہہ خانے میں۔ خطرہ ہے تو چڑھنے ہمیں تہہ خانے میں جانے کا کہا ہے۔ آؤ۔..... کرٹل سمعتھ نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گئے جس کے پیچھے راہداری میں خفیہ تہہ خانے کا راستہ تھا۔

”عجیب بات ہے۔ وہ لوگ تو ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ کون ہیں؟..... کرٹل نے کرٹل سمعتھ کے پیچھے دروازے کی طرف دوڑتے ہوئے کہا لیکن ظاہر ہے کہ کرٹل سمعتھ کو خود معلوم نہیں تھا کہ کن لوگوں نے اچانک حملہ کر دیا ہے اس لئے وہ کیا جواب دے سکتا تھا۔



عمران سینے پر کسی چیز کی ضرب کھا کر الٹ کر گٹر کے درمیان بہنے والے پانی کے اندر جا گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر تاریکی کا غلبہ ہوتا چلا گیا لیکن شاید پانی اور گٹر میں پانی کی تیزی بونے اس کے ذہن پر چھا جانے والی تاریکی کو نہ صرف دور کر دیا بلکہ عمران کا ذہن بھی ساتھ ہی جاگ اٹھا تھا۔ اس کا لباس گندے پانی میں رہنے کی وجہ سے بھیگ چکا تھا اور اس پانی میں اس قدر تیز بوجی کہ گٹر میں بھرے ہوئے دھوکیں کی نامانوس بواب اسے سرے سے بوہی محسوس نہ ہو رہی تھی۔ عمران تیزی سے اٹھا۔ وہاں بھی تک کھلا ہوا تھا اس لئے روشنی اندر آ رہی تھی اور عمران نے اس روشنی میں اپنے ساتھیوں کو پانی اور خشکی پر ڈھیر ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہاب ساری صورت حال سمجھ گیا کہ اس کے سینے پر بے ہوش کر دینے والی گیس کا بیم مارا گیا تھا جس سے وہ نیچے گر گیا اور اس گیس کی وجہ سے وہ خود بھی بے ہوش ہو گیا تھا اور اس کے ساتھی بھی لیکن اب عمران کو تجربہ ہو گیا تھا کہ گٹر کی تیزی بوجی

گیس کی بو پر غلبہ حاصل کر سکتی ہے اس لئے اس نے بجلی کی تیزی سے اپنے ساتھیوں کو جو خلکی پر پڑے تھے گھیث کر پانی میں ڈالا۔ صدر اور تنور پہلے ہی پانی میں گرے ہوئے تھے جبکہ کیپٹن شکیل، جولیا اور صالح تینوں کو اس نے گھیث کر پانی میں ڈالا اور پھر انہیں پانی میں دھکیلتا ہوا پچھے کی طرف لے جانے لگا۔ وہ باری باری دودو کو گھیث رہا تھا تاکہ دہانے سے کچھ دور چلے جائیں۔ اسے یقین تھا کہ گیس کا اثر ختم ہوتے ہی یہ لوگ گز میں لازماً ان پر فائر کھول دیں گے لیکن پانی میں تیز بونے صدر اور تنور دنوں کو ہوش دلا دیا اور وہ کرانے لگے تھے۔

”ہوش میں آؤ۔ ہوش میں آؤ۔“..... عمران نے انتہائی تیز لمحے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ۔ یہ۔“..... صدر کی آواز سنائی دی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہی پوزیشن تنور کی تھی۔

”ایک ایک ساتھی کو اٹھاؤ یا گھیٹو۔ ہم نے یہاں سے دور جانا ہے۔ اٹھو۔ جلدی کرو۔ خطرہ ہے۔“..... عمران نے کہا تو صدر اور تنور دنوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک باروہ لا کھڑائے لیکن پھر سنبھل گئے۔ پھر صدر نے کیپٹن شکیل کو سنبھال لیا جبکہ تنور نے صالح اور جولیا دنوں کو اٹھا کر اپنے کانڈھوں پر ڈالا جبکہ عمران ویسے ہی ان کے ساتھ تھا اور ابھی وہ عقیقی دہانے جہاں سے وہ گز میں اترے تھے، پر چکنچ گئے۔ اسی لمحے تڑاہٹ کی تیز آوازیں اور دھماکوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور عمران نے دیکھا کہ یہ فائرنگ اس دہانے سے جس سے ہبہ نکل رہا تھا کہ اسے ہٹ کیا گیا تھا، مشین گن کی نال ڈال کر فائرنگ کی جا رہی تھی اور نال کو اس طرح گھما یا جارہا تھا کہ اگر عمران اور اس کے ساتھی وہاں ہوتے تو یقیناً اس فائرنگ سے بلاک ہو جاتے لیکن اب یہ فائرنگ دیواروں پر اور گز کے پانی پر کی جا رہی تھی۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل، جولیا اور صالح تینوں ہوش میں آگئے کیونکہ انہیں سائیڈ پر دہانے کے نیچے نلا دیا گیا تھا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔“..... صالح نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر یہی بات کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی اٹھتے ہوئے کہی تو عمران نے انہیں منحصر طور پر گز میں ہونے والی کارروائی کے بارے میں بتا دیا۔

”لیکن گیس سے ہمیں اور تمہیں بے ہوشی کے بعد ہوش کیسے آیا۔“..... جولیا نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔ چونکہ ان سب کے کپڑے گندے پانی سے بھیگ چکے تھے اس لئے صالح اور جولیا دنوں کمٹی ہوئی بیٹھی تھیں لیکن یہ صرف ان کا احساس تھا اور ان کے جسموں پر موجود جملکش اور پینٹس بھیگ جانے کے بعد ویسے ہی تھیں جیسے بھیگنے سے پہلے تھیں۔ البتہ گندگی ان کے جسموں پر موجود تھی اور اس پانی اور گندگی کی تیز بوسے ان کے جی مسلسل متلا رہا تھا لیکن جو کچھ عمران نے بتایا تھا اس کے مطابق اسی تیز بونے انہیں گیس کے اثرات کے باوجود ہوش دلا دیا تھا جس کی وجہ سے وہ اس وقت زندہ نظر آ رہے تھے۔

”آؤ۔ اب ہمیں اس دہانے کے قریب پہنچنا ہے۔ ہم نے مشین گنیں بھی حاصل کرنی ہیں اور نیچے آنے والوں کا خاتمہ بھی کرنا ہے۔“..... عمران نے کہا تو وہ سب گز کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دہانے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ فائرنگ اب ختم ہو چکی تھی لیکن ابھی تک دہانے سے نیچے کوئی نہ آیا تھا۔

”یہ لوگ ہماری لاشیں اٹھانے کے لئے ضرور نیچے آئیں گے۔ ہم نے ان کی گرد نیس توڑنی ہیں اور ان سے اسلحہ حاصل کرنا ہے۔“.....

عمران نے آہستہ سے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد دہانے سے ثارچ کی تیز روشنی نیچے ڈالی جانے لگی لیکن وہ سب چونکہ اس دیوار کے ساتھ موجود تھے اس لئے وہ اس وقت تک نظر نہ آ سکتے تھے جب تک وہ نیچے نہ آتے۔

”یہاں تو کوئی لاش نظر نہیں آ رہی“..... دہانے کے باہر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”وہ پانی کی وجہ سے آ گئے بہہ گئی ہوں گی۔ ہمیں نیچے جانا ہوگا“..... ایک اور پھر ایک آدمی اللہ ہو کر سیر ہی سے نیچے آتا نظر آنے لگا۔ اس نے مشین گن کندھے سے لٹکائی ہوئی تھی۔ ثارچ شاید اس کی جیب میں تھی۔ اس کی دھنڈلی سی روشنی میں وہ آدمی نیچے اتر رہا تھا لیکن اترتے ہوئے اس کا منہ چونکہ دیوار کی طرف تھا اس لئے خطرہ تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی اسے نظر آ سکتے ہیں لیکن اس کے پیچے ایک اور آدمی بھی نیچے اترنے لگا اور اس کی وجہ سے پہلے والا آدمی بغیر کچھ دیکھے نیچے اتر رہا تھا کہ عمران نے بھلی کی سی تیزی سے اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اس کا دوسرا ہاتھ اس آدمی کی گردن پر جم گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی اس اچانک پڑنے والی افتادے سنجھتا عمران نے اس کی گردن کے گرد موجود بازو کو مخصوص انداز میں حرکت دی تو بھلی سی اوغ کی آواز کے ساتھ ہی اس کا جسم یکخت ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔

”کیا ہوا“..... دوسرے نیچے والے آدمی نے اوغ کی آواز سن کر چوک کر اس کی طرف دیکھنا شروع کر دیا جہاں عمران اور اس کے ساتھی موجود تھے لیکن وہ تقریباً نیچے اتر آیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی سنجھتا صدر نے آ گئے بڑھ کر بھلی کی سی تیزی سے اس کی گردن کے عقب میں کھڑی ہٹھی کا بھر پورا رکیا اور اس کا جسم یکخت ڈھیلا پڑنے ہی والا تھا کہ صدر نے اسے بازوؤں میں سنجال لیا۔ ادھر عمران نے بھی اس آدمی کو نیچے لٹا دیا تھا اور اس کی مشین گن اتار لی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ آدمی گردن کی بڑی ٹوٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکا تھا اور یہی کام صدر نے کیا تھا۔ دوسرے آدمی کی گردن بھی ٹوٹ چکی تھی۔ صدر نے اسے ایک طرف ڈال کر اس کی نہ صرف مشین گن اتار لی بلکہ اس کی جیبوں کی تلاشی لے کر اس نے ایک مشین پھل بھی نکال کر کیپٹن ٹکلیل کی طرف بڑھا دیا۔

”کیا پوزیشن ہے البرٹ“..... دہانے سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”تم بھی نیچے آ جاؤ۔ لاشیں کافی دور نکل گئی ہیں“..... عمران نے اس لمحے میں جواب دیا جس لمحے میں اس نے دہانے کے باہر سے آواز سنی تھی۔ اب یہ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ آواز البرٹ کی تھی یا کسی اور کی۔

”اچھا“..... اوپر سے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیا گیا اور پھر آدمی اللہ ہو کر نیچے اترنے لگا۔ اس کے کاندھے سے بھی مشین گن لٹک رہی تھی۔ ابھی وہ آدمی سیر ہیاں ہی اتر رہا تھا کہ عمران نے اس کی ناگ پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے نیچے کھینچ کر پانی کے ساتھ خٹک زمین پر گرا دیا۔ اس کے حلق سے بھلی سی چیخ نکلی لیکن عمران نے پھرتی سے اس کی گردن پر پیر رکھ کر اسے موڑ دیا۔ اس آدمی کا ترپتا ہوا جسم یکخت ڈھیلا پڑ گیا۔ عمران نے پیر و اپس کھینچ لیا کیونکہ دم گھٹنے سے وہ آدمی بے ہوش ہو چکا تھا۔

”اس کے کاندھے سے مشین گن اتار لو اور اس کی جیبوں کی تلاشی لو“..... عمران نے کہا اور چند لمحوں بعد مشین گن تنویر کے پاس اور مشین پھل عمران کے پاس پہنچ چکا تھا۔ جبکہ جولیا اور صاحب ابھی تک خالی ہاتھ تھیں۔ ابھی تک اوپر سے مزید کوئی آواز نہ آئی تھی اس لئے عمران سمجھ گیا کہ یہ

افراد ہی ہیں۔ عمران نے ایک بار پھر پیر اس تیزے آنے والے آدمی کی گروپ پر رکھا اور قوت سے دبا کر موڑ دیا تو اس بے ہوش آدمی کے جسم کو یکخت ایک زوردار جھنکا لگا اور پھر سیدھا ہو گیا تو عمران نے پیر ہٹا دیا۔

”آذاب اور چلیں۔ لیکن ہم نے اب صرف یہاں کے انچارج کرنی سمجھ کو زندہ پکڑنا ہے۔ باقی سب کو ہلاک کرنا ہے۔ کسی کی پرواہ مت کرنا۔“..... عمران نے کہا اور تیزی سے پیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے سر باہر نکالا اور دوسرا لمحے وہ اچھل کر اور چڑھ گیا۔ اس کے پیچے صدر اور پھر باری باری سب باہر آ گئے۔

”صدر اور کیپن ٹکلیں۔ تم دونوں نے عمارت کی دوسری سائینڈ گلی سے نکل کر فرنٹ پر آتا ہے جبکہ میں باقی ساتھیوں کے ساتھ ادھر سے جاؤں گا۔ بے جھجک فائزگ کھول دینا کیونکہ انہوں نے ہمیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی۔“..... عمران نے کہا اور پھر صدر اور کیپن ٹکلیں پنجوں کے بل دوڑتے ہوئے عمارت کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے تھوڑی دیر بعد دوسری طرف کی گلی کے کنارے پہنچ گئے۔ صدر نے ہاتھ لہرایا اور پھر وہ دونوں غائب ہو گئے۔

”تو نیر۔ تم عقب کا خیال رکھو۔“..... عمران نے جیب سے مشین پسل نکالتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جولیا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ جولیا اور صالحہ دونوں خالی ہاتھ تھیں۔ وہ گلی میں پنجوں کے بل چلتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ صالحہ اور جولیا چونکہ خالی ہاتھ تھیں اس لئے ان کے چہروں پر خاصی پریشانی نظر آ رہی تھی۔ ان کا اپنا اسلحہ جوانہوں نے جبوں میں ڈالا تھا، پانی میں گر کر بھینٹنے کی وجہ سے تقریباً بے کار ہو چکا تھا اور اس پر مکمل انحصار نہ کیا جاسکتا تھا اور بلیک ایجنٹ کے تربیت یافتہ افراد کے مقابل خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے وہ خاصی پریشان تھیں۔

”سنو۔ یہاں مسلح افراد ہوں گے۔ میں انہیں نشانہ بنانا کر آگے بڑھوں گا۔“..... تم نے فوراً ان کے اسلحہ پر قبضہ کرنا ہے ورنہ خالی ہاتھ تم خود بھی ماری جا سکتی ہو۔“..... عمران نے مزکر آہستہ سے کہا تو جولیا اور صالحہ دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران کی بات سن کر ان کے ساتھ ہے بے اختیار کھل اٹھے تھے۔ پھر گلی کے سرے پر عمران رکا اور اس نے سر کو ڈرایسا آگے کر کے فرنٹ کا جائزہ لیا۔ وہاں بڑے سے پھانک کے ساتھ ایک گارڈ روم تھا جس کے پاس دو مشین گنوں سے مسلح افراد موجود تھے اور یقیناً برآمدے میں بھی مسلح افراد موجود ہوں گے۔

”میں پھانک کے قریب موجود افراد پر فائر کر رہا ہوں لیکن تم یکخت اسلحہ لینے کے لئے نہ دوڑ پڑنا ورنہ برآمدے میں موجود افراد کا نشانہ بن جاؤ گی۔ جب فرنٹ پر موجود تمام افراد ختم ہو جائیں تب آگے بڑھنا۔“..... عمران نے آہستہ سے کہا۔

”تم ہمیں اس طرح سمجھا رہے ہو جیسے ہم چھوٹے بچے ہوں۔“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”بچے نہیں۔ پچیاں۔“..... عمران نے آہستہ سے صحیح کرتے ہوئے کہا اور دوسرا لمحے وہ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی پھانک کے سامنے کھڑے دونوں مسلح افراد چھینتے ہوئے اچھل کر نیچے گرے ہی تھے کہ بلڈنگ کی دوسری طرف سے مشین گن کی ریٹ ریٹ کی آوازنائی دی اور اس کے ساتھ ہی برآمدے سے انسانی چینوں کے ساتھ کئی افراد کے گرنے کے دھماکے سنائی دینے لگے۔ عمران تیزی سے سائینڈ سے نکل کر دوڑتا ہوا آگے بڑھا ہی تھا کہ یکخت غوطہ کھا کر دیوار سے لگ گیا۔ اس کے ساتھ ہی گارڈ روم سے نکل کر اس پر فائر کرنے والا ایک مسلح آدمی چھتا ہوا پیچے جا

گرا۔ اسے عمران پر فائز کھول دیا تھا۔ اگر عمران بروقت غوطہ نہ لگاتا تو یقیناً ہٹ ہو جاتا۔ اس آدمی کے گرتے ہی عمران ایک بار پھر تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اسے اندر سے فائزگ اور انسانی چیزوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو وہ برآمدے کو کراس کرتا ہوا اندر ونی راہداری میں داخل ہو گیا۔ برآمدے میں تین افراد پڑے ترپ رہے تھے۔ ان کی حالت ایسی تھی کہ عمران نے ان پر توجہ دینے کی بھی ضرورت نہ سمجھی تھی۔ عمران ابھی راہداری میں داخل ہوا ہی تھا کہ سائید کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے ٹکلا اور اس کے ساتھ ہی اندر سے بھی عمران پر اس انداز میں فائز کھول دیا گیا کہ اگر عمران بھلی کی سی تیزی سے اس دروازے والی دیوار سے نہ جا لگتا تو وہ لازماً ہٹ ہو جاتا۔ اب اس طرف فائز کرنے کے لئے اس آدمی کا باہر آنا ضروری تھا لیکن وہ آدمی باہر آنے کی بجائے تیزی سے واپس پلٹ گیا تھا کہ عمران بھلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور اس کے ساتھ ہی وہ دروازہ کراس کر گیا لیکن آگے بڑھنے کی بجائے اس نے وہیں مڑ کر پیروں کو اس طرح زمین پر مارنا شروع کر دیا جیسے وہ دوڑا جا رہا ہو۔ پھر اس نے پیر مارنا آہستہ کئے اور پھر خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے دروازے سے ایک مشین گن بردار اچھل کر باہر آیا ہی تھا کہ عمران کے مشین پسل نے گولیاں الگیں اور وہ آدمی چختا ہوا اچھل کر ایک دھماکے سے نیچے گرا اور ترپنے لگا۔

”عمران صاحب“..... اچانک اسے راہداری کے موڑ سے صدر کی آواز سنائی دی۔

”کیا ہے صدر“..... عمران نے تیز لمحے میں کہا اور موڑ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”اوکے“..... صدر نے جواب دیا اور دوسرے لمحے وہ موڑ سے نکل کر سامنے آ گیا۔

”کیمپنی قشیل کہاں ہے“..... عمران نے پوچھا۔

”وہ تفصیلی تلاشی لے رہا ہے۔ اندر چھا فراد تھے جنہیں ہم نے ختم کر دیا ہے“..... صدر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی دور سے تیز فائزگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو عقبی طرف فائزگ ہو رہی ہے۔ وہاں تنوری تھا“..... عمران نے کہا اور پھر مڑ کر واپس بھاگ پڑا۔ صدر بھی اس کے پیچے تھا۔ پھر وہ سائید گلی میں پہنچنے والے سے پہلے جولیا اور صالوں دوڑ کر جاتی ہوئی انہیں دکھائی دیں۔ وہ بھی شاید فائزگ کی آوازیں سن کر ادھر جا رہی تھیں۔

”تنوری۔ تنوری۔“..... جولیا نے گلی کے آخری سرے پر پہنچنے سے پہلے چیخ کر کہا۔

”آ جاؤ۔ میں یہاں ہوں“..... تنوری کی آواز سنائی دی جو عمران اور صدر نے بھی سن لی تھی۔ تنوری کے لمحے میں اطمینان کی جھلک نمایاں تھی اور پھر جولیا اور صالوں کے مژجانے کے کچھ عرصہ بعد عمران اور صدر بھی عقبی طرف پہنچ گئے۔ وہاں ایک کونے میں ایک کافی بڑا میں کا گلزار کسی صندوق کے ذکر کی طرح اٹھا ہوا تھا جبکہ سائید پر ایک عورت اور ایک مرد پڑے ہوئے تھے۔

”یہ کون ہیں اور تم نے انہیں بلاک کر دیا ہے“..... عمران نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”جنہیں۔ ہم نے ان کی ناگلوں پر فائز کیا تھا حالانکہ انہوں نے بھی مجھ پر فائز کھولا تھا لیکن میں سائید پر ہونے کی وجہ سے فیکیا تھا“..... تنوری نے کہا تو عمران ان کے قریب گیا تو یہ دونوں ابھی زندہ تھے لیکن خون کا اخراج تیزی سے بہہ رہا تھا۔ عمران نے اس مرد کی شرٹ پھاڑی اور پھر

اس کی پیشان بنا کر اس نے اس مرد کی ناگزیر پر اس جگہ پڑی باندھ دی جہاں گولی لگی تھی۔

”جو لیا۔ یہ پڑی اس عورت کی ناگزوں پر باندھ دو“..... عمران نے مرکر کہا تو جو لیا بھی دوڑتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔ اسی لمحے انہیں اس اٹھے ہوئے دھکن نما لکڑے کے نیچے جانے والے راستے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔

”یہ کیپٹن ٹکلیل کے دوڑنے کی مخصوص آواز ہے“..... عمران نے فوراً کہا تو سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات اجرا آئے۔

”کیپٹن ٹکلیل ہو“..... عمران نے اوپر جو آواز میں کہا۔

”اوہ۔ عمران صاحب۔ آپ ادھر“..... کیپٹن ٹکلیل کی آواز دور سے سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد کیپٹن ٹکلیل اس راستے پر نمودار ہوا اور پھر وہ باہر آگیا۔

”تم کہہ سے آ رہے ہو“..... عمران نے پوچھا۔

”عمران صاحب۔ اس تہہ خانے سے باہر جانے کا راستہ ہے۔ میں نے تہہ خانہ تلاش کر لیا ہے اور پھر اسے کھول کر اندر داخل ہوا تو یہ راستہ کھلا ہوا تھا۔ یہ مرد اور عورت یقیناً اس تہہ خانے میں ہوں گے اور وہاں سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہوں گے“..... کیپٹن ٹکلیل نے کہا۔

”مجھے پہلے سے خدا شکھا اس لئے میں تنویر کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔ گواں وقت تنویر نے بر اسمانہ بنالیا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس کا یہاں رہنا زیادہ اہم ہے۔ البتہ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تنویر نے ان حالات میں بھی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے کہ انہیں ہلاک نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ آدمی کرنل سمعتھ ہے“..... عمران نے کہا۔

”تو تم مجھے حق سمجھتے ہو“..... تنویر نے غرتے ہوئے کہا۔

”ارے آہستہ بولو۔ اگر جو لیا نے سن لیا تو میرا پتہ کث جائے گا“..... عمران نے سر گوشیانہ لبجھ میں کہا تو سب بے اختیار نفس پڑے کیونکہ وہ عمران کے قلفے کو جانتے تھے کہ اس کے نزدیک خواتین حق مردوں کو پسند کرتی ہیں۔

”ان دونوں کو اٹھا کر اندر لے چلو۔ ان کی بینڈ تج کرنے کے بعد انہیں ہوش دلایا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ ان سے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ فارنگ کی وجہ سے کسی بھی لمحے پولیس یہاں پہنچ سکتی ہے“..... صدر نے کہا۔

”یہ سرکاری ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر ہے اس لئے لازماً کرنل سمعتھ نے یہاں کی پولیس کو اس عمارت کے بارے میں بریف کیا ہوگا اس لئے اول تو یہاں پولیس آتی نہیں اور اگر آئی بھی سہی تو دیکھا جائے گا“..... عمران نے کہا اور پھر صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس زخمی ہوئی مرد اور عورت کو جنمیں تنویر نے فارنگ کر کے زخمی کیا تھا۔ ایک کمرے میں موجود کرسیوں پر ڈال دیا گیا۔ وہیں سے ایک بڑا میڈی یکل بال کس بھی مل گیا تھا اس لئے عمران کے کہنے پر کیپٹن ٹکلیل نے ان دونوں کی نہ صرف بینڈ تج کر دی بلکہ انہیں طاقت کے انگلش بھی لگادیئے تاکہ ان سے بات چیت کی جاسکے جبکہ صدر نے سور سے رسی کے دو بندل لا کر ان دونوں کو کرسیوں سے باندھ دیا۔

”کون ہی گانٹھ لگائی ہے تم نے۔ یہ دنیا کے سب سے طاقتور اور تربیت یافتہ اپنی سے متعلق ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لی گپ لگائی ہے۔ عمران صاحب“..... صدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ خصوصی افریقین قدیم دور کی گانٹھ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہیں اس کے بارے میں علم نہ ہو“..... عمران نے کہا تو صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ڈھنی مرد اور ڈھنی عورت کو کرسیوں سے باندھ کر صدر پیچھے ہٹ گیا۔

”اس مرد کا ناک اور منہ بند کر کے تم اسے ہوش دلاو اور عورت کو ہوش جولیا دلائے گی“..... عمران نے کہا تو صدر اور جولیا دونوں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر صدر نے اس مرد اور جولیا نے اس عورت کے منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ چند محوں بعد جب ان دونوں کے جسموں میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو دونوں نے ہاتھ ہٹائے۔ عمران اس دوران ایک کری گھیٹ کر ان دونوں کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

”عمران صاحب۔ آپ ان سے پوچھ چکھ کریں۔ ہم باہر جا رہے ہیں“..... صدر نے کہا۔

”ایک فون سیٹ یہاں لگا دتا کہ اگر فون آجائے تو اسے انڈ کیا جاسکے۔ یہ ہیڈ کوارٹر ہے اور یہ لوگ انتہائی تربیت یافتہ ہیں۔ معمولی سے شک پر یہاں قیامت توڑی جاسکتی ہے“..... عمران نے کہا تو صدر اور جولیا سر ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے جبکہ باقی ساتھی پہلے ہی باہر موجود تھے۔ تھوڑی دیر بعد صدر نے ایک فون سیٹ لا کر عمران کے پاس پڑی دوسرا کری پر کھو دیا اور اس کا رابطہ دیوار میں موجود فون ساکٹ کے ساتھ کر دیا۔

”میں نے باقی فونز کو آف کر دیا ہے“..... صدر نے رسیور اٹھا کر ٹون سننے کے بعد رسیور رکھتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر صدر بھی کمرے سے باہر چلا گیا۔ مرد اور عورت کے جسموں میں حرکت کے تاثرات اب کافی بڑھ گئے تھے اور پھر اس مرد نے آنکھیں کھول دیں۔ چند محوں تک اس کی آنکھوں میں دھنڈی چھائی رہی۔ پھر جیسے ہی اس کی آنکھوں میں شعور کی چک ابھری تو اس کے جسم نے جھٹکا کھایا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے لاشوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسما کر رہا گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی یہی کارروائی اس عورت نے بھی ہوش میں آنے کے بعد کی۔ عمران کری پر خاموش بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا۔ دونوں کے منہ سے بے اختیار کرائیں نکلنے لگیں۔ ظاہر ہے حرکت کرنے سے ناگلوں میں موجود رخموں میں ٹیکیں اٹھی ہوں گی۔

”تم۔ تم کون ہو۔ کیا مطلب۔ تم۔ تم۔ یہ کیا ہے“..... اس مرد نے بوکھلائے ہوئے سے لجھے میں کہا۔

”تمہارا نام کریں سمجھتے ہے“..... عمران نے سادہ سے لجھے میں کہا۔

”ہا۔ اور یہ میری بیوی کریں ہے۔ تم کون ہو اور یہ سب کیسے ممکن ہو گیا ہے“..... کریں سمجھنے جواب دیتے ہوئے عورت کے بارے میں بھی بتا دیا۔

”تم تہہ خانے کے خفیہ راستے سے نکل کر فرار ہو رہے تھے۔ کیوں“..... عمران نے کہا۔

”ہمارے آدمی مارے جا رہے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ تم سب عمارت کے اندر یا فرنٹ پر ہو گے۔ عقبی طرف کے بارے میں تمہیں خیال

ہی نہ ہو گا اور ہم باہر جا کر تمہیں گھیرنے کے لئے فوراً طلب کرنا چاہتے تھے لیکن جیسے ہی ہم خفیہ راستے سے باہر آئے۔ ہم پر فائر کھول دیا گیا۔ کیا تم پاکیشیائی ایجنسٹ ہو؟..... کریل سمعتھے نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میرا نام علی عمران ایم ایس ہی۔ ڈی ایس ہی (آکسن) ہے۔“..... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں اپنا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”مگر گھریہ کیسے ممکن ہے۔ تمہیں تو بے ہوش کر دیا گیا تھا اور پھر تم پر مشین گن سے فائر گک کی گئی تھی۔ پھر۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم سب اس طرح نہ صرف نجع جاؤ بلکہ ایکشن میں بھی آ جاؤ؟“..... کریل سمعتھے کی حالت دیکھنے والی ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات جیسے ثابت ہو کر رہ گئے تھے اور آنکھیں سوالیہ نشان بن گئی تھیں۔

”تمہیں یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ گھر میں کثیر مقدار میں گند اپانی موجود تھا اور ہم بے ہوش ہو کر اس پانی میں گرے تھے۔ پانی ہمیں نہ صرف بہا کر گھر کے دہانے سے دور لے گیا بلکہ پانی میں موجود تیز بو اور پانی دونوں نے مل کر بے ہوش کر دینے والی گیس پر غلبہ پالیا۔ تمہارے آدمیوں نے جب گھر کے دہانے سے اندر فائر گک کی تھی تو ہم وہاں موجود ہی نہ تھے۔ پھر تمہارے آدمی ہماری لاشیں نکالنے کیلئے اندر آئے تو ہم نے انہیں پلاک کر دیا اور ان سے اسلحہ لے کر ہم گھر سے باہر آگئے۔ مجھے تسلیم ہے کہ تمہارے آدمی بے حد تربیت یافتہ اور تجریب کار لوگ ہیں لیکن چونکہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح اچانک ان پر حملہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے وہ مار کھا گئے۔ تم دونوں یقیناً تہذیب خانے میں چھپ گئے لیکن مجھے افسوس ہے کہ تم دونوں نے مقابلہ کرنے کی بجائے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی تھیں تو خود ہمارے خلاف کام کرنا چاہئے تھا۔“..... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ہم بھی اس اچانک پڑنے والی افتادے سے گھبرا گئے تھے۔ ہمارے تصور میں بھی نہ تھا کہ تم اس طرح نہ صرف نجع جاؤ گے بلکہ ہم پر بھی حملہ کر دو گے۔“..... کریل سمعتھے نے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ کریل سمعتھے کہ ہمارا مشن کیا ہے اور ہم نے بہر حال اپنا مشن مکمل کرتا ہے اس لئے اب تمہاری اور تمہاری بیوی کی زندگیاں تمہارے اپنے ہاتھ میں ہیں ورنہ تم نے جس سر دہبری سے ہمارے قتل عام کی کارروائی کی تھی اس کے بعد تمہیں زندہ چھوڑ دینا احمقانہ بات ہو سکتی ہے لیکن چونکہ ہمارا تعلق بھی ایجنٹ سے ہے اور تمہارا بھی اور جس طرح ہم مشن مکمل کر رہے ہیں اسی طرح تم بھی اپنا مشن مکمل کر رہے ہو اس لئے اگر تم ہمیں ہمارے مشن کی تکمیل میں کوئی تھوڑتہ سہولت مہیا کر سکو تو تم زندہ رہو گے ورنہ مشن تو ہم نے بہر حال مکمل کرنا ہی ہے لیکن تم دونوں لاشوں میں تبدیل ہو جاؤ گے۔“..... عمران نے کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے ہماری بینڈ ٹج کر کے ہمیں مر نے سے وقت طور پر بچالیا ہے اور مجھے تسلیم ہے کہ ہم نے تمہارے بارے میں غلط اندازے لگائے لیکن یہ بات ذہن سے ہی نکال دو کہ ہم ایکریمیا کے مخاذات کے خلاف تمہاری کوئی مدد کریں گے۔ یہ بات ہماری سرشت میں ہی نہیں ہے۔“..... کریل سمعتھے نے اس بار بڑے سنبھلے ہوئے لجھے میں کہا۔ اب اس کے لجھے میں حیرت اور بوكھلا ہٹ دنوں عاشر ہو چکی تھیں۔

”تمہارے بازوؤں کی حرکت بتا رہی ہے کہ تم گاٹھیں کھونے کی کوشش کر رہے ہو لیکن یہ گاٹھیں تم سے نہ کھل سکیں گی۔ بہر حال یہ تو بتا سکتے

ہو کہ ایسی میں سیکورٹی انسچارج کون ہے،..... عمران نے کہا۔

”کرٹل گیری“..... کرٹل سمعتھ نے جواب دیا۔

”اس کا فون نمبر کیا ہے،..... عمران نے کہا۔

”سوری۔ مجھے نہیں معلوم“..... کرٹل سمعتھ نے جواب دیا۔

”تمہارا نام کرٹل بتایا گیا ہے۔ کیا تم فون نمبر بتا سکو گی یا اپنے خاوند کے ساتھ ہی بلاک ہونا پسند کرو گی“..... عمران نے خاموش بیٹھی ہوئی عورت کی طرف دیکھتے ہوئے سرد لبجھے میں کہا۔

”تم بند ہے ہوؤں پر گولیاں مار کر کوئی بہادری نہیں کرو گے“..... کرٹل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم نے خود ہی لڑنے کی بجائے فرار ہونے کی کوشش کی ورنہ تم لڑ کر بھی مر سکتے تھے۔ ایسی صورت میں تمہاری موت زیادہ قابل فخر ہوتی۔

بہر حال آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ نمبر بتاؤ گی یا نہیں“..... عمران کا لہجہ یکخت سرد ہو گیا۔

”سوری۔ مجھے نہیں معلوم“..... کرٹل نے جواب دیا تو عمران کے لبou پر بلکل ہی مسکراہٹ ابھر آئی۔

”گذ۔ تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم بہر حال محبت وطن افراد ہو اور ایسے افراد کو کم از کم میں بلاک نہیں کر سکتا اس لئے میں تم دونوں کو اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سمیت جا رہا ہوں۔ اگر تم گائٹھ کھول او گے تو زندہ نجی جاؤ گے ورنہ نہیں“..... عمران نے کہا اور کرسی سے انٹھ کر یہ ورنی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ یہ موت عبرتاک موت ہو گی“..... اچانک کرٹل سمعتھ کی چینچت ہوئی آواز سنائی دی تو عمران واپس مڑ کر وہیں رک گیا۔

”بتاؤ لیکن تمہیں کتفرم بھی کرانا ہو گا“..... عمران نے کہا تو کرٹل سمعتھ نے نمبر بتا دیا۔

”میں ابھی واپس آ رہا ہوں“..... عمران نے کہا اور پھر مڑ کر دوبارہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر صدر اور جولیا موجود تھے۔

”کیا ہوا“..... ان دونوں نے عمران کو دیکھ کر چونک کر پوچھا۔

”ابھی صرف کرٹل گیری کا نام معلوم ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے تفصیلی بات کروں اس لئے تمہیں ان دونوں کے منہ بند کرنے ہوں گے“..... عمران نے کہا۔

”انہیں ختم کر دو“..... جولیا نے کہا۔

”جب تک معاملات کسی حصتی نتیجے پر نہ پہنچ جائیں میں انہیں بلاک کرنا اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب ٹھیک کہہ رہیں مس جولیا۔ کسی بھی وقت ان دونوں کی دوبارہ ضرورت پڑ سکتی ہے“..... صدر نے کہا تو جولیا نے بھی

اشبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں عمران کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

”اوہ۔ یہ گالٹیس کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں“..... صدر نے چونک کر کہا۔

”ظاہر ہے۔ موقع ملنے پر کوشش کی جاتی ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کری پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی نجاحی توبہ چونک پڑے۔

”ان کے منہ بند کرو“..... عمران نے کہا تو صدر اور جولیا دونوں تیزی سے آگے بڑھے اور پھر ان دونوں کے عقب میں جا کر انہوں نے ان دونوں کے منہ ہاتھوں سے بند کر دیے۔ ادھر گھنٹی مسلسل نجاح رہی تھی۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر سیوراٹھالیا اور ساتھ ہی کری پر بیٹھ گیا۔

”لیں“..... عمران نے کہا۔

”کرٹل گیری بول رہا ہوں۔ ای سٹی سے“..... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کرٹل سمتحہ بول رہا ہوں“..... عمران نے کرٹل سمتحہ کی آواز اور لبھے میں کہا تو کرٹل سمتحہ اور کرٹل دونوں کی آنکھیں حیرت سے چھیلتی چلی گئیں۔

”کرٹل سمتحہ۔ جو چھپس چوری ہوئی تھیں ان کے بارے میں کوئی تازہ ترین اطلاع“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”ہم باقاعدہ مانیٹر گنگ کر رہے ہیں لیکن ابھی تک یہ چپس پر انک میں داخل نہیں ہوئیں“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جب چپس ان لوگوں کے پاس پہنچ گئی ہیں تو پھر وہ کیوں آگے نہیں بڑھ رہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ چپس کے ساتھ جیسے ہی وہ ای سٹی میں داخل ہوں گے تو چپس کو بلاک کر دیا جائے گا“..... عمران نے کرٹل سمتحہ کی آواز اور لبھے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہا۔ وہ ایسا سمجھ سکتے ہیں کیونکہ یہ چپس جدید ترین ایجاد ہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”جدید ترین تو نہیں کرٹل گیری۔ ایسی چپس تو پہلے بھی ایسی کارروائیوں کے لئے استعمال ہوتی رہی ہیں“..... عمران نے لبھے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ایسی چپس نہیں ہیں کرٹل سمتحہ۔ یہ ایک نئیں سامنہ دانوں کی جدید ترین ایجاد ہے۔ اس سے پہلے جتنی بھی چپس اس مقصد کے لئے بنائی گئی تھیں وہ جسم سے باہر آنے کے بعد خود بخود بلاک نہیں ہوتی تھیں لیکن یہ بلاک ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جب تک جسم کے اندر رہے اسے ہر صورت میں مانیٹر کیا جاسکتا ہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”ہر صورت تو نہ کہیں کرٹل گیری۔ کوئی نہ کوئی صورت تو بہر حال ایسی ہوگی جس کے ذریعے اسے وقتی طور پر آف کیا جاسکتا ہو گا“..... عمران نے کہا۔

”آف تو واقعی اسے کسی صورت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ایک خامی ہے ان میں کہ یہ جہاں جسم کے اندر موجود ہو وہاں جسم کے اوپر سلوشن ٹیپ لگا دی جائے تو ان کی مانیٹر گنگ رک جاتی ہے“..... کرٹل گیری نے جواب دیا۔

”آپ نے معلومات کی ہیں کہ یہ چیس کیسے چوری ہوئی ہیں اور کیسے ای اسٹی سے باہر گئی ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ دو آدمی سامنے آئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام برینڈی تھا اور دوسرے کا نام مری۔ انہوں نے پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر احسان کے ذریعے چیس خفیہ شور سے چوری کی تھیں اور پھر انہیں باہر بھجوادیا۔ ان دونوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے جبکہ پاکیشیائی سائنس دان کو لاست وارنگ دی گئی ہے۔“..... کرنل گیری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ چیس باہر کیسے گئیں“..... عمران نے کہا۔

”ریز منی کے نیچے کام نہیں کرتیں اور ای اسٹی کے ایک حصے میں قدرتی سرگ موجو تھی جس کا دہانہ ای اسٹی کی حدود سے کافی دوریت میں جا کر رکھتا ہے۔ اس سرگ کے اندر چینگ نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس سرگ کو یہاں کا نچلا حصہ استعمال کرتا تھا۔ اب اس سرگ کو مکمل طور پر بلاک کر دیا گیا ہے۔“..... کرنل گیری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ بہر حال ابھی تک چیس چیک نہیں ہوئیں۔ ہم بھی ان کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”ان کا خاتمه باہر ہی ہونا چاہئے کرنل سمحتھ“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ایسا ہی ہو گا۔ وہ آئیں تو سکیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”اوکے۔ گذبائی“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ صدر اور جولیا نے کرنل سمحتھ اور کرٹل کے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ ہٹالے۔

”آذاب چلیں۔ اب مزید کسی بات کی ضرورت نہیں رہی۔ جو کچھ میں جاننا چاہتا تھا وہ کرنل گیری نے خود ہی بتا دیا ہے۔“..... عمران نے صدر اور جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تم۔ تم کیا ہو۔ تم جادوگر ہو۔ تم نے میری آواز اور لجھ کی نقل کیسے کر لی“..... کرنل سمحتھ نے کہا۔

”یہ جادوگری نہیں اس پر بے پناہ محنت اور مشق کرتا پڑتی ہے۔“..... عمران نے سری لجھ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ ان دونوں کا کیا کرنا ہے۔“..... صدر نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یہ دونوں ایجنٹسی کے افراد ہیں اس لئے میں انہیں ہلاک کرنے کے خلاف ہوں۔“..... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا لیکن دوسرے لمحے میں مصل کی تڑتاہٹ کے ساتھ ہی انسانی چیزوں سے کرہ گونج اٹھا۔

”میں انہیں ہلاک کرنے کے حق میں ہوں۔ انہوں نے ہمیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ انہوں نے ہمارے ایجنٹسی سے متعلق ہونے کا کوئی خیال نہیں کیا۔“..... جولیا نے تیز لجھ میں کہا۔

”مس جولیا نے ٹھیک کیا ہے۔ اس طرح ہمارا عقب غیر محفوظ رہ جاتا۔“..... صدر نے کہا لیکن عمران کوئی جواب دیئے بغیر خاموشی سے کمرے سے باہر آ گیا۔ البتہ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے فقرے کے رد عمل میں بھی ہو گا۔



کرنل گیری ای سٹی میں اپنے آفس میں بیٹھا ہی سوچ رہا تھا کہ پاکیشیائی ایجنت نئی چیز حاصل کر لینے کے باوجود اسے استعمال کرتے ہوئے پر انک کیوں نہیں پہنچے۔ اس نے کرنل سمتھ سے فون پر جوابات چیت کی تھی اس سے وہ کنفرم ہو گیا تھا کہ پاکیشیائی ایجنت واقعی ابھی تک پر انک نہیں پہنچ سکے کیونکہ کرنل سمتھ کو خصوصی مشینزی نہ صرف بھجوادی گئی تھی بلکہ اسے ان کے ہیڈ کوارٹر میں نصب بھی کر دیا گیا تھا اور اسے معلوم تھا کہ اس مشینزی کی ریٹن پورے پر انک پر پھیلی ہوئی تھی اس لئے اسے معلوم تھا کہ جیسے ہی یہ لوگ پر انک میں کسی بھی انداز میں داخل ہوں گے تو مشینزی انہیں چیک کر لے گی اور پھر یہ لوگ مسلسل چیک ہوتے رہیں گے اور آسانی سے ہلاک کر دیے جائیں گے۔ ویسے بھی بلیک ایجنٹی ایکریمیا کی ناپ ایجنٹی سمجھی جاتی ہے اور یہ لوگ بے حد تجربہ کا رلوگ ہیں اس لئے پاکیشیائی ایجنٹوں کی نشاندہی کے بعد ان کا خاتمه کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا لیکن کرنل سمتھ نے انہیں بتایا کہ ابھی تک یہ لوگ پر انک میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ یہ بات اس کے ذہن میں خلش پیدا کر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ پاکیشیائی سیکرٹ سروس اپنے مشن پر بھلی کی سی تیزی سے کام کرتی ہے اور جبکہ ان کے پاس چھٹی چیزیں بھی پہنچ چکی ہیں تو اب انہیں فوری کارروائی کرنی چاہئے تھی۔ وہ بیٹھا ہی سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”لیں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ڈاکٹر میورک لائن پر ہیں جناب“..... دوسری طرف سے موڈبائیں لجھے میں کہا گیا۔

”کراوبات“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ہیلو۔ ڈاکٹر میورک بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز شناختی دی۔

”کرنل گیری بول رہا ہوں ڈاکٹر میورک۔ میں نے فون کیا تھا لیکن آپ کے اسنٹ نے بتایا کہ آپ کسی سائنسی ناٹک میں بے حد مصروف ہیں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ہا۔ ایک اہم سائنسی ناٹک میں مصروف تھا۔ کیوں فون کیا تھا“..... ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”میں ڈاکٹر احسان کے بارے میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ چھٹی چیز کا حصول ڈاکٹر احسان کی وجہ سے ممکن ہوا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے حکم پر میں نے لاست وارنگ تودے دی تھی لیکن میں اس پر مطمئن نہیں ہوں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”تو کیا آپ ڈاکٹر احسان کو گولی مارنا چاہتے ہیں“..... ڈاکٹر میورک نے تلخ لجھے میں کہا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا ڈاکٹر میورک۔ میں چاہتا تھا کہ جب تک پاکیشیائی ایجنت ہلاک نہ ہو جائیں تب تک انہیں کسی ایسے حفاظتی زون میں رکھا جائے کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے ورنہ یہ پاکیشیائی ایجنٹوں کی مدد کے لئے آئندہ بھی تو کچھ کر سکتے ہیں اور اگر ان کی مدد سے پاکیشیائی ایجنت ای سٹی کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ ایکریمیا کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہو گا“..... کرنل گیری نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”مزید وہ کیا کر لیں گے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کی ہلاکت ہماری نہیں۔ آپ کی ذمہ داری میں شامل ہے“..... ڈاکٹر احسان بے حد قابل اور

ذمہ دار سائنس دان ہیں اور میں نے ایسے انتظامات کر دیے ہیں کہ اب وہ کوئی ایسا اقدام نہ کر سکیں گے جس سے آپ کو شکایت پیدا ہو گئی۔ گذ بائی۔ ڈاکٹر میورک نے سرد لبجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو کرٹل گیری کے چہرے پر غصے اور کبیدگی کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے ہونٹ پھینکتے ہوئے رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

”یہ سائنس دان بھی سنگل ٹریک لوگ ہیں۔ انہیں اپنے سائنسی تجربات سے ہٹ کر اور کسی بات کی فکر ہی نہیں۔“ کرٹل گیری نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ میں یہ کرٹل سمتھ سے کہنا بھول گیا کہ ان پاکیشیائیوں کی ہلاکت کے بعد ان کے جسموں سے چیز نکلا کر ایسی سُنجھو دے۔“ کرٹل گیری نے بڑھاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا کر اس نے فون کے نچلے حصے میں موجود بٹن پر لیس کر دیا۔

”لیں سر۔“ دوسری طرف سے اس کے فون سیکرٹری کی موڈبانہ آواز سنائی دی۔

”کرٹل سمتھ سے بات کراؤ۔“ کرٹل گیری نے تحملمانہ لبجے میں کہا۔

”لیں سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو کرٹل گیری نے رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھٹنی نج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔“ کرٹل گیری نے کہا۔

”سر۔ کرٹل سمتھ صاحب کو کال کی گئی ہے لیکن وہاں سے کال اٹھدہ ہی نہیں کی جا رہی۔“ دوسری طرف سے فون سیکرٹری نے موڈبانہ لبجے میں کہا۔

”وہ ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ کال کیوں اٹھدہ نہیں کی جا رہی۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“ کرٹل گیری نے حیرت بھرے لبجے میں کہا۔

”میں نے کافی دیر تک کوشش کی۔ پھر دوسری بار کوشش کی ہے لیکن کال اٹھدہ ہی نہیں کی جا رہی جبکہ نیل مسلسل جا رہی ہے۔“ فون سیکرٹری نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ تمہارے پاس کرٹل سمتھ کے کسی ایسے آدمی کا نمبر موجود ہے جو ہیڈ کوارٹر سے باہر کام کر رہا ہو۔“ کرٹل گیری نے کہا۔

”سر۔ فون نمبر تو نہیں ہے البتہ انہوں نے خود اپنے ایک آدمی جانسن کو ٹرانسمیٹر فریکونی دی تھی کہ ایم جسی میں اس سے بات کی جاسکتی ہے۔“ فون سیکرٹری نے جواب دیا۔

”اے ٹرانسمیٹر کال کرو۔ اے اپنا نمبر دے کر کہو کہ وہ کسی پلک فون بوٹھ سے مجھ سے فون پر بات کرے۔“ کرٹل گیری نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔“ دوسری طرف سے کہا گیا تو کرٹل گیری نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہیڈ کوارٹر میں کال اٹھدہ نہیں کی جا رہی۔ کیسے ممکن ہے یہ بات۔ لیکن فون سیکرٹری کو جھوٹ بولنے کی کیا

ضرورت ہے۔۔۔ کرٹل گیری نے بڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً میں پھیس منٹ کے بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو کرٹل گیری نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”لیں“۔۔۔ کرٹل گیری نے کہا۔

”جانسن بول رہا ہوں سر۔ حکم فرمائیے“۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”تم اس وقت کہاں موجود ہو“۔۔۔ کرٹل گیری نے کہا۔

”شارروڈ کے ایک پیک فون بوتحہ سے بات کر رہا ہوں سر۔ کیونکہ آپ کے فون سیکرٹری نے ٹرانسمیٹر کال کر کے مجھے آپ کو فون کرنے کا کہا تھا“۔۔۔ جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے کرٹل سمیٹھ سے ضروری بات کرنی تھی لیکن ہیڈ کوارٹر میں کوئی کال ہی انذرنیں کر رہا۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے“۔۔۔ کرٹل گیری نے کہا۔

”ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے سر۔ وہاں چیف، ان کی اسٹاف میڈم کرٹل کے علاوہ دس افراد مزید موجود ہیں“۔۔۔ جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم خود وہاں جاؤ اور وہاں سے مجھے دوبارہ فون کرو“۔۔۔ کرٹل گیری نے کہا۔

”لیں سر“۔۔۔ جانسن نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی کرٹل گیری نے رسیور کھو دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجاح اٹھی تو کرٹل گیری نے رسیور اٹھالیا۔

”لیں“۔۔۔ کرٹل گیری نے کہا۔

”جانسن بول رہا ہوں سر۔ ہیڈ کوارٹر سے۔ یہاں قتل عام کیا گیا ہے۔ چیف کرٹل سمیٹھ اور ان کی مسز میڈم کرٹل کی لاشیں بھی گولیوں سے چھلنی کر دی گئی ہیں۔ ہیڈ کوارٹر میں تمام افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ تمام مشینری تباہ کر دی گئی ہے۔ تہہ خانے کا عقبی راستہ بھی کھلا ہوا ہے“۔۔۔ جانسن نے بڑے متوجہ سے لبھ میں کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو یا نئے میں ہو“۔۔۔ کرٹل گیری نے چیختے ہوئے کہا۔

”سر۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔ تین لاشیں گٹر میں پڑی ہیں۔ ہیڈ کوارٹر کا پھاٹک اندر سے بند تھا لیکن سامنی ھاظٹی انتظامات موجود نہ تھے لیکن اس کے باوجود میں پھاٹک یاد یوار کراس کر کے اندر نہ جاسکتا تھا اس لئے میں نے گٹر کا راستہ سوچا۔ پھر جب میں نے گٹر میں اپنے تین ساتھیوں کی لاشیں دیکھیں تو میں حیران رہ گیا۔ پھر جب میں گٹر کے راستے اندر گیا تو یہاں قتل عام سامنے آ گیا۔ چیف اور اس کی مسز کرٹل کو کرسیوں پر رسیوں سے باندھ کر ان پر گولیاں چلانی گئی ہیں“۔۔۔ جانسن نے تیز تیز لبھ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویری ہیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ قاتل گٹر کے راستے اندر داخل ہوئے ہیں اور باہر گئے۔ یہ یقیناً پاکیشیائی انجمن ہوں گے لیکن کرٹل

سمتھ کے پاس توانیزرنگ مشینری موجود تھی۔ پھر یہ سب کیسے ہو گیا؟..... کرٹل گیری کا لہجہ اور انداز ایسا تھا جیسے اسے جانسن کی بات پر بھی تک لیقین نہ آ رہا ہو۔

”لیں سر۔ ایسا ہی ہوا ہے“..... جانسن نے جواب دیا۔

”اب تم کتنے ارکان باقی رہ گئے ہو؟“..... کرٹل گیری نے پوچھا۔

”مجھ سمتی آٹھ افراد ہیں اور ہم سب ہیڈ کوارٹر سے باہر ڈیوٹی دے رہے ہیں“..... جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ پاکیشیائی ایجنس نہ صرف پرانک پنجھ انہوں نے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو کر وہاں قتل عام کر دیا۔ ویری بیڈ۔ تم اپنے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرو اور پھر جیسے وہ کہیں دیے کرو“..... کرٹل گیری نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اب یہ لازماً ای سٹی کا رخ کریں گے“..... کرٹل گیری نے بڑھاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور فون کے نچلے حصے میں موجود سرخ رنگ کا بٹن پر لیں کر کے اسے ڈائریکٹ کیا اور پھر تیزی سے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”کیپٹن براؤن بول رہا ہوں“..... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کرٹل گیری بول رہا ہوں“..... کرٹل گیری نے تیز لمحہ میں کہا۔

”لیں سر“..... کیپٹن براؤن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”فوراً میرے آفس میں آ جاؤ“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ پہلے اس نے کیپٹن براؤن سے فون پر برااؤن اندر داخل ہوا۔ اس نے کرٹل گیری کو سلام کیا۔

”بیٹھو کیپٹن“..... کرٹل گیری نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تحینک یوسر“..... کیپٹن براؤن نے کہا اور میز کی دوسری طرف موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر مدد بانہ انداز میں بیٹھ گیا۔

”تمہیں یہ سن کر حیرت کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہو گا کیپٹن براؤن کہ پرانک میں بلیک ایجنٹی کے ہیڈ کوارٹر پر پاکیشیائی ایجنسیوں نے ریڈ کر کے کرٹل سمتھ، اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ تقریباً اس ارکان کو بھی ہلاک کر دیا ہے“..... کرٹل گیری نے کہا تو کیپٹن براؤن بے اختیار اچھل پڑا۔

”سر۔ سر۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے“..... کیپٹن براؤن نے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

”ایسا ہوا ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرٹل سمتھ کو فون کرنے لیکن فون اٹھا دے ہونے پر جانسن سے رابطہ اور پھر جانسن کی طرف سے بتائی گئی تفصیل دو ہر ادی۔

”اس کا مطلب ہے کہ کرٹل سمتھ ان کی چسپ کو بھی چیک نہ کر سکے حالانکہ انہیں اس کی مشینری بھی دی گئی تھی اور صرف دی ہی نہیں گئی تھی بلکہ اسے وہاں نصب بھی کر دیا گیا تھا۔ اس مشینری سے تو یہ لوگ پرانک میں داخل ہوتے ہی چیک کے جا سکتے تھے جبکہ وہ نہ صرف پرانک میں داخل

ہوئے بلکہ بلیک ایجنٹی کے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو کر قتل عام کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان ایجنٹوں نے ابھی تک ان چیزوں کو استعمال ہی نہیں کیا اس لئے کرنل سمتح انہیں چیک ہی نہ کر سکے۔ کیپشن براؤن نے کہا۔

”ان حالات میں اصل بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ پاکیشی ایجنٹ پرانک میں موجود ہیں اور وہ کسی بھی لمحے ای سٹی پر حملہ کر سکتے ہیں۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”لیکن سر۔ وہ اس میں داخل کہاں سے ہوں گے۔ خفیہ سرگ کو بلاک کر دیا گیا ہے۔ ای سٹی میں داخلے کے راستے کو بھی بلاک کر دیا گیا ہے۔ دیواروں کی صورت پھلانگ نہیں سکتے۔ پھر دیواروں پر بھی ریز موجود ہیں اور اگر وہ یہ سب کچھ کر بھی لیں تو بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر وہ چیزوں جسموں میں لگا کر اندر آئیں تو باقاعدہ مانیٹر ہو جائیں گے لیکن اگر لگا کر نہ آئے تو اندر داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو جائیں گے۔“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”ہا۔ ہم نے اپنے طور پر توہر لحاظ سے اس سے مقابلے کا بندوبست کر رکھا ہے لیکن بلیک ایجنٹی کے ہیڈ کوارٹر پر ہونے والے ریڈے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ یہ لوگ عام ایجنٹ نہیں ہیں۔ یہ لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے میں نے تمہیں یہاں کال کیا ہے کہ اب تم نے اور تمہارے سیکشن نے چوبیس گھنٹے ریڈ الٹ رہنا ہے۔ ہم نے ہر صورت میں انہیں بلاک کرنا ہے۔ ہر صورت میں“..... کرنل گیری نے کہا۔

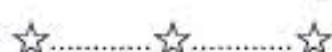
”لیں سر۔ ایسا ہی ہو گا۔“..... کیپشن براؤن نے بڑےطمیتان بھرے لجھے میں کہا۔

”اوکے۔ میں اب ہر وقت آپ سے یہ خبر سننے کے لئے تیار ہوں گا۔ تم نے مجھے معمولی سے معمولی واقعہ کی بھی روپرٹ دینی ہے۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”لیں سر۔ کیا ب مجھے اجازت ہے۔“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”لیں۔ بہر حال ہر طرح سے ہوشیار رہنا۔ ہماری معمولی سی کوتاہی ہمیں ناکام بنادے گی۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”آپ بے فکر ہیں سر۔ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو گی۔“..... کیپشن براؤن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ انٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سلوٹ کیا اور مذکور تیزی سے یہ ونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



ڈاکٹر احسان لیبارٹری کی مخصوص کینٹینن میں لنج کے وقفہ کے دوران لنج کرنے میں مصروف تھے۔ وہ اسکے میز پر بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ بہت سے سامنس دان لنج کر کے واپس جا چکے تھے اور وہ سب کامن روم میں بیٹھے تھے جہاں وہ ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ کر کے وقت گزارتے تھے لیکن ڈاکٹر احسان چونکہ ان کے ساتھ بے تکلف نہ تھے اور ویسے بھی سامنس دان ان کی بزرگی کو دیکھتے ہوئے ان کے ساتھ کوئی مذاق نہ کرتے تھے اس لئے ڈاکٹر احسان لنج کے وقفہ کا زیادہ تر وقت کینٹینن میں بیٹھ کر ہی گزارتے تھے اور پھر یہیں سے اٹھ کر وہ کام کرنے لیبارٹری میں

چلے جاتے تھے جہاں شام تک کام کرنے کے بعد وہ کینٹھیں میں آ کر ڈن کرتے اور پھر اپنے مخصوص کمرے میں سونے کے لئے چلے جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ لمحے کرنے کے بعد چائے چسکیاں لے لے کر آہستہ آہستہ پینے میں مصروف تھے کہ اچانک ان کے کانوں میں کوئی آواز پڑی کہ کوئی ان سے بیٹھنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ ڈاکٹر احسان نے چونکہ کسر اٹھایا اور دوسرے لمحے ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ ان کی میر کے قریب ویسٹرن کارمن کا ایک ادھیزر عمر سائنس دان ڈاکٹر الفرد کھڑا تھا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ڈاکٹر الفرد۔ آئیے بیٹھیے۔ آپ کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟“..... ڈاکٹر احسان نے اٹھ کر ڈاکٹر الفرد کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔ آپ بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے اس لئے میں نے پوچھا تھا،“..... ڈاکٹر الفرد نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر سامنے کری پر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر احسان بھی واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

”آپ لمحہ کر چکے ہیں یا؟“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”میں لمحہ کر چکا ہوں۔ صرف آپ کے ساتھ چائے پیوں گا،“..... ڈاکٹر الفرد نے مسکراتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان نے ویسٹرن الفرد کے لئے چائے لانے کا کہہ دیا۔ ڈاکٹر الفرد اس پوری لیبارٹری میں واحد سائنس دان تھے جن سے ڈاکٹر احسان کی اکٹر گپ شپ رہتی تھی۔ ڈاکٹر الفرد کو بھی ویسٹرن کارمن سے اسی طرح انوکر کے لایا گیا تھا جس طرح پاکیشی سے ڈاکٹر احسان کو لایا گیا تھا اور ویسٹرن کارمن کے ایجنٹوں نے بھی ڈاکٹر الفرد کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ آج تک ایسی سٹی تک پہنچ ہی نہ سکے تھے اور اب تو ڈاکٹر الفرد کو یہاں آئے ہوئے پانچ سال گزر چکے تھے اس لئے ڈاکٹر الفرد واپس جانے کی امید ہی ختم کر چکے تھے۔ چونکہ انہیں یہاں اپنے آنے کے ابتدائی دن یاد تھے اس لئے وہ اکثر ڈاکٹر احسان کے پاس بیٹھ کر ان سے ہمدردی کرتے رہتے تھے لیکن ساتھ ہی وہ انہیں یہ بھی کہتے رہتے تھے کہ یہاں سے زندہ واپسی کا خیال ترک کر دیں اور ڈاکٹر احسان کوئی جواب دینے کی بجائے خاموش رہتے۔

چھپنی چپس چوری ہونے کا علم لیبارٹری کے سب سائنس دانوں کو ہو گیا تھا۔ یہ چپس خفیہ تہہ خانے سے ڈاکٹر احسان نے چراکی ہیں اس لئے وہ سب ڈاکٹر احسان کو اچھی نظر وہ سند یکھتے تھے۔ صرف ڈاکٹر الفرد ہی تھے جو ایسا کرنے کے باوجود ان کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے کیونکہ انہوں نے خود بھی یہاں سے فرار ہونے کی کوئی کوششیں کی تھیں لیکن ناکام رہے تھے۔

”ڈاکٹر احسان۔ آپ نے جو چپس اپنے ملک کے ایجنٹوں کو بھجوائی تھیں ان کا کیا ہوا؟“..... ڈاکٹر الفرد نے پوچھا۔

”مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے کہ یہ چپس کہاں پہنچیں اور کن کے پاس پہنچیں اور پھر کیا ہوا؟“..... ڈاکٹر احسان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ایک بات ہے ڈاکٹر احسان کہ آپ کے ملک کے ایجنت کم از کم ہمارے ملک ویسٹرن کارمن سے تو بہتر ہیں،“..... ڈاکٹر الفرد نے کہا لیکن اسی لمحے ویسٹرن کے برتن لاکر میز پر رکھ دیئے تو ڈاکٹر احسان نے فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔

”وہ کیسے؟“..... ویسٹرن کے جانے کے بعد ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”وہ ای سٹی تک تو پہنچ گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اندر کسی صورت داخل نہ ہو سکیں گے اور اگر داخل ہوں گے تو ہلاک کر دیے جائیں گے۔“.....ڈاکٹر الفڑنے چاۓ کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں تک پہنچ گئے ہیں؟“.....ڈاکٹر احسان نے چوک کر کہا۔

”وہ اس وقت پرانک میں موجود ہیں۔ مجھے سیکورٹی کے ایک آدمی کا لس نے بتایا ہے۔ وہ میرا دوست ہے اور مجھ سے ملتا رہتا ہے۔“.....ڈاکٹر الفڑنے کہا۔

”لیکن سیکورٹی کے لوگ تولیبارٹری میں آتے ہی نہیں ہیں۔“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اس کا تعلق شراب کی تقسیم سے ہے۔ وہ شراب کا شاک انچارج ہے اور شراب کی ضرورت سیکورٹی والوں کو بھی پڑتی رہتی ہے۔“.....ڈاکٹر الفڑنے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس نے کیا بتایا ہے؟“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اس نے حیرت انگیز بات بتائی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ پرانک میں پاکیشی ایجنٹوں کو ہلاک کرنے کے لئے ایکریمیا کی ناپ بلیک ایجنٹی کا پرسکیشن موجود تھا۔ جس نے یہاں باقاعدہ ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا جبکہ پاکیشی ایجنٹوں نے اس ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیا اور انچارج کر لیا۔ اس کی بیوی کریمہ اور دس بارہ کے قریب ارکان کا قتل عام کر کے واپس چلے گئے۔“.....ڈاکٹر الفڑنے کہا۔

”اوہ۔ ویری سڑی۔ بہر حال وہ یہاں تو داخل نہیں ہو سکتے۔“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”خفیہ سرگ جس کے ذریعے آپ کی حاصل کردہ چیزوں باہر گئیں اس سرگ کو بھی بند کر دیا گیا ہے۔ چیزوں کو باقاعدہ منیٹر کیا جائے گا اس لئے اگر پاکیشی ایجنٹ بغیر چیزوں کو اپنے جسموں میں لگائے ای سٹی میں داخل ہوئے تو فوراً بے ہوش اور بعد میں ہلاک ہو جائیں گے اور اگر چیزوں لگا کر آئے تو مانیٹر ہو کر ہلاک کر دیے جائیں گے۔ لیکن،“.....ڈاکٹر الفڑ بات کرتے کرتے لیکن کہہ کر اس طرح خاموش ہو گئے جیسے وہ مزید کچھ کہتے رک گیا ہو۔

”لیکن کیا؟“.....ڈاکٹر احسان نے چوک کر کہا۔

”مجھے یہاں آئے ہوئے پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں نے ان پانچ سالوں میں دو بار فرار ہونے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ میری ناکامی کی وجہ میری اپنی بزدلی تھی۔ مجھے میں وہ تیزی، مستعدی اور ذہنی چالاکی موجود نہ تھی جس کی مدد سے لوگ بروقت فیصلے کر کے فرار ہو جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن ایک کام ہو گیا کہ میں نے ایک ایسا راستہ تلاش کر لیا جہاں سے فرار ہوا جاسکتا ہے لیکن،“.....ڈاکٹر الفڑ ایک بار پھر لیکن کہہ کر خاموش ہو گیا۔

”لیکن کیا؟“.....ڈاکٹر احسان نے چوکتے ہوئے پوچھا۔

”لیکن ڈاکٹر احسان۔ اب اس راستے کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس وقت یہ موجود تھا۔ کاش۔ اس وقت میں ہمت کر لیتا لیکن میں خوفزدہ انداز

میں وہاں سے گزرنے لگا تو مجھے پکڑ لیا گیا۔.....ڈاکٹر الفڑ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون سارا ستہ تھا وہ“.....ڈاکٹر احسان نے تجسس بھرے لبھے میں کہا۔

”ہماری لیبارٹری میں چار سال قبل ایک ایسے فارمو لے پر کام ہو رہا تھا جس میں انتہائی زہر ملی گیسیں استعمال کی جاتی تھیں۔ ان گیسیں کے اخراج کے ساتھ ساتھ کشیر مقدار میں آ کیجئن کی فوری ضرورت رہتی تھی۔ چنانچہ ایک بڑا پاپ لیبارٹری کے اندر سے ایسی شی کے عقب میں واقع ریت کے ٹیلوں کے درمیان تک پہنچایا گیا اور وہاں ایک طاقتوں سلنگ مشین لگائی گئی۔ آپ کو تو معلوم ہو گا کہ ریت سے ٹکرائے کر جو ہوا آتی ہے وہ عام ہوا سے زیادہ خالص اور طاقتور ہوتی ہے کیونکہ عام ہوا میں آ لوگی کی وجہ سے آ کیجئن خالص نہیں رہتی جبکہ ریت سے ٹکرائے کی وجہ سے تمام آ لوگی ریت جذب کر لیتی ہے اور خالص اور طاقتور آ کیجئن لیبارٹری تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ راستہ اب بھی موجود ہے مگر“.....ڈاکٹر الفڑ ایک بار پھر مگر کہہ کر خاموش ہو گیا۔

”لیکن آپ تو کہہ رہے تھے یہ راستہ اب بند کر دیا گیا ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”پاپ خاصاً بڑا ہے جبکہ مشین اس کی چوڑائی کی نسبت چھوٹی تھی اس لئے اتنا راستہ موجود تھا کہ کوئی دبلا پٹلا آدمی اپنے جسم کو سیکڑ کر وہاں سے گز رکتا تھا۔ میں نے کوشش کی لیکن میں پکڑا گیا تو اس راستے کو بلاک کر دیا گیا۔ اب مشین کو توڑے بغیر کوئی باہر نہیں جاسکتا اور مشین ہر وقت چلتی رہتی ہے اس لئے اسے روکنا یا توڑنا ناممکن ہے“.....ڈاکٹر الفڑ نے کہا۔

”یہ پاپ کہاں سے شروع ہوتا ہے“.....ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

”لیبارٹری کے زیریروم کی مشرقی دیوار میں اس کا اندر وہی دہانہ موجود ہے۔ وہاں سے ہوا زیریروم میں داخل ہوتی ہے جہاں سے مختلف پاپوں کے ذریعے اسے پوری لیبارٹری میں پھیلایا جاتا ہے اور اب تو اس دہانے پر بھی ایسے آلات نصب کر دیئے گئے ہیں کہ اگر کمکھی بھی اس دہانے سے داخل ہو تو الارمنج المحتاط ہے“.....ڈاکٹر الفڑ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب“.....اچانک ایک موڈبائی آوازنائی دی تو وہ دونوں ڈاکٹرز باتیں کرنے میں اتنے مگن ہو چکے تھے کہ چونک پڑے۔ انہوں نے چونک کراس طرف دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی۔ یہ ڈاکٹر میور کا اسنٹ تھا۔

”کیا بات ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”سر۔ نج کا نام ختم ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لیبارٹری پہنچ چکے ہیں“.....اسٹنٹ نے موڈبائی لبھے میں کہا۔

”اوہ اچھا۔ ہم آرہے ہیں“.....ڈاکٹر احسان نے کہا تو اسنٹ واپس چلا گیا۔

”باتوں میں وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا“.....ڈاکٹر الفڑ نے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

”اوے کے ڈاکٹر۔ پھر آپ سے ملاقات ہو گی“.....ڈاکٹر احسان نے ڈاکٹر الفڑ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر احسان لیبارٹری پہنچ گئے۔ شام کو جب لیبارٹری آف ہو گئی تو ڈاکٹر احسان ڈنر کرنے کے بعد واپس اپنے رہائشی کمرے میں پہنچ کر ابھی آرام کری پر بیٹھے ریٹ کر

رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ ڈاکٹر احسان کا نام ماؤ تھا۔ ڈاکٹر احسان کا پہلا اٹھنٹ مرفنی تھا اور اب ایک ہفتے سے مرفنی کی جگہ ماؤ کام کر رہا تھا۔ ماؤ وابپنے کام سے کام رکھنے والا آدمی تھا۔ وہ بولتا بھی بے حد کم تھا لیکن آج اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھا ڈاکٹر احسان کے قریب آیا اور جھک کر سر گوشیانہ انداز میں بولنے لگا تو ڈاکٹر احسان اس کا یہ انداز دیکھ کر چونک پڑے۔

”سر۔ کیا آپ پا کیشیاں یوں کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں؟“..... ماؤ نے ڈاکٹر احسان کے قریب آ کر سر گوشیانہ انداز میں کہا تو ڈاکٹر احسان حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

”کیا کہہ رہے ہو تم۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا؟“..... ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”سر۔ میں دراصل سیکورٹی کا آدمی ہوں اور مجھے یہاں اس لئے رکھا گیا ہے کہ میں آپ کی نگرانی کروں کیونکہ آپ کی وجہ سے پہلے یہاں سے چھپس چوری ہو کر ایسی سُٹی سے باہر چلی گئی ہیں اور گوسیکورٹی انچارج کرٹل گیری نے ان چھپس کو مانیز کرنے کا انتظام کر لیا ہے لیکن اس چکر میں دو آدمی مرفنی اور برینڈی کو بلک کر دیا گیا ہے۔ برینڈی میرا بچپن کا دوست تھا اور مجھے اس کی موت کا بے حد افسوس ہے اور میں نے کرٹل گیری سے درخواست کی تھی کہ وہ برینڈی کو موت کی سزا نہ دے لیکن اس نے میری ایک نہ مانی اور میرے سامنے برینڈی کو گولی مار دی گئی اس لئے میں برینڈی کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ مرتے وقت اس نے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا وہ نظریں آج تک میرے ذہن میں موجود ہیں،“..... ماؤ نے سر گوشیانہ انداز میں کہا۔

”لیکن اتنے دونوں بعد تمہیں آج یہ انتقام کیوں یاد آ گیا۔ کوئی خاص بات ہوئی ہے؟“..... ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

”سر۔ کل میں نے پرانک جانا ہے تاکہ وہاں سے کرٹل گیری کے لئے خصوصی شراب کا کوڈ لے آؤں۔ وہ ہر ماہ یہ کوئی منگوටا تا ہے لیکن اب چونکہ ایسی کو بلک کر دیا گیا ہے اس لئے میں جا کر یہ کوڈ لے آتا ہوں اور برینڈی جس کے لئے کام کرتا تھا اس کا رابطہ پا کیشیائی ایجنٹوں سے ہو گا۔ میں آپ کا پیغام اس تک پہنچا دوں گا اور وہ پیغام پا کیشیائی ایجنٹوں تک پہنچ جائے گا اور اگر اس پیغام کا کوئی فائدہ پا کیشیا یوں کو پہنچ گیا تو کرٹل گیری کو تکلیف ہو گی اور یہی میرا انتقام ہو گا۔“..... ماؤ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں انہیں کیا پیغام دے سکتا ہوں؟“..... ڈاکٹر احسان نے دانستہ کہا کیونکہ انہیں شک پڑ گیا تھا کہ یہ آدمی ان سے کچھ اگلوانے کے لئے ایسی بات کر رہا ہے۔

”اوہ۔ پھر کیا ہو سکتا ہے؟“..... ماؤ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مایوسی کا گھبرا ترا بھرا یا تھا اور اس تاثر کو دیکھ کر ڈاکٹر احسان کو یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے۔

”کیا تم واقعی پیغام پا کیشیا یوں تک پہنچا دو گے؟“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہو گا اور میں یہ کام آپ کی ہمدردی میں یا پا کیشیا یوں کی ہمدردی کے لئے نہیں کر رہا بلکہ اپنے دوست برینڈی کی بلاکت کا انتقام لینے کے لئے کر رہا ہوں،“..... ماؤ نے کہا تو ڈاکٹر احسان نے اسے تازہ آکسیجن والے راستے کے بارے میں وہ تمام تفصیل بتا

دی جو اسے ڈاکٹر الفروہ نے بتائی تھی۔

”آپ کا مطلب ہے کہ پاکیشیائی اس راستے سے لیبارٹری میں داخل ہو جائیں“..... ماڈونے کہا۔ اس کے لمحے سے ہی ڈاکٹر احسان چونکہ یہ رے کیونکہ اس کے لمحے میں چار جانہ ہیں تھا۔

”یہ راستہ اب بلاک کر دیا گیا ہے اس لئے وہ لیمارٹری میں داخل نہیں ہو سکتے لیکن وہ اس پاسپ کو تباہ کر دیں تو اس سے چیف سیکورٹی آفسر کرٹل گیری کو اعلیٰ حکام سزا ضرور دیں گے اور اس طرح تمہارا انتقام یورا ہو جائے گا“.....ڈاکٹر احسان نے کہا تو ماڈول کا چھرہ چمک اٹھا۔

”ٹھیک ہے۔ میں یہ پیغام کلب تک پہنچا دوں گا اور پھر وہاں سے یہ پیغام پا کیشیا یوسوں تک پہنچ جائے گا۔ اب مجھے اجازت۔ اب میں کل رات واپس آؤں گا“..... ماڈو نے کہا اور مذکروں اپس بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ ڈاکٹر احسان دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

دجال (شیطان کا بیٹا)

انگریزی ادب سے درآمد ایک خوفناک ناول۔ علیم الحق حقی کاشامدار انداز بیاں۔ شیطان کے پچار یوں اور پیر و کاروں کا نجات دہنده شیطان کا بینا۔ جسے بابل اور قدیم صحیفوں میں بیت (جانور) کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ انسانوں کی دنیا میں پیدا ہو چکا ہے۔ ہمارے درمیان پروش پار ہا ہے۔ شیطانی طاقتیں قدم قدم پہ اسکی حفاظت کر رہی ہیں۔ اسے دنیا کا طاقتوتر ترین شخص بنانے کے لیے مکروہ سازشوں کا جال بنایا جا رہا ہے۔ معصوم بے گناہ انسان، دانستہ یا نادانست جو بھی شیطان کے بینے کی راہ میں آتا ہے، اسے فوراً موت کے گھاث اتار دیا جاتا ہے۔

دجال..... یہودیوں کی آنکھ کا تارہ ہے یہ مسلمانوں کو تباہ و بر باد اور نیست و نابود کرنے کا مشن سونپا جائے گا۔ یہودی کس طرح اس دُنیا کا ماحول دجال کی آمد کے لیے سازگار بنارہے ہیں؟ **دجالیت** کی کس طرح تبلیغ اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے؟ دجال کس طرح اس دُنیا کے تمام انسانوں پر حکمرانی کرے گا؟ **666** کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو یہ ناول پڑھ کے ہی ملیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو شروع کرنے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ دجال ناول کے تینوں حصے کتاب گھر پرستیاب ہیں۔

عمران اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت گلاسٹون کالونی کی ایک کوٹھی میں موجود تھا۔ اس کوٹھی کے باہر برائے فروخت کا بورڈ لگا ہوا تھا اور یہاں ایک ملازم بھی موجود تھا جسے عمران نے بے ہوش کر دیا تھا اور اب یہ ملازم ایک کمرے میں رسیوں سے بندھا ہوا پڑا تھا۔ اس کے منہ میں رومال ٹھنوس دیا گیا تھا تاکہ ہوش میں آنے کے بعد وہ جیخ و پکارنا کر سکے۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایک بڑے کمرے میں موجود تھا۔ کرنل سمیث اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

بلیک اینجنسی کے جوار کان ہیڈ کوارٹر سے باہر تھے وہ ہیڈ کوارٹر کے بغیر زیادہ موثر ثابت نہ ہو سکتے تھے لیکن عمران اور اس کے ساتھی یہ بھی جانتے تھے کہ بلیک اینجنسی کا کوئی دوسرا اور بڑا گروپ چند گھنٹوں میں یہاں پہنچ سکتا ہے اور پھر پورے پرانک کو گھیرا بھی جا سکتا ہے۔ انہوں نے جو میک اپ کئے ہوئے تھے وہ کسی بھی جدید سے جدید میک اپ واشر سے بھی واش نہ ہو سکتے تھے لیکن بہر حال وہ ایک گروپ کی شکل میں تھے اور ان پر شک تو کیا جاسکتا تھا اس لئے عمران اور اس کے ساتھی چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ ایسی میں داخل ہو جائیں۔ گوانہوں نے لٹکن سے چلتے ہوئے چیزیں اپنے جسموں میں نصب کر لی تھیں اس لئے وہ ریز کی وجہ سے بے ہوش اور ہلاک تو نہیں ہو سکتے تھے لیکن ان چیزوں کو کمپیوٹر پر مانیٹر تو کیا جاسکتا تھا اور ایسا ہوتے ہی وہ بھیکے چوہوں کی طرح مارے جاسکتے تھے۔

”اس ملازم کو ہلاک کر دو۔ اب ہم نے رات گئے تک یہاں رہنا ہے“..... خاموش بیٹھے عمران نے اچانک صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ آپ پہلی رات کو ایسی میں داخل ہوں گے لیکن اس کی وجہ“..... صدر نے حیرت پھرے لبھ میں کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ایسی میں داخلے کا کوئی نہ کوئی محفوظ راستہ ضرور ہو گا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس قدر سائنسی انتظامات کے جائیں اور ان میں کوئی خاص نہ ہو اس لئے میں کوئی اندازہ اقدام کرنے کی بجائے خوب سوچ سمجھ کر قدم آگے بڑھانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایسی ہے۔ الیکٹرونکس سٹی۔ مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ سٹی“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو صدر سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”تم یہاں بیٹھے سوچتے ہی رہو گے۔ میری بات مانو تو ابھی اس کے گیٹ پر میزائل مار کر اسے تباہ کر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا“..... تنور نے کہا تو عمران بے اختیار بُس پڑا۔

”جو ہو گا اسے دیکھنے کے لئے ہم نہیں رہیں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ لیبارٹری کے لئے گٹر سٹم ہوں گے۔ تازہ ہوا باہر سے کھینچنے اور زہریلی ہوا باہر نکلنے کے لئے راستے ہوں گے۔ ان کے بارے میں سوچیں“..... کیپٹن ٹکلیل نے کہا۔

”ای سٹی۔ خاصے و سیچ ایریا میں پھیلا ہوا ہے اور دو بڑی لیبارٹریاں تقریباً درمیان میں ہیں اور لازماً گٹر میں بھی اور تازہ اور زہریلی ہواں کے راستوں میں بھی سائنسی آلات موجود ہوں گے“..... عمران نے جواب دیا۔

”اس کا کنٹرولنگ روم کہاں ہو گا عمران صاحب“..... صالح نے کہا۔

”سو بر ز جس نے چیس لا کر دی تھیں وہ ایسی میں چار سال تک کام کرتا رہا تھا اس لئے میں نے اس سے پوری تفصیل معلوم کی تھی اور اس

کی مدد سے ایک نقشہ بھی بنایا تھا۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے کوٹ کی اندر ورنی جیب سے ایک تہہ شدہ کاغذ کالا اور اسے کھول کر سامنے میز پر رکھ دیا۔ سب ساتھی اس پر جھک گئے اور عمران نے انہیں تفصیل بتانا شروع کر دی۔ تھوڑی دیر بعد صدر بھی واپس آگیا اور خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کنٹرول روم کہاں ہے؟“..... جو لیانے پوچھا۔

”یہ بلڈنگ ہے جوان دلیمبارٹریوں سے ہٹ کر ہے۔ اس میں ایک بلند تاور موجود ہے جہاں سے ریز پورے ای سٹی میں پھیلائی جاتی ہے،“..... عمران کا کاغذ پر بننے ہوئے نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

”اگر اس تاور کو اڑا دیا جائے تو سب کچھ آف نہیں ہو جائے گا،“..... اس بار صدر نے کہا۔

”ہاں یقیناً۔ لیکن کس طرح۔ ان ریز کی وجہ سے نہ کوئی میزائل وہاں کام کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بارودی بم یا کوئی اور ڈیوائس۔ جب تک ان ریز کو آف نہ کیا جائے تب تک تاور کسی طرح بھی تباہ نہیں کیا جا سکتا،“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ جس سرگن کے ذریعے چیس مانگوائی گئی ہیں کرٹل سمعتوں کے مطابق اسے بند کر دیا گیا ہے اور لازماً اس میں ملوث افراد کو بھی ٹریس کر کے ہلاک کر دیا گیا ہو گا،“..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ ظاہر ہے،“..... عمران نے کہا۔

”کیا ایسی صرف ایک ہی سرگن ہو گی اور بھی تو ہو سکتی ہیں،“..... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ واقعی اگر ایسی کوئی سرگن مل جائے تو ہم اندر داخل ہو کر پہلے اس کنٹرول روم والی عمارت پر دھاوا بول دیں۔ تب ہی بات آگے بڑھ سکتی ہے،“..... عمران نے کہا اور پھر ایک خیال کے آتے ہی اس نے رسیور اٹھایا۔ اس میں ٹون موجود تھی کیونکہ ایکریمیا میں فرنڈ گھر فروخت کے جاتے تھے اس لئے یہاں نہ صرف کمل فرنچر اور دوسری ضروریات موجود تھیں بلکہ ہر کوئی میں فون بھی موجود تھا۔ ویسے بھی ایسا ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہاں ملازم بھی رہتا تھا۔ وہ فون سنتا بھی رہتا ہو گا اور فون کرتا بھی رہتا ہو گا۔ عمران نے نمبر پر ٹیکنے کے شروع کر دیئے۔ اسے چونکہ پرائیس سے ٹنگن کے رابطہ نمبر معلوم تھے اس لئے اسے انکوائری سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔

”ٹاگ کلب،“..... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”ڈینس سے بات کراو،“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں،“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ ڈینس بول رہا ہوں،“..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”پنس مائیکل بول رہا ہوں،“..... عمران نے کہا۔

”اوہ آپ۔ فرمائیں،“..... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

”جس آدمی سوبرز کے ذریعے تم نے چیس مانگوائی تھیں اس آدمی سے فون پر بات ہو سکتی ہے،“..... عمران نے کہا۔

”وہ تو پرانک گیا ہوا ہے۔ وہاں کسی کی ڈیتھ کے سلسلے میں گیا ہے“..... ڈینس نے کہا۔

”کیا پرانک میں اس کا نمبر معلوم ہو سکتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایک منٹ ہولڈ کریں۔ وہ جاتے ہوئے مجھے نمبر دے گیا تھا۔ میں تلاش کرتا ہوں“..... ڈینس نے کہا اور پھر رسپور ایک طرف رکھنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

”ہیلو،..... چند لمحوں بعد ڈینس کی آواز سنائی دی۔

”لیں“..... عمران نے کہا تو دوسرا طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔

”تجھنک یو“..... عمران نے کہا اور کریڈل دبادیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ڈینس کے بتائے ہوئے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”ہیلو،..... چند لمحوں بعد ایک نسوائی آواز سنائی دی۔ لبجہ سادہ اور عام ساتھا۔

”مسٹر سوبرز ہوں گے یہاں جو لگنٹن سے آئے ہیں۔ انہیں بتا دیں کہ پُرس مائیکل ان سے بات کرنا چاہتا ہے“..... عمران نے کہا۔

”ہولڈ کریں“..... دوسرا طرف سے کہا گیا۔

”ہیلو۔ سوبرز بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد سوبرز کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر سوبرز۔ میں پُرس مائیکل بول رہا ہوں“..... عمران نے کہا۔

”آپ لگنٹن سے بول رہے ہیں۔ یہاں کا نمبر کس نے دیا ہے آپ کو“..... سوبرز نے حیرت بھرے لبجہ میں کہا۔

”میں پرانک میں ہوں اور میں نے لگنٹن ڈینس کو فون کیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ تم یہاں کسی ڈیتھ کے سلسلے میں آئے ہوئے ہو اور تمہارا نمبر بھی دیا جس پر اب بات ہو رہی ہے“..... عمران نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”میرے لئے کیا حکم ہے“..... سوبرز نے کہا۔

”کیا تم ہمارے لئے کسی رہائش گاہ کا بندوبست کر سکتے ہو جس میں ہمیں دو کاریں اور دیگر ضرورت کا سامان مل جائے۔ معاوضہ

تمہیں علیحدہ دیا جائے گا اور یہ کام میں تمہارے ذمے اس لئے لگا رہا ہوں کہ تم باعتماد آدمی ہو“..... عمران نے کہا۔

”آپ کی مہربانی ہے جناب کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں لیکن اگر آپ نا راض نہ ہوں تو میں یہ عرض کروں کہ میری یہاں ایسی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ مجھے کوئی رہائش گاہ مع کاریں وغیرہ مل سکیں۔ البتہ میں آپ کو رسائل اسٹائیٹ ڈیلرز کے فون نمبر معلوم کر کے بتا سکتا ہوں“..... سوبرز نے معدودت خواہانہ لبجہ میں کہا۔

”یہی تمہاری سچائی ہے جو تم پر مزید اعتماد پیدا کرتی ہے۔ ایک کام تو کر سکتے ہو کہ تم گلاسٹون کا لوٹی آ جاؤ۔ ہم وہاں ایک کوئی نمبر چھ سو پچاس سینئن لین میں موجود ہیں۔ اس پر برائے فرودخت کا بورڈ لگا ہوا ہے لیکن ہم اندر موجود ہیں۔ تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا“ عمران نے کہا۔

”اوہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ آپ نے اچھا کیا کہ مجھے ملنے کا موقع دے دیا۔ میں آپ سے ایک خاص بات بھی کرنا چاہتا تھا جو میں ویسے

فون پرنہ کرنا چاہتا تھا،..... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم آ جاؤ۔ پھر باتیں ہوں گی“..... عمران نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”آپ رہائش گاہ کیوں لینا چاہتے تھے عمران صاحب“..... صدر نے حیرت بھرے لجھ میں کہا۔

”ایک تو اس لئے کہ ہمیں کاروں کی ضرورت پڑے گی اور کاریں اگر رہائش گاہ سمیت مل جائیں تو وہ زیادہ محفوظ بھی جاتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہمیں ڈاکٹر احسان کو بھی وہاں سے نکالنا ہے اور پھر ان کا میک اپ کر کے انہیں لٹشن لے جانا ہے تاکہ وہاں پا کیشیائی سفارت خانے کے حوالے کیا جاسکے۔ اس کے لئے بھی ہمیں رہائش گاہ کی ضرورت ہوگی اور ساتھ ہی دوسرے سامان کی بھی“..... عمران نے جواب دیا۔

”آپ کی بات تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ ریل اسٹیٹ والوں سے بات کریں“..... صدر نے کہا۔

”بلیک اینجنیئر کے چند لوگ یہاں موجود ہیں لامحالہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قتل عام کے بعد پاگل کتوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے اور یہ اتنا بڑا شہر نہیں ہے۔ یہاں ملکوک افراد کو آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ نے اس سوبرز کو یہاں بلا یا ہے عمران صاحب“..... کیپشن ٹکلیل نے کہا۔

”ایک تو اس لئے کہ میں اس نقشے میں اس کی مزید معاونت چاہتا ہوں۔ دوسرا اس لئے کہ اسے فرنٹ پر کر کے ہم یہ کوئی خرید سکتے ہیں اور اس کے نام سے کوئی بڑی کار بھی“..... عمران نے کہا تو کیپشن ٹکلیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انہیں کال بیل کی آواز سنائی دی۔

”صدر جاؤ۔ یقیناً سوبرز ہو گا۔ اسے لے آؤ ورنہ باہر برائے فروخت کا بورڈ دیکھ کر اور کوئی کال بیل نہیں دبا سکتا“..... عمران نے کہا تو صدر اٹھا اور سر ہلاتا ہوا یہ وہی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”آپ سب دوسرے کمرے میں چلے جائیں۔ میں اور صدر یہاں سوبرز سے بات کریں گے۔ وہ بہر حال یہاں کا آدمی ہے اس لئے ہمیں ہر طرف سے محتاط رہنا چاہئے“..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلائے اور اٹھ کر اندر داخل ہوا۔ عمران نے اٹھ کر سوبرز کا استقبال کیا۔ صدر حیرت بھری نظر وہیں سے بعد اس کرے کا یہ وہی دروازہ کھلا اور سوبرز اور اس کے پیچھے صدر اندر داخل ہوا۔ عمران نے اٹھ کر سوبرز کا استقبال کیا۔ صدر حیرت بھری نظر وہیں سے کوئی نظر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ جب وہ باہر گیا تھا تو اس کے سب ساتھی یہاں موجود تھے لیکن اب ان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن سوبرز کی وہاں موجودگی کی وجہ سے اس نے کوئی بات نہ کی اور عمران کا اشارہ پا کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”بیٹھو سوبرز“..... عمران نے کہا اور پھر سوبرز کے بیٹھنے کے بعد اس نے نقشے والا کاغذ کھول کر سامنے موجود میز پر رکھ دیا۔

”یہ تو وہی نقشہ ہے پرانس مائیکل جو آپ نے میرے بتانے پر بنایا تھا“..... سوبرز نے نقشے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہا۔ یہ وہی ہے اور میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلا یا ہے کہ اس میں مجھے تمہاری مزید معاونت چاہئے لیکن یہ تو ہوتی رہے گی تم کہہ رہے تے کہ تم مجھے کوئی خاص بات بتانا چاہتے ہو جو تم فون پر نہیں بتا سکتے“..... عمران نے کہا۔

”پرانس مائیکل۔ آپ نے چیس منگوائی تھیں اور یہ چیس ای سٹی میں کام کرنے والے ایک ٹکنیشن برینڈی کے ذریعے مجھے تک پہنچی تھیں۔

ان چیز کو حاصل کرنے میں معاونت برینڈی کے ایک دوست مرفنے کی تھی۔ یہ مرفنی پاکیشائی سائنس و ان ڈاکٹر احسان کا ائندہ نت تھا۔ اس نے ڈاکٹر احسان کو بتایا کہ پاکیشائی انجینئرنگ میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر احسان نے یہ بات چیف سیکورٹی آفیسر کریل گیری کو بتا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ بات انہیں مرفنی نے بتائی ہے جس پر کریل گیری نے مرفنی کو بلا کر اسے برا بھلا کھا اور تھپٹ مارے اور بے عزت کیا جس پر مرفنی نے انتقام لینے کی خاطر برینڈی کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا اور پھر ڈاکٹر احسان کو بھی اس نے ان چیز کے حصول پر آمادہ کر لیا۔ بہر حال وہ چیز مرفنی اور برینڈی کے ذریعے مجھ تک پہنچیں اور وہ میں نے آپ تک پہنچا دیں لیکن ادھر کریل گیری کو جب ان چیز کے غائب ہونے کا علم ہوا تو اس نے مرفنی اور برینڈی کو فریس کر لیا اور پھر ان دونوں کو گولیوں سے اڑا دیا۔ مرفنی کی جگہ اب ایک اور آدمی ماذو، ڈاکٹر احسان کے ائندہ نت کے طور پر کام کر رہا ہے۔ یہ ماذو اس برینڈی سامنے برینڈی کو گولیاں مار دیں جس سے ماذو کے دل میں کریل گیری کے خلاف انتقام کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ سوبرز نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا کہانی لے بیٹھے ہو۔ مختصر بات کرو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟“..... عمران نے قدرے اکٹائے ہوئے لجھے میں کہا۔

”میں آپ کو پس منظر بتا رہا تھا۔ بہر حال اصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر احسان نے ماذو کو بتایا کہ لیبارٹری کے اندر براہ راست پہنچ جانے کا ایک راستہ موجود ہے۔ ماذو نے مجھے بتایا اور منت کی کہ میں لوگوں جا کر آپ کو تلاش کر کے یہ راستہ بتا دوں تاکہ آپ اس راستے سے اندر جا کر ڈاکٹر احسان کو لے اڑیں۔ اس پر یقیناً کریل گیری کو بھی حکومت موت کی سزا دے گی اور ماذو کا انتقام پورا ہو جائے گا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کو کیسے تلاش کروں کہ خوش قسمتی سے آپ کافون آ گیا۔“..... سوبرز نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ وہ شاید مسلسل بولنے کا خاص اشو قمین تھا۔

”تمہاری اس ماذو سے ملاقات کیسے ہوئی جبکہ وہ سرگ بھی بلکر کر دی گئی ہے؟“..... عمران نے کہا تو صدر نے اس انداز میں سر ہلایا جسے وہ عمران کی ذہانت کی داد دے رہا ہو۔

”ماڑو کا تعلق سیکورٹی سے ہے اور ڈاکٹر احسان کے پاس اسے بھیجا بھی اسی لئے گیا تھا کہ وہ ڈاکٹر احسان کی خفیہ نگرانی کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ پندرہ روز بعد کریل گیری کی خصوصی شراب کا کوڈ لینے پر ایک آتا ہے اور پھر اتفاقاً اس کی مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ شراب کی تیاری میں ابھی ایک روز باقی تھا اس لئے وہ یہاں رکنے کی بجائے واپس چلا گیا اور ڈاکٹر احسان سے بات کرے وہ دوبارہ پر ایک آ گیا اور اس نے یہ ساری بات مجھے بتا دی۔ اس کا مقصد صرف کریل گیری سے اپنے دوست برینڈی کی ہلاکت کا انتقام لینا ہے۔“..... سوبرز نے ایک بار پھر لمبی بات کرتے ہوئے کہا۔

”کون سارا ستہ؟“..... عمران نے اس پاروچپی لینے والے لجھے میں کہا۔

”ڈاکٹر احسان کو وہاں کے کسی ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ تازہ ہوا کے حصول کے لئے اندر بڑا سا پاپ ڈال کر وہاں اس کے دہانے پر سلگ مشین نصب کی گئی ہے تاکہ تازہ ہوا اور خالص آسمیجن لیبارٹری تک پہنچتی رہے۔ اس سلگ مشین کو اگر کسی طرح ہٹا دیا جائے تو اس بڑی پاپ کے ساتھ آدمی براہ راست لیبارٹری کے اندر پہنچ سکتا ہے۔“..... سوبرز نے کہا تو عمران کی آنکھیں چمک انھیں۔

”کہاں ہے وہ پائپ۔ اسے کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے؟“..... عمران نے کہا۔

”میں آپ کو صرف وہ لیبارٹری دکھا سکتا ہوں اور بس۔ باقی اس پائپ کو تلاش کرنا آپ کا کام ہے؟“..... سوبرز نے کہا۔

”مجھے بتاؤ کہ ان دونوں لیبارٹریوں میں سے ڈاکٹر احسان کس لیبارٹری میں ہیں اور پائپ کی سمت کس طرف ہے؟“..... عمران نے نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ ہے وہ لیبارٹری جس میں ڈاکٹر احسان موجود ہیں۔ یہ میزاں لیبارٹری ہے جبکہ دوسرا لیبارٹری میزاں سے ہٹ کر دیگر فارمولوں پر کام کرنے کیلئے بنائی گئی ہے؟“..... سوبرز نے ایک عمارت پر انگلی رکھتے ہوئے کہا اور عمران جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

”میرا خیال ہے کہ شماں طرف کچھ فاصلے پر بیرونی دیوار ہے اور اس کے بعد دور دور تک ریت کے ٹیلے ہیں اس لئے پائپ ادھر ہی ہوگا؟“..... سوبرز نے کہا۔

”ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ اگر پائپ ہے تو یہیں ہو سکتا ہے؟“..... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”لیکن پائپ کو ریت کے اندر کیسے تلاش کیا جاسکے گا؟“..... صدر نے کہا۔

”تمہارا شکر یہ سوبرز۔ تم نے ایک اہم بات کی ہے؟“..... عمران نے صدر کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوبرز سے بات کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے بڑی مالیت کے دس نوٹ اکال کر سوبرز کی طرف بڑھا دیئے۔

”یہ لو۔ یہ تمہارا انعام“..... عمران نے کہا تو سوبرز کا چہرہ سرست کی شدت سے کھل اٹھا۔

”بے حد شکر یہ جناب۔ آپ واقعی بخنی دل کے مالک ہیں؟“..... سوبرز نے جلدی سے نوٹوں کو اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے سرست بھرے لجھے میں کہا۔

”یہ تو تھا تمہارا انعام۔ اب دو کام تمہیں اور کرنے ہیں جن کا معاوضہ تمہیں علیحدہ ملے گا؟“..... عمران نے کہا۔

”آپ حکم دیں جناب؟“..... سوبرز نے اس بار بڑے موڈ بانہ لجھے میں کہا۔

”ہمیں ایک ایسی بڑی جیپ چاہئے جو ریت میں آسانی سے چل سکے۔ دوسرا ہمیں یہ کوٹھی خریدنی ہے۔ جیپ کا معاوضہ بھی تمہیں ملے گا اور کوٹھی کی قیمت بھی۔ تم یہ دونوں اپنے نام کر لیں۔ ہمارے جانے کے بعد تم ان دونوں کے مالک بن جاؤ گے؟“..... عمران نے کہا تو سوبرز کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

”کیا۔ کیا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کوٹھی اور جیپ دونوں کی قیمت آپ دیں گے اور میں اپنے نام کرالوں اور آپ کے جانے کے بعد میں مالک بن جاؤں۔ کیا واقعی آپ نے یہی بات کی ہے؟“..... سوبرز نے پھٹے پھٹے لجھے میں کہا۔

”ہاں۔ اور یہی تھا تمہارا انعام ہوگا۔ تم جا کر معلوم کرو کہ ایسی جیپ کتنے میں مل سکتی ہے اور اس کوٹھی کے باہر جو بورڈ موجود ہے اس پر فون نمبر موجود ہے۔ یہاں سے فون کر کے معلوم کرو کہ کوٹھی کی کیا قیمت ہے تاکہ تمہیں یہ ساری رقم دی جاسکے اور تم یہ دونوں کام مکمل کر اسکو؟“..... عمران نے کہا

اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”قیمت میں بھی فون کر کے معلوم کر سکتا تھا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا نام بتاؤ گے اور پھر خریدنے خود جاؤ گے تو کسی کو شک نہیں پڑے گا“..... عمران نے نمبر پر لیں کرتے ہوئے کہا اور سوبرز نے اثبات میں سر بلادیا۔ آخر میں عمران نے لاڈر کا بہن بھی پر لیں کیا اور رسیور سوبرز کی طرف بڑھا دیا۔ سوبرز نے کال ملنے پر اپنا نام بتایا اور پھر کوٹھی کے بارے میں کہا کہ اس نے اسے فوری خریدنے کی خواہش کا اظہار کر کے اس کی قیمت معلوم کر لی۔ تھوڑی سی بحث کے بعد وہ خاصی رقم کم کرانے میں بھی کامیاب ہو گیا اور پھر اپنے آنے کا کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پر لیں کر کے اس نے انکوائری آپریٹر سے جیپوں اور کاروں کے کسی ڈیلر کا نمبر معلوم کر کے ان سے سوبرز کی آواز اور لجھے میں بات کی اور پھر قیمت معلوم کر کے اس نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ۔ یہ آپ نے میری آواز اور لجھے کی نقل کیے کر لی“..... سوبرز نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ معمولی کام ہے۔ تم اسے چھوڑو اور اصل کام کرو۔ میں تمہیں رقم دے دیتا ہوں۔ تم یہ کوٹھی خرید لو اور جیپ بھی“..... عمران نے انٹھ کر ایک دیوار کے ساتھ کھڑی الماری کو کھولا۔ اس میں سے ایک بیگ کی زپ کھول کر اس نے بڑی مالیت کے نوٹوں کی دس بڑی گذیاں نکالیں اور یہ گذیاں لا کر اس نے سوبرز کے سامنے رکھ دیں۔

”یہ دو کروڑ مالیت سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ لے جاؤ اور جیپ لے کر ہی واپس آتا اور کوٹھی کے کاغذات بھی“..... عمران نے کہا تو سوبرز نے جلدی سے ایک ایک کر کے تمام گذیاں انٹھا کر اپنے کوٹ کی جیبوں میں ٹھوٹھیں اور پھر یہ دونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ صدر اٹھ کر اس کے پیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا۔

”عمران صاحب۔ اتنی بڑی رقم دیکھ کر یہ آدمی بے ایمان تو نہیں ہو جائے گا“..... صدر نے واپس آ کر کری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”دونوں چیزیں اس کی ملکیت ہوں گی اس لئے وہ بے ایمانی کر کے اپنا نقصان نہیں کرے گا۔ یہی کوٹھی بعد میں فروخت کرنے پر بڑا منافع ہو سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ اس پاپ میں انہوں نے یقیناً تمام تر سامنی حفاظتی انتظامات کر رکھے ہوں گے اور اسے ٹریں کیسے کیا جائے گا۔ وہ اب ریت کے اوپر تو پاپ رکھنے سے رہے“..... صدر نے کہا۔

”ہمیں دوبارہ لٹکن جانا ہوگا۔ وہاں سے ایسی مشینزی خرید کر لانی ہوگی جو ریت کے اندر ہوا کے دباو کو چیک کر سکے۔ اس طرح آسانی سے اس پاپ کا پتہ چلا جائے گا۔ پھر وہاں سے ایسا کٹر بھی لانا ہوگا جس سے اس پاپ کو اس حد تک کاٹا جائے کہ ہم اس کے اندر داخل ہو سکیں“..... عمران نے کہا۔

”لیکن وہ سامنی انتظامات“..... صدر نے کہا۔

”سلنگ مشین پاپ کے آخری حصے پر نصب کی جاتی ہے جو ریت میں سے ہوا کو سک کر کے آگے دھکیلتی ہے اور کسی کے ذہن میں یہ

بات آئکی ہے کہ اس آخری سرے کو اس طرح بلاک کر دیا جائے کہ کوئی اندر داخل نہ ہو سکے اور یہاں بھی ایسا ہی کیا گیا ہو گا لیکن ہم ای سٹی کی دیوار کے قریب پاسپ میں سوراخ کر کے اندر اتر جائیں گے اور پاسپ کے اندر ہونے کی وجہ سے رینہ میں چیک بھی نہ کر سکیں گی اور ہم مانیز بھی نہ ہو سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ اس طرح ہم براہ راست لیبارٹری میں داخل ہو جائیں گے اور لیبارٹری کے اندر کوئی حفاظتی انتظام نہیں ہو گا۔ تمام حفاظتی انتظامات کھلی اور اپن جگہوں پر ہوں گے جبکہ ہم ڈاکٹر احسان کو اس پاسپ کے ذریعے ہی آسانی سے باہر نکال لیں گے اور جب تک کسی کو اس پاسپ کا پتہ چلے گا ہم واپس کوئی پہنچ چکے ہوں گے اور پھر لیبارٹری دھماکے سے اڑا دی جائے گی۔ عمران نے کہا تو صدر نے اثبات میں سرہلا دیا۔



کاغذی قیامت

ہماری دنیا میں ایسا کاغذ بھی موجود ہے جس کے گرد اس وقت پوری دنیا گھوم رہی ہے۔ اس کاغذ نے پوری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ دیوانہ کر رکھا ہے۔ اس کاغذ کے لئے قتل ہوتے ہیں۔ عزتیں نیلام ہوتی ہیں۔ معصوم بچے دودھ کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں۔ اور یہ کاغذ ہے کرنی نوٹ۔ یہ ایسا کاغذ ہے جس پر حکومت کے اعتقاد کی مہر لگی ہے۔ لیکن اگر یہ اعتقاد ختم ہو جائے یا کر دیا جائے تو پھر کیا ہو گا؟ اس کاغذ کی اہمیت یکخت ختم ہو جائیگی اور یقین کیجئے پھر کاغذی قیامت برپا ہو جائے گی۔ جی ہاں! کاغذی قیامت۔ اور اس بار مجرموں نے اس اعتقاد ختم کرنے کا مشن اپنالیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کاغذی قیامت پوری دنیا پر برپا ہو گئی۔ اس قیامت نے کیا کیا رخ اختیار کیا۔ پوری دنیا کی حکومتوں اور افراد کا کیا حشر ہوا؟ اسے روکنے کے لئے کیا کیا حر بے اختیار کیے گئے۔ کیا مجرم اپنے اس خوفناک مشن میں کامیاب ہو گئے۔ یا.....؟

اس کہانی کی ہر ہر سطح میں خوفناک ایکشن اور اس کے لفظ لفظ میں اعصاب شکن سنسنیں موجود ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو یقیناً اس سے پہلے صفحہ قرطاس پر نہیں ابھری۔ اس کہانی کا پلاٹ اس قدر منفرد ہے کہ پہلے دنیا بھر کے جاسوسی ادب میں کہیں نظر نہیں آیا۔ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے اس کہانی میں کیا کرواردا کیا ہے جہاں دنیا بھر کی حکومتوں اور سیکرٹ سروس خوف و دہشت سے کانپ رہی ہوں جہاں موت کے بھی انک جڑوں نے دنیا میں بننے والے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو وہاں عمران اور سیکرٹ سروس کے جیالوں نے کیا رنگ دکھائے۔ عمران کی زندگی کا وہ لا فائی اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے کہ جس پر آج بھی عمران کو خفر ہے اور کیوں نہ ہو، یہ کارنامہ ہے ہی ایسا.....

کاغذی قیامت کتاب گھر کے جاسوسی ناول سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کرٹل گیری اپنے آفس میں بیٹھا بڑی بے چینی سے کیپٹن براؤن کی کال کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے یہ اطلاع تو مل گئی تھی کہ کیپٹن براؤن پرانک جا کر جب واپس آیا تو کار میں ایک بے ہوش آدمی بھی موجود تھا جسے آپریشن روم میں پہنچا دیا گیا ہے اور اب وہاں اس کے جسم میں چپ نصب کی جا رہی ہے تاکہ وہ ہوش میں آ سکے۔ کرٹل گیری دل ہی دل میں دعا بھی کر رہا تھا کہ سوبرز سے اسی معلومات مل جائیں جن کی مدد سے وہ ان پاکیشائی ایجنسیوں کا خاتمہ کر سکے۔ اس طرح اسے یقیناً اسی ٹھیکانے کے چیف سیکورٹی آفیسر سے اونچا کوئی عہدہ مل سکتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے کرٹل سمتھ کی جگہ پر سیکشن کا انصارج بنادیا جائے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ پاکیشائی ایجنسیوں کا خاتمہ حکومت ایکریمیا کے کے لئے بہت بڑا کارنا نامہ ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد انہر کا میں کھنثی نجاح اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں“..... کرٹل گیری نے تیز لمحے میں کہا۔

”کیپٹن براؤن بول رہا ہوں۔ اسے چپ نصب کر دی گئی ہے اور وہ ہوش میں آ چکا ہے۔ اب وہ بلیک روم میں جکڑا ہوا موجود ہے“..... کیپٹن براؤن نے کہا۔

”کیسے اسے پکڑا تم نے۔ کیا تفصیل ہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”زیادہ لمبا کام درپیش نہیں آیا جناب۔ میں ہیری کے گھر گیا جہاں قریب ہی سوبرز کے رشتہ داروں کا گھر تھا۔ ہیری کو میں نے معاوضہ دیا اور پھر ہیری جا کر سوبرز کو بدلایا۔ میں نے اس کے سر پر ضرب لگا کر اسے بے ہوش کیا اور کار میں ڈال کر اسی ٹھیکانے میں لے آیا۔ پھر آپریشن روم میں اس کے بازو میں چپ لگائی گئی اور اسے ہوش میں لا یا گیا۔ اس کے بعد اسے بلیک روم میں لا کر راؤز میں جکڑ دیا گیا“..... کیپٹن براؤن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”بلیک روم انصارج جو ہن موجود ہے“..... کرٹل گیری نے پوچھا۔

”لیں سر“..... کیپٹن براؤن نے جواب دیا۔

”اوکے۔ میں آ رہا ہوں“..... کرٹل گیری نے اطمینان بھرے لمحے میں کہا اور رسیور کھکھڑا کر دے اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بلیک روم میں داخل ہو رہا تھا۔ سیکورٹی کے نقطہ نظر سے اسے نارچٹگ روم کے طور پر تیار کیا گیا تھا تاکہ کسی بھی آدمی کو یہاں لا کر اس سے جبراً معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس کرے میں دیوار کے ساتھ چار راؤز والی کرسیاں موجود تھیں جن میں سے ایک پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم کے گرد راؤز موجود تھے۔ وہ بے ہوش تھا اور اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات جیسے ثبت نظر آ رہے تھے۔ کرے میں ایک لمبے قد اور دیوار جیسے چوزے جوڑے جسم کا مالک آدمی بھی موجود تھا۔ اس کی بیٹک کی ایک سائیڈ پر لپٹا ہوا کوڑا اور دوسرا طرف خیز اور پسل ہوشز میں موجود تھے۔ یہ جو ہن تھا۔ بلیک روم کا انصارج۔ وہ خاصا سخت دل اور سفاک طبیعت آدمی تھا اس لئے اسے مستقل طور پر بلیک روم کا انصارج بنادیا گیا تھا۔ کیپٹن براؤن بھی بلیک روم میں موجود تھا۔ کرٹل گیری کے اندر داخل ہوتے ہی دنوں نے کرٹل گیری کو باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ راؤز والی کرسیوں سے خاصے فاصلے پر دو کرسیاں موجود تھیں۔ کرٹل گیری ایک ری کی طرف بڑھا۔ اس کی نظریں راؤز میں جکڑے ہوئے سوبرز پر جو ہوئی تھیں۔

”تم بھی بیٹھو کیپٹن“..... کرنل گیری نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کیپٹن براؤن سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں سر۔ تھینک یوسر“..... کیپٹن براؤن نے بڑے موڈ باند لبجے میں کہا اور ساتھ دالی کرسی پر بیٹھ گیا لیکن اس کے بیٹھنے کا انداز موڈ باند تھا جبکہ جو ہن کرنل گیری کی سائیڈ پر پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

”تمہارا نام سو برز ہے اور تم یہاں لیبارٹری میں چار سال کام کرتے رہے ہو“..... کرنل گیری نے سو برز سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ مگر تم کون ہو اور یہ سب کیا ہے۔ میں نے کیا قصور کیا ہے جو تم لوگوں نے مجھے اس انداز میں جکڑ رکھا ہے“..... سو برز نے تیز تیز لبجے میں کہا۔

”تم نے ایکریمیا کے مفادات سے غداری کی ہے اور تمہیں اس کی بھیانک سزا مل سکتی ہے بشرطیہ تم سب کچھ سچ بتا دو تو تمہیں معاف کیا جاسکتا ہے“..... کرنل گیری نے کہا۔

”میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔ لیکن تم نے کچھ پوچھنا تھا تو میرے گھر آ کر مجھ سے پوچھ لیتے“..... سو برز کا لبجہ اس بار قدر سے سخت تھا اور کرنل گیری کے چہرے پر یکخت غصے کے تاثرات ابھر آئے۔

”تم شاید اس سب کچھ کو کوئی فلمی سین سمجھ رہے ہو جو اس لبجے میں مجھ سے بات کر رہے ہو“..... کرنل گیری نے غصیلے لبجے میں چیختے ہوئے کہا اور پھر جو ہن کی طرف متوجہ ہوا۔

”لیں سر“..... جو ہن نے فوراً جھٹکا کھا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اے بتاؤ کہ یہ سب ڈرامہ نہیں بلکہ حقیقت ہے“..... کرنل گیری نے اسی طرح چیختے ہوئے کہا۔

”لیں سر“..... جو ہن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیٹ سے پٹا ہوا کوزا علیحدہ کیا اور دوسرے لمحے کرہ شڑاپ کی بھیانک آواز سے گونج اٹھا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ رک جاؤ“..... سو برز نے یکختہ ہدیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو کرنل گیری نے ہاتھ اٹھا کر جو ہن کو مزید آگے بڑھنے سے روک دیا اور جو ہن بجائے آگے بڑھنے کے یکدم پیچھے ہٹ گیا۔

”تم نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو جیپ خرید کر دی اور کسی کو اطلاع بھی نہیں دی۔ بولو کیوں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”پاکیشیائی ایجنٹ۔ وہ کون ہیں۔ میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا البتہ ایکریمیں سیاحوں کی خدمت کی ہے۔ انہوں نے مجھے معاوضہ دیا تھا“..... سو برز نے کہا۔

”سنو۔ مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرو۔ میرا نام کرنل گیری ہے اور میں ای سٹی کا چیف سیکورٹی آفیسر ہو۔ سب کچھ بتا دو۔ ورنہ“..... کرنل گیری نے کہا۔

”میں نے بتایا تو ہے کہ وہ سیاح تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ وہ جیپ حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن سیاحوں کو جیپ وغیرہ فروخت نہیں کی

جاتی اس لئے میں اپنے نام سے جیپ لے کر انہیں دے دوں۔ وہ جیپ کی قیمت کے علاوہ مجھے معاوضہ بھی دیں گے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔..... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جوہن“..... کرنل گیری نے کہا تو شراب کی تیز آواز کے ساتھ ہی کمرہ سوبرز کے حلق سے نکلنے والی چینخ سے گونج اٹھا۔ جوہن نے بجلی کی سی تیزی سے قدم آگے بڑھا کر پوری قوت سے کوڑا مار دیا تھا اور سوبرز کے چہرے پر سرخ لکھ ری پڑ گئی جبکہ اس کا لباس بھی ایک ہی ضرب سے ادھر سا گیا تھا۔ راڑز میں جکڑا ہوا سوبرز اس طرح ترپ رہا تھا جیسے اس کے پورے جسم پر زخم ڈال کر ان پر نمک چھڑک دیا گیا تھا۔ وہ مسلسل کراہ اور چینخ رہا تھا۔

”میں انہیں چاہتا کہ تم پر کوڑوں کی بارش کی جائے اور پھر خیز کی مدد سے تمہاری آنکھیں نکال دی جائیں اس لئے بچ بولو۔ بچ۔ سب کچھ بتا دو ورنہ جوہن کا ہاتھ نہیں رکے گا“..... کرنل گیری نے کہا۔

”مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں بے گناہ ہوں“..... سوبرز نے چھینتے ہوئے کہا۔

”جوہن“..... کرنل گیری نے کا تو کمرہ شراب کی آوازوں کے ساتھ ہی سوبرز کی دردناک چینوں سے گونجنے لگا لیکن جلد ہی اس کی گردن ڈھلک گئی تو کرنل گیری نے ہاتھ اٹھا کر جوہن کو روک دیا۔ جوہن تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سوبرز کافی دیر تک چیختا اور کراہتا رہا۔

”اب ان زخموں پر نمک چھڑک کا جائے یا سرخ مر چیں۔ بولو۔ دونوں یہاں موجود ہیں“..... کرنل گیری نے کہا۔

”مم۔ مم۔ مجھ پر ظلم مت کرو۔ پلیز۔ میں سب کچھ بتا دیتا ہوں۔ سب کچھ“..... سوبرز نے بری طرح روتے ہوئے کہا اور پھر وہ کسی شیپ ریکارڈ کی طرح بختنے لگا۔ اس نے پہلے تو یہ تفصیل بتائی کہ اس نے کس طرح برینڈی کے ذریعے چیس یہاں سے نکالیں اور انہیں ٹنکشن میں پا کیشائی ایجنٹوں جن کا لیڈر پنس مائیکل ہے، کو دے دیں اور پھر اس نے یہاں کی پوری تفصیل بتائی اور یہ بھی کہ اس نے کوئی بھی انہیں لے دی اور جیپ بھی اور کس طرح اسے اطلاع مانگی کہ ریت سے ہوا حاصل کر کے اسے کس طرح لیبارٹری میں پہنچایا جاتا ہے اور پنس مائیکل نے اس کی مدد سے نقشہ بنایا اور اس پاپ کے ذریعے آتا ہے۔ اس نے رکے بغیر پوری تفصیل خود ہی بتا دی۔

”اب کہاں ہیں یہ لوگ“..... کرنل گیری نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے لوٹا وہ جائیں گے اور وہاں سے ڈومینک فلاٹ پر ٹنکشن اور پھر ٹنکشن سے فلاٹ کے ذریعے وہ لوٹا وہ اور پھر وہاں سے جیپ کے ذریعے پر امک واپس آئیں گے۔ پنس مائیکل نے بتایا تھا کہ اسے دو تین روز لگ جائیں گے“..... سوبرز نے کراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ کیوں واپس گئے ہیں“..... کرنل گیری نے الجھے ہوئے الجھے میں کہا۔

”مجھے انہوں نے صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ ٹنکشن جا رہے ہیں اور پھر وہ واپس آئیں گے“..... سوبرز نے جواب دیا۔

”تم نے بتایا ہے کہ تمہیں ہوا کھینچنے والے پاپ کے بارے میں معلوم ہوا اور تم نے یہ بات ان تک پہنچا دی۔ تمہیں کس نے بتایا تھا“..... کرنل گیری نے کہا۔

”میں خود یہاں چار سال تک کام کرتا رہا ہوں۔ مجھے ذاتی طور پر اس بات کا علم تھا“..... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہاری اس بات پر ان کا کیا رد عمل تھا“..... کرنل گیری نے پوچھا۔

”انہوں نے پہلے پہل تو اس میں دلچسپی لی لیکن پھر ان کی دلچسپی ختم ہو گئی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس پاس پیش میں بھی سامنی آلات نصب کئے گئے“..... سوبرز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس پرنس ماں سیکل کا حلیہ تفصیل سے متاثر“..... کرنل گیری نے کہا تو سوبرز نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

”اب اسے آف کر دو۔ اس نے بہر حال ایکریمیا کے مفادات سے غداری کی ہے“..... کرنل گیری نے اٹھتے ہوئے کیپشن براؤن سے کہا۔

”سر۔ یہ ہمیں کام دے سکتا ہے“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”وہ کیسے“..... کرنل گیری پیر و فی دروازے کی طرف مڑتے مڑتے رک گیا۔

”مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہارے لئے سب کچھ کروں گا“..... سوبرز نے جھینکتے ہوئے کہا۔

”اچھا آؤ۔ جو ہن۔ اس کا خیال رکھنا“..... کرنل گیری نے پہلے کیپشن براؤن اور پھر کرنل گیری اور کیپشن براؤن بلیک روم سے باہر آگئے۔ ان کے عقب میں دروازہ بند ہو گیا۔

”ہاں۔ اب بولو۔ کیا کہہ رہے تھے تم“..... کرنل گیری نے کیپشن براؤن سے مخاطب ہو کر کہا۔

”چیف۔ اس سوبرز کو ہلاک کر دینے کے بعد تو اس سے کوئی کام نہ لیا جائے گا جبکہ اگر اسے چارے کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کے ذریعے پاکیشی ایجنسیوں کو آسانی سے ہلاک کر سکتے ہیں“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”کیسے“..... کرنل گیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ ہم اسے اس شرط پر زندہ چھوڑ دیتے ہیں کہ جیسے ہی پاکیشی ایجنسی اسے ملیں یا اسے نظر آئیں تو یہ ہمیں اطلاع دے دے۔ ہم اسے کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو ہم اسے ہلاک کر دیں گے“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”وہ اب یہاں رہنے والا نہیں ہے۔ وہ جس قدر تیزی سے ممکن ہو اگلشن فرار ہو جائے گا اور پھر ہم اسے کبھی تلاش نہ کر سکیں گے۔ اس کے پاس اب پیسے بھی ہیں اور ہم اسے استعمال کرنے کی بجائے اس کوٹھی کی گلگرانی کریں جو اس نے خرید کر انہیں دی ہے۔ یا لوگ جب بھی واپس آئے تو اسی کوٹھی میں آئیں گے۔ پھر اس کوٹھی کو میزاںکوں سے اڑایا جا سکتا ہے“..... کرنل گیری نے کہا۔

”لیکن چیف۔ ہم تو ایسیئی سے باہر مستقل طور پر تو نہیں جاسکتے۔ کوٹھی کی گلگرانی کون کرائے گا“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”تم پانچ آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک ماہ کے لئے باہر چلے جاؤ۔ ایک ماہ کے لئے تمہاری چیپس بلاک کر دی جائیں گی۔ تم اس کوٹھی کی گلگرانی کرو اور جیپ کو بھی نظروں میں رکھو۔ جیپ جیسے ہی نظر آئے اور اس میں یا لوگ موجود ہوں تو اس جیپ کو ہی میزاںکوں سے اڑا دینا۔ اس طرح ہم یقینی طور پر ان پاکیشی ایجنسیوں کا خاتمه کر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے“..... کرنل گیری نے کہا۔

”لیں سر۔ دیے بھی اگر ہم ان ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیں تو یقیناً اعلیٰ حکام آپ کو ظاپ پوسٹ پر ترقی دے دیں گے۔“..... کیپشن براؤن نے خوشامد ان لمحے میں کہا۔

”ہاں۔ اور یہ بات طے سمجھو کہ اگر مجھے ترقی ملی تو تم بھی میرے ساتھ رہو گے۔“..... کرٹل گیری نے مرت بھرے لمحے میں کہا تو کیپشن براؤن کا پچھہ خوشی سے کھل اٹھا۔

”تحینک یوسر۔ آپ واقعی قدر شناس ہیں۔“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”اوکے۔ اب تم اپنے ساتھ پانچ افراد اور دو گاڑیاں لے جاؤ۔ اپنی چسپ کو یہ ورنی طور پر بلاک کر دینا کیونکہ مکمل بلاکنگ میں چسپ بے کار ہو جائیں گی اور پھر تمہارے لئے نئی چسپ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”لیں سر۔ آپ واقعی دوراندیش ہیں سر۔“..... کیپشن براؤن نے ایک بار پھر خوشامدی لمحے میں کہا۔

”سوبرز کو آف کر اکر اس کی لاش بر قی بھٹی میں ڈلوادو۔“..... کرٹل گیری نے کہا اور تیزی سے اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

☆ ☆

دور دور تک پھیلے ہوئے ریت کے اوپنے نیچے نیچے ٹیلوں کے درمیان دوڑتی ہوئی جیپ آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جیپ کی ڈرائیور گ سیٹ پر عمران تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر جولیا اور صالح اور عقبی سیٹوں پر صدر، کیپشن ٹکلیل اور تنور یہ بیٹھے ہوئے تھے۔

”عمران صاحب۔ آپ نے سو برز کو تو کہا تھا کہ آپ لٹکن جا رہے ہیں لیکن آپ چکر کاٹ کر ادھر ریت میں آگئے۔ اس کی وجہ۔“..... صدر نے کہا۔

”بڑی دیر بعد تمہیں یہ خیال آیا ہے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تو اسی لئے چپ رہا تھا کہ شاید کوئی شارت کٹ آپ نے چیک کر لیا ہے۔“..... صدر نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”اور کیپشن ٹکلیل کیوں خاموش رہا۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرے ذاتی نقطہ نظر سے آپ جو کچھ کرتے ہیں درست کرتے ہیں اس لئے میں نے اس پوائنٹ پر سوچا ہی نہیں۔“..... کیپشن ٹکلیل نے جواب دیا۔

”اور تنور۔ تم کیوں خاموش رہے۔“..... عمران نے کہا۔

”میں اس لئے خاموش رہا کہ تم نے کچھ بتانا ہی نہیں تو پھر دماغ سوزی میں فائدہ۔“..... تنور نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم اس طرح کیوں آئے ہو۔“..... عمران کے پوچھنے سے پہلے جولیا نے از خود کہا تو عمران اس کے اس انداز پر بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں اب بہت پیشگوی معلوم ہو جاتا ہے۔ تمہارے اندر روحانیت کا غلبہ بڑھتا جا رہا ہے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”روحانیت تو بہت بڑی دولت ہوتی ہے لیکن مجھ میں صرف یہ انقلاب آیا ہے کہ پہلے میری عقل کا نہیں کرتی تھی اب زیادہ کرنا شروع ہو گئی ہے۔“..... جولیا نے جواب دیا۔

”اچھا۔ یہ بتاؤ کہ کیا معلوم ہے تمہیں؟“..... عمران نے چیلنج کے سے انداز میں کہا۔

”تم مشینری لینے کے لئے ولگن جانا چاہتے تھے لیکن تم نے سوچا کہ پہلے یہاں کے ماحول کے مطابق مشینری خریدی جاسکے۔“..... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اس طرح آنکھیں پھاڑیں جیسے اسے سخت حیرت ہو رہی ہو۔

”اڑے کمال ہے۔ واقعی تم نے وہی بات کی ہے جو ہم میں سے کسی کی سمجھنہیں آئی تھی اس لئے کہ اتنا طویل عرصہ ساتھ رہنے کے باوجود ہم ابھی تک عمران صاحب کو سمجھنہیں سکے جبکہ آپ نے بڑی آسانی سے انہیں سمجھ لیا ہے لیکن ایک بات میں ضرور کہوں گا کہ اگر عمران صاحب واقعی اس لئے ان ریت کے ٹیلوں میں جا رہے ہیں تو وہ حمافقت کر رہے ہیں۔“..... صدر نے سنجیدہ لمحہ میں کہا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”عمران صاحب۔ ظاہر ہے وہ پائپ جس کے بارے میں بتایا گیا ہے ریت کے اوپر تو نہیں پڑا ہو گا۔ خاصی گہرائی میں ہو گا اور ریت میں کھدائی نہیں ہو سکتی۔ ریت کو سائیڈ ووں پر پھیلا دیا جا سکتا ہے لیکن ہم خالی ہاتھ ایسا نہیں کر سکتے اس لئے آپ یقیناً اس پائپ کے آخری سرے کو چیک کریں گے جہاں سے ہوا کھنخی جا رہی ہو گی لیکن وہاں سلنگ مشین ہو گی اور دیگر سامنی آلات بھی۔ پھر آپ کیا چیک کرنے جا رہے ہیں۔“..... صدر نے کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم واقعی اس پائپ کے ذریعے یہ بارٹی میں داخل ہو جائیں گے۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدر سمیت باقی سب ساتھی بھی بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا بات ہے۔ آپ ہر بار اپنا موقف بدل لیتے ہیں۔ آپ نے خود کہا تھا کہ ایسا کرنا محفوظ ہو گا اور صرف مشینری ولگن سے لانی ہو گی۔“..... صدر نے کہا۔

”یہ بات میں نے اس لئے کہی تھی کہ ایسا ممکن تو ہو سکتا ہے لیکن یہ لوگ احمد نہیں ہیں کہ پوری ایسی سٹی بنائی کر اس میں جانے والے پائپ کو خالی چھوڑ سکتے ہیں۔“..... عمران نے کہا۔

”تو پھر آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں؟“..... صدر نے کہا۔

”صرف یہ دیکھنے کے لیے پائپ کتنی گہرائی میں رکھا گیا ہے۔“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس سے کیا ہو گا؟“..... صدر نے کہا۔

”وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا۔“..... عمران نے جواب دیا تو صدر سمیت سب ساتھی بے اختیار من پڑے۔

”عمران صاحب۔ یہ کام تو آپ یا آپ اور جولیا بھی کر سکتے تھے لیکن آپ پوری ٹیم کو جیپ میں بٹھا کر پہلے پرائیس سے باہر نکلے اور پھر

چکر کاٹ کر آپ اس طرح آگئے۔ کیا ایسا کرنا ضروری تھا،..... صالح نے کہا۔

”تمہاری سوچ میں گھرائی ہے۔ اب میں اصل بات بتاؤں تاکہ تم سب کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا خاتمہ ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ سوبرز کے ذریعے ہمیں خصوصی طور پر اس پائپ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اس لئے میں نے سوبرز سے یہی کہا کہ ہم لٹشن جا رہے ہیں لیکن اس کی بجائے ہم اس طرف آگئے تاکہ اگر واقعی سوبرز کو استعمال کیا جا رہا ہے تو وہ لوگ مطمئن رہیں گے کہ ہم چند روز کے بعد واپس آئیں گے اور اس دوران ہم اس پائپ کا اپنے طور پر جائزہ لیں گے۔ ویسے واپسی کا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں ہے اس لئے ہم نے بہر حال مشن مکمل کرنا ہے لٹشن کے بغیر،..... عمران نے کہا۔

”لیکن اس طرح تو یہ جیپ اور ہماری رہائش گاہ دونوں خطرے میں ہیں۔ ہم تو احمقوں کی طرح مخالفوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے،..... صدر نے کہا۔

”ای لئے تو ہم لٹشن چلے گے ہیں تاکہ صورت حال کو چیک کیا جاسکے۔ ویسے میرا یہ خیال غلط بھی ہو سکتا ہے لیکن بہر حال ہمیں ذہن میں ہر زاویے کو رکھنا چاہئے،..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران نے جیپ کو ایک ٹیلے کے دامن میں روک دیا۔ ”آؤ۔ اب اس دہانے کو چیک کریں،..... عمران نے جیپ سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی باقی ساتھی بھی ایک ایک کر کے جیپ سے نیچے اترے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ایسی کے گرد نیلے رنگ کے پتھروں کی بنی ہوئی فضیل نہاد یو ار وہاں سے کافی دور تھی۔ ”کہاں ہے وہ پائپ،..... صالح نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”آؤ میرے ساتھ،..... عمران نے کہا اور پھر وہ سب پیدل آگے بڑھنے لگے۔ ایک ٹیلے کو کراس کر کے وہ جیسے ہی دوسرے ٹیلے پر پہنچے انہیں چند ٹیلوں کے بعد شور سنائی دینے لگا۔ ایسا شور جیسے تیز ہوا چل رہی ہو لیکن وہاں آندھی یا طوفان کی کوئی حالت نظر نہ آ رہی تھی۔ ”یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے،..... صدر نے کہا۔

”سامنے والے دو ٹیلوں کے بعد پائپ کا دہانہ ہے۔ آؤ۔ لیکن خیال رکھنا۔ وہاں انتہائی طاقتور سنگ مشین کی وجہ سے ایسی تیز سر سراہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے،..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ ایسی پر مکمل چھت نہیں ہے بلکہ بہت سا حصہ کھلا ہوا ہے۔ وہاں سے ہوانہیں کھینچی جاسکتی،..... صالح نے کہا۔ ”لیبارٹریوں میں ایسی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر قسم کی آلو دگی سے پاک ہو۔ کھلی چکر سے ہوا تو کھینچی جاسکے گی لیکن اس میں ہر قسم کی آلو دگی موجود ہو گی جبکہ ریت کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ہر قسم کی آلو دگی کو جذب کر لیتی ہے اور خاص اور بغیر آلو دگی کے ہوا لیبارٹری میں پہنچ جاتی ہے اس لئے ریت میں بھی ہوا کھینچنے والے پائپ کا سراہو میں بلند کر کے نہیں رکھا جاتا بلکہ اسے ریت کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اس سرے پر انتہائی طاقتور مشین نصب کی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہواریت سے گزر کر اس تک پہنچتی ہے،..... عمران نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”لیکن اس طرح تو اس سرے کے سامنے ریت جمع ہو جاتی ہو گی،..... کیپٹن ٹکلیں نے کہا۔

”عام حالات میں تو ایسا ہی ہونا چاہئے لیکن اس مشین میں اس پوچھت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ مشین کا ایک حصہ اس ریت کو ایسے واپس اڑا دیتا ہے۔“..... عمران نے کہا اور پھر جب وہ سب چلتے ہوئے اس نیلے پر پہنچ گئے جہاں واقعی انہیں ہوا انتہائی تیز رفتاری سے ایک بہت بڑے پاؤں کے سرے کی طرف جاتی دکھائی دے رہی تھی، ساتھ ساتھ ریت بھی تھی لیکن ریت سائیڈ ول پر جا گرتی تھی جبکہ ہوا اندر چلی جاتی تھی۔ پاؤں خاصاً چوڑا تھا لیکن اس کے سرے پر موجود سلنگ مشین اتنی بڑی تھی کہ اس نے پاؤں کے پورے سرے کو ڈھانپ رکھا تھا اور سائیڈ میں جو قدرے کھلی ہوئی تھیں اسے بلاک کر رکھی تھیں اس لئے اب سوائے ہوا کے اور کوئی چیز اس پاؤں کے اندر نہ جاسکتی تھی۔

”عمران صاحب۔ اگر ہم اس پاؤں کو استعمال بھی کرنا چاہیں تو کیسے کر سکتے ہیں؟“..... صدر نے کہا۔

”اس کا ایک ہی حل ہے کہ بلیوار یا کی دیوار کے قریب ریت کو ہٹا کر پاؤں میں ڈرلنگ کر کے سوراخ پیدا کیا جائے اور پھر اس سوراخ کے ذریعے پاؤں میں داخل ہو جائیں لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ پاؤں کتنی گہرائی میں ہے۔ دیوار کے قریب اس کی گہرائی کم از کم پچاس فٹ ہو گی۔ اگر سخت زمین ہوتی تو پچاس فٹ کھدائی کر لی جاتی لیکن اس ریت کے نیلے میں ایسا نہیں کیا جاسکتا۔“..... عمران نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ طریقہ کامیاب نہیں ہے۔“..... صدر نے کہا۔

”ہاں۔ اور ہم نے ڈاکٹر احسان کو بھی واپس لے جانا ہے اور انہیں اس پاؤں کے ذریعے نہیں لے جایا جاسکتا۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟“..... صدر نے کہا۔

”سوچنا کیا ہے۔ آخری حرثہ تو تنور یا یکشن ہے۔“..... عمران نے کہا تو تنور کا چہرہ چمک اٹھا۔

”تم خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے رہتے ہو۔ میں نے تو کہا ہے کہ آگے بڑھو۔ راستے خود بخود بننے جائیں گے۔“..... تنور نے سرت بھرے لجھے میں کہا۔

”اور اگر راستہ قبرستان کا آگیا تو پھر۔“..... صالح نے کہا۔

”تو پھر کیا۔ موت تو ایک روز آتی ہی ہے۔ اس سے ڈرنا تو دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ جب تک نہیں آتی تو نہیں آتی اور جب آتی ہے تو پھر اسے کوئی روک نہیں سکتا۔“..... تنور نے منہ بناتے ہوئے کہا اور سب نے اس طرح سر ہلا دیئے جیسے تنور کی بات انہیں پسند آئی ہو۔

”اوکے۔ آؤ واپس چلیں۔“..... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کے ساتھ ہی باقی ساتھی بھی مڑے اور ایک بار پھر وہ اس طرف کو بڑھنے لگے جہاں انہوں نے جیپ چھوڑی تھی۔

”عمران صاحب۔ آپ نے سورز پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا تو کیا اب آپ اس جیپ پر واپس اسی کوٹھی میں جائیں گے یا کچھ اور سوچا ہے آپ نے؟“..... صدر نے کہا۔

”میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ہمیں ہر طرف کا خیال رکھنا پڑے گا۔ اب جبکہ ہم پاؤں کے ذریعے ایسی سٹی میں نہیں جا رہے اور براہ راست آگے بڑھیں گے تو پھر اس کوٹھی میں رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ ہمیں ہر طرف سے محتاط رہنا ہوگا۔“..... عمران نے کہا تو صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔



کیپن براؤن اپنے پانچ ساتھیوں سمیت اس وقت پرانک میں موجود تھا۔ اس نے لگشن کی طرف سے آئے والے راستے پر اپنا ایک ساتھی رکھنے کے ساتھ ساتھ تین ساتھی شہر کی مختلف اہم جگہوں پر بھیج دیے تھے۔ ان سب کے پاس زیر و فائیور نسیمیر موجود تھے جبکہ کیپن براؤن کے ساتھ ایک ساتھی فرانک تھا۔ وہ دونوں اس وقت پرانک کی ایک متوسط درجے کی کالونی میں موجود تھے۔ اس کا لونی کا نام گروز تھا۔ سوبرز نے بتایا تھا کہ اس نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو گروز کا لونی کی ایک کوئی خرید کر دی ہے۔ سوبرز نے یہ بھی بتایا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹ ہاٹشن کا لونی کی ایک کوئی میں چھپے ہوئے تھے اور یہ کوئی خرید براۓ فروخت تھی اور پاکیشیائی ایجنٹ چاہتے تھے کہ میں انہیں بھی کوئی خرید کر دوں لیکن جب اس نے اس کوئی کے مالک ریل اسٹیٹ اچھنسی سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ وہ کوئی گزشتہ روز بک ہو چکی ہے۔ البتہ ضروری کاغذات کی تحریکیں کی وجہ سے ایک ہفتے بعد وہ خریدار کو قبضہ دیں گے۔ اس کے پاس گروز کا لونی میں ایک کوئی بھی براۓ فروخت تھی۔ چنانچہ سوبرز نے اس کوئی کا سودا کر لیا اور نقد قیمت دے کر اس نے فوری طور پر کاغذات اپنے نام بنوائے اور پھر وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو ہاٹشن کا لونی سے گروز کا لونی کی کوئی میں لے گیا تھا اس لئے کیپن براؤن اپنے ساتھی فرانک سمیت گروز کا لونی کی اس کوئی کے سامنے ایک زیر تعمیر بلڈنگ کی دیوار کی اوٹ میں موجود تھا۔ گواسے بتایا گیا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹ لگشن گئے ہیں لیکن وہ اس لئے یہاں آگیا تھا کہ شاید تمام پاکیشیائی ایجنٹ لگشن نہ جائیں اور ان میں سے ایک دو جائیں اور باقی واپس آ جائیں۔ فرانک کو اس نے ایک اور جگہ پر رکھا ہوا تھا کہ وہ بھی دوسرے پہلو سے کوئی کی نگرانی کر سکے۔ وہ دیوار کی آڑ میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ فرانک کو یہاں چھوڑ کر کسی کلب میں جائے اور وہاں کچھ دیر گزار کرو اپس آئے کہ اسے اپنی جیب سے سیٹی کی آوازنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور زیر و فائیور نسیمیر نکال کر اس کا بیٹن پر لیس کر دیا۔

”ہیلو۔ کرٹل گیری کا لانگ۔ اور“..... دوسری طرف سے کرٹل گیری کی آوازنائی دی تو کیپن براؤن بے اختیار چونک پڑا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کے کسی ساتھی کی کال ہو گی۔

”لیں سر۔ کیپن براؤن سر۔ اور“..... کیپن براؤن نے موڈ بانہ لجھے میں کہا۔

”سوبرز نے تو بتایا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹ جیپ میں سوار ہو کر پرانک سے باہر چلے گئے ہیں تاکہ لگشن جا سکیں لیکن میں نے جب بلیو ایریا کو چاروں طرف سے چیک کرایا تو وہ جیپ جس کا نمبر سوبرز نے بتایا تھا عقبی طرف ریت کے ٹیلوں میں کھڑی نظر آئی۔ مزید چینگ پر معلوم ہوا کہ جہاں یہ جیپ موجود ہے وہاں سے قریب ہی تازہ ہوا حاصل کرنے کا مخصوص پائپ ریت کی گھرائی میں موجود ہے اور سوبرز نے ہی بتایا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو اس پائپ کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اور“..... کرٹل گیری نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ آپ واقعی دوراندیش ہیں سر۔ اور“..... کیپن براؤن کو جب کرٹل گیری کی اتنی لمبی بات کی سمجھنہ آئی تو اس نے بھی مناسب سمجھا کہ وہ گول مول اور خوشامدانہ انداز میں جواب دے کر بات کو نال دے۔

”سنو۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ سوبرز نے جو کچھ بتایا تھا وہ اس حد تک تو درست ہے کہ یہ لوگ پائپ کے ذریعے لیبارٹری میں جانا چاہتا ہے لیکن میں نے تفصیلات معلوم کر لی ہیں۔ اگر پاکیشیائی ایجنٹوں نے ایسی کوئی حرکت کی تو لیبارٹری میں پہنچنے سے پہلے ان کے جسم کروزوں اربوں

نکلوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ پاپ میں اس کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے اور یہ نکلوے بجائے لیبارٹری میں داخل ہونے کے باہر پھینک دیے جائیں گے۔ البتہ سوبرز کی یہ بات غلط ہے کہ یہ لوگ ننگن گئے ہیں۔ یہ یہیں موجود ہیں اس لئے تم اور تمہارے ساتھی پوری طرح ہوشیار ہیں۔ یہ لازماً اس جیپ میں واپس پر ایک پیٹھیں گے اور یقیناً اس کوٹھی میں رہیں گے جس کوٹھی کے بارے میں سوبرز نے بتایا تھا اس لئے تم اپنے ساتھیوں کو پورے شہر میں پھیلا دواور خود اس کوٹھی کے سامنے پہنچ جاؤ۔ اگر راستے میں جیپ نظر آئے اور پاکیشیائی ایجنسٹ اس میں موجود ہوں تو اس جیپ کو میزائلوں سے اڑا دو۔ اگر ایسا نہ ہو اور وہ لوگ کوٹھی پہنچ جائیں تو اس کوٹھی کو میزائلوں سے اڑا دو۔ اور،..... کرنل گیری نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ وہ شاید پاکیشیائی ایجنسٹوں کے بارے میں جذباتی ہو رہا تھا۔

”لیں سر۔ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ آپ بے فکر ہیں سر۔ میرے چار آدمی پر ایک کی اہم جگہوں پر موجود ہیں اور میں خود فرائک کے ساتھ گروز کالونی کی اس کوٹھی کے سامنے موجود ہوں جو سوبرز نے ان پاکیشیائی ایجنسٹوں کو دلاتی تھی۔ آپ بے فکر ہیں۔ ہم انہیں ہلاک کر کے ہی واپس آئیں گے۔ اور،..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”اوکے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ فوراً مجھے روپرٹ دینا۔ اور اینڈ آل“..... کرنل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر آف ہو گیا تو کیپشن براؤن نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے واپس جیپ میں ڈال دیا۔

”کرنل صاحب بے حد جذباتی ہو رہے ہیں اس لئے ایسے احکامات دے رہے ہیں۔ اگر میں اپنے ساتھیوں کو کہہ دوں اور وہ جیپ کو میزائلوں سے اڑا دیں تو لاشیں سلامت نہیں رہیں گی اور جب لاشیں ہی نہیں ہوں گی تو کون اس بات پر یقین کرے گا کہ کیپشن براؤن نے پاکیشیائی ایجنسٹوں کا خاتمہ کیا ہے۔ اسی طرح میزائلوں سے کوٹھی اڑا دی تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا“..... کیپشن براؤن نے بڑا تر ہوئے کہا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد وہ بے اختیار اچھل پڑا جب اس نے ایک بڑی جیپ کو واپس آ کر اس کوٹھی کے گیٹ کے سامنے رکتے ہوئے دیکھا۔ اس نے جلدی سے جیپ سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فرائک کی فریکونسی ایڈ جسٹ کر کے اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا لیکن اس کی نظریں جیپ پر ہی بھی ہوئی تھیں۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ کیپشن براؤن کا نگ۔ اور،..... کیپشن براؤن نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ فرائک اندنگ یو سر۔ اور،..... تھوڑی دیر بعد فرائک کی آواز سنائی دی۔

”تمہارے پاس گیس پٹل موجود ہے یا نہیں۔ اور،..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”نہیں جتنا۔ میرے پاس تو نہیں ہے۔ البتہ گاڑی میں موجود ہے اور گاڑی پارکنگ میں کھڑی ہے۔ اور،..... فرائک نے کہا۔

”پاکیشیائی ایجنسٹ جیپ میں سوار آ گئے ہیں۔ جیپ اب کوٹھی کے اندر جا رہی ہے۔ جیپ میں موجود افراد مجھے نظر آ رہے ہیں۔ تم فوراً گاڑی سے گیس پٹل نکالو اور سائیڈ سے اندر تین چار گیس کپسول فائر کر دو۔ فوراً۔ اور اینڈ آل“..... کیپشن براؤن نے تیز تیز لمحے میں بولتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر باری باری اپنے سب ساتھیوں کی فریکونسی ایڈ جسٹ کر کے انہیں بھی گروز کالونی میں کاں کر لیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر کی سیٹی نچ اٹھی تو کیپشن براؤن نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بیٹن آن کر دیا۔

”فرانک کا لگ۔ اور“..... دوسری طرف سے فرانک کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا رپورٹ ہے۔ اور“..... کیپشن براؤن نے بڑے استیاق بھرے لبھے میں کہا۔

”میں نے چار کپسول کوٹھی کے اندر فائز کر دیئے ہیں۔ اور“..... فرانک نے کہا۔

”اوہ۔ میں سمجھا کہ تم اندر چینگ کر چکے ہو۔ کپسول فائز کرنے کے دس منٹ بعد عقبی طرف سے اندر جاؤ اور پھر مجھے رپورٹ دو۔ میں

نے تمام ساتھیوں کو بھی کال کر لیا ہے۔ اور“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”لیں سر۔ میں پھانک کھول دوں گا سر۔ اور“..... فرانک نے کہا۔

”اوکے۔ اور ایڈ آں“..... کیپشن براؤن نے کہا اور ٹرائسیٹ آف کر کے اس نے جیب میں ڈال لیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان

کے ساتھ ساتھ کامیابی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس نے دانتہ شہر میں پھیلے ہوئے اپنے ساتھیوں کو کال کیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کنل گیری

نے اعلیٰ حکام کو یہی رپورٹ کرنی ہے کہ اس نے پاکیشی ایجنٹوں کو ہلاک کیا ہے جبکہ وہ چاہتا تھا کہ اس کا مکمل کریڈٹ خود لے اس لئے اس نے سوچا

تھا کہ سب ساتھیوں کے سامنے جب وہ ان بے ہوش پڑے ہوئے پاکیشی ایجنٹوں کا خاتمہ کرے گا تو اتنے سارے آدمیوں کے بیانات اعلیٰ حکام

کو باور کر دیں گے کہ پاکیشی ایجنٹوں کے خاتمے کا اصل کارنامہ کیپشن براؤن کا ہے۔ پھر تقریباً میں منٹ بعد ٹرائسیٹ کی سیٹی ایک بار پھر سنائی دی

تو اس نے ٹرائسیٹ نکالا اور اسے آن کر دیا۔

”فرانک کا لگ۔ اور“..... دوسری طرف سے فرانک کی آواز سنائی دی۔

”لیں۔ کیا رپورٹ ہے۔ اور“..... کیپشن براؤن نے کہا۔

”سر۔ میں کوٹھی کے اندر سے بول رہا ہوں۔ یہاں چھافر اد بے ہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں چار مرد اور دو عورتیں ہیں اور یہ سب

ایک ہی کمرے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور“..... فرانک نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم وہیں رہو۔ باقی ساتھی آرہے ہیں۔ پھر ہم سب اکٹھے اندر آئیں گے اور مل کر ان ایجنٹوں کو شوت کریں گے تاکہ اعلیٰ

حکام کی طرف سے ترقیاں بھی ہمیں ملیں اور نقد انعامات بھی۔ اور“..... کیپشن براؤن نے لائچ کا تیج بوتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ لیں سر۔ آپ واقعی بے حد قدر شناس ہیں سر۔ اور“..... فرانک نے بھی ترقی اور انعام کا سن کر خوشامد انہے لبھے میں کہا۔

”اوکے۔ اور ایڈ آں“..... کیپشن براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرائسیٹ آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ اب اسے اپنے

ساتھیوں کا انتظار تھا۔



صالح واش روم میں منہ دھوکر اسے تو یہ سے صاف کرتی ہوئی واپس دروازے کی طرف مرتے مرتے رک گئی۔ واش روم کی بڑی سی کھڑکی ایسے شیشے کی تھی کہ اندر سے باہر تو دیکھا جاسکتا تھا لیکن باہر سے اندر کچھ نظر نہ آتا تھا اور دروازے کی طرف مرتے مرتے وہ اس لئے رک گئی

تھی کہ اس نے کھڑکی کے شیشے میں سے بیرونی دیوار کے اوپر سے یکے بعد دیگرے سرخ رنگ کے کپسول اڑ کر اندر آتے دیکھئے تھے اور ان کپسولوں کو دیکھتے ہی ایک لمحے کے ہزاروں حصے میں وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ بے ہوش کر دینے والی گیس کے کپسول ہیں اور اپنی تربیت کے تحت اس نے لاشعوری طور پر سانس روکا اور پھر تیزی سے واش روم سے باہر کو بڑھی تاکہ کمرے میں موجود ساتھیوں کو اس بارے میں ہوشیار کر سکے اور دروازے سے باہر آتے ہی اس نے بے اختیار بولنا چاہا تو اس کا رکا ہوا سانس یکخت بہتر آیا تو اسی آواز سنائی دی جیسے عبارے میں سے اچانک ہوا نکل جاتی ہے اور پھر کوئی آواز نکلنے سے پہلے ہی اس کا ذہن تاریک پڑتا چلا گیا لیکن پھر جس طرح انتہائی گہرے کنوئی کی تہہ میں کوئی بولتا ہے پھر یہ آواز تیزی سے واضح ہوتی چلی گئی اور پھر اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تاریکی تیزی سے غائب ہوتی چلی گئی۔ اس کی آنکھیں کھلی تو اس نے ایک جھلکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے جسم میں تیز حرکت کا فائدان ہے۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم بے حد بھاری ہو رہا ہو۔ البتہ آواز بھی تک اس کے کانوں میں آ رہی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ تم وہیں رہو۔ باقی ساتھی آرہے ہیں۔ ہم سب اکٹھے اندر آئیں گے اور مل کر ان ایجنٹوں کو شوٹ کریں گے تاکہ اعلیٰ حکام کی طرف سے ترقیاں بھی ہمیں ملیں اور نقد انعام بھی۔ اور“..... صالحہ کے کانوں میں ایسے آواز سنائی دے رہی تھی جیسے بولنے والا بہت دور سے بول رہا ہوں اور آخر میں لفظ اور سن کرو ہے سمجھ گئی کہ بات چیت ٹرانسیمیٹر پر ہو رہی ہے۔

”اوہ۔ لیں سر۔ لیں سر۔ آپ واقعی بے حد قدر شناس ہیں سر۔ اور“..... ایک اور آواز سنائی دی لیکن یہ آواز کہلی آواز سے ذیادہ قریب سے سنائی دے رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی صالحہ کے ذہن میں تمام پیویشن آگئی کہ قریب والا آدمی اس کمرے سے باہر کھڑا ٹرانسیمیٹر پر بات کر رہا ہے اور اس سے پہلے جو آواز سنائی دی تھی وہ کوئی اور بول رہا تھا جبکہ ٹرانسیمیٹر والے بعد میں بات کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں پہلے بولے جانے والی بات گوئیں لگی کہ ہم اکٹھے اندر آئیں گے اور مل کر ان ایجنٹوں کو شوٹ کریں گے۔ یہ بات ذہن میں ابھرتے ہی اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ خود کمرے کے فرش پر اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی کیونکہ واش روم میں باہر آ کر اس نے جیسے ہی بولنے کی کوشش کی اس کا رکا ہوا سانس باہر نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن تاریک پڑ گیا تھا۔ اب وہ ہوش میں تو آگئی تھی لیکن اس کا جسم حرکت میں نہ آ رہا تھا جبکہ ٹرانسیمیٹر پر بولنے والا انہیں شوٹ کرنے کی بات کر رہا تھا۔ اس نے ایک جھلکے سے اٹھنے کی کوشش کی اور پھر کافی کوشش کے بعد وہ صرف تھوڑا اس اور پر کو اٹھ سکی۔ اسے خیال آیا کہ اگر وہ واش روم میں پہنچ کر پانی پی لے تو اس کا جسم حرکت میں آ جائے گا۔

چنانچہ اس نے اپنے جسم کو موڑا اور پھر مسلسل اور کافی کوشش کے بعد وہ فرش پر گھستی ہوئی واش روم کے دروازے پر پہنچ گئی کیونکہ پہلے بھی وہ واش روم سے باہر آتے ہوئے بے ہوش ہوئی تھی اس لئے واش روم کے دروازے کے قریب ہی گر کر بے ہوش ہوئی تھی۔ واش روم میں داخل ہو کر اس نے ٹونٹی کے ساتھ منہ لگا دیا اور پھر بڑی مشکل سے ایک ہاتھ سے ٹونٹی کھونے میں کامیاب ہو گئی۔ پانی اس کے حلق سے نیچے اترتا چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے خاصا پانی پی لیا تو واقعی اس کے جسم میں موجود حرکت تیز ہوتی چلی گئی۔ اب چونکہ وہ مزید پانی پی نہ سکتی تھی اس نے ٹونٹی بند کر دی اور پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مخصوص انداز میں اچھلنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں بعد اس کا جسم پوری طرح حرکت میں آ گیا تو وہ واش روم سے باہر کمرے میں آ گئی۔ اس کے سارے ساتھی عمران سمیت ویسے ہی کرسیوں اور فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ صالح کے ذہن میں فوراً خیال آ گیا کہ ٹرانسیمیٹر پر بات کرنے والے نے سب کے اکٹھے اندر آنے کی بات کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ آنے والوں کی تعداد کافی ہو گی اس لئے وہ سب کے ساتھ تو نہیں لو سکتی تھی۔ اس نے جھک کر عمران کی تلاشی لی تو اس کی جیب سے مشین پستل مل گیا۔ صالح نے مشین پستل نکال لیا لیکن دوسرے لمحے اسے خیال آ گیا کہ یہ انتہائی گنجان آباد رہائشی علاقے ہے اس لئے یہاں فائرنگ ہوتے ہی پولیس ان کے سر پر پہنچ جائے گی لیکن بغیر پستل کے وہ ان کا خاتمه بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا تو وہ تیزی سے چلتی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری کھوئی۔ اس کے نچلے خانے میں ایک بیگ موجود تھا۔ اس نے بیگ کی زپ کھوئی اور اندر موجود ایک گیس پستل نکال کر اس نے الماری بند کر دی۔ اسی لمحے دور سے چھانک کھلنے کی مخصوص آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے مڑی اور پتوں کے بل دوڑتی ہوئی کمرے کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اس نے سر باہر نکال کر دیکھا تو رہداری کے اختتام پر برآمدے سے اتر کر ایک آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا صحن کے آخر میں چھانک کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ صالح بھی گئی کہ وہ چھانک کھونے جا رہا ہے۔ اس کے ذہن میں ٹرانسیمیٹر پر ہونے والی گفتگو گھومنے لگی۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹرانسیمیٹر پر جو کہا گیا تھا کہ ہم اکٹھے اندر آئیں گے تو اب یہ لوگ اکٹھے آ رہے ہیں اور یہ آدمی جو چھانک کی طرف جا رہا ہے یہاں موجود تھا اور ٹرانسیمیٹر پر بات کر رہا تھا۔

گیس پستل صالح کے ہاتھ میں تھا۔ پھر جانے والا چھانک کے قریب جا کر رک گیا اور چند لمحوں بعد اس نے چھانک کی کھڑکی کھول دی۔ صالح دیکھ رہی تھی کہ ایک ایک کر کے پانچ افراد اندر داخل ہوئے۔ صالح نے انہیں دیکھ کر بے اختیار ہونٹ بھیخت لئے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ انہیں شوت کرنے آ رہے ہیں اور اس کے سارے ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں اس لئے اب اسے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی بچانا ہے۔ وہ دل ہی دل میں ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ بہر حال ہوش میں آ گئی تھی ورنہ تو وہ سب بے ہوشی کے عالم میں ہی ختم ہو جاتے۔

”کہاں ہیں یہ لوگ“..... ایک آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ بے اختیار چوک پڑی۔ وہ اب سر باہر نکال سکتی تھی کیونکہ اس طرح اس کا دیکھ لیا جانا لازمی تھا اور آنے والے کچھ بھی کر سکتے تھے۔ وہ تیزی سے دروازے کے دوسرے پٹ کے ساتھ جا گئی اور اب اسے یہاں سے دیکھنے پر رہداری کا کچھ حصہ اور ساتھ ہی برآمدے کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا جبکہ آنے والے اس وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ بالکل قریب آ جاتے۔ اس نے گیس پستل سیدھا کر کے اس کے ٹریگر پر انگلی رکھی۔ اب قدموں کی آوازیں قریب آتی سنائی دے رہی تھیں اور چند لمحوں بعد اسے ان کے برآمدے کی سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنائی دی تو اس نے سانس روک لیا۔ دوسرے لمحے اسے جیسے ہی ان کی جھلک و کھائی دی تو اس نے بجلی کی سی تیزی سے نہ صرف ٹریگر دبادی بلکہ مسلسل دبائے رکھا۔ دوسرے لمحے کھٹاک کھٹاک کی آوازوں کے ساتھ ہی حیرت زدہ انسانی آوازیں گونجیں اور پھر ان کے کانوں میں ان لوگوں کے گرنے کے دھماکے سنائی دینے لگے۔ اس نے چھپسول فائر کے تھے اس لئے اسے معلوم تھا کہ گیس کافی مقدار میں فائر ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی بے ہوش ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وہ سانس روک کے چند لمحے کھڑی رہی۔ پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر آ گئی اور

راہداری میں دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ کھلی فضائیں گیس ہوا میں جلدی عائب ہو جائے گی جبکہ عمارت کے اندر ورنی حصے میں اس کا اثر کافی دیریک رہ سکتا ہے اس لئے اس نے عمارت کے اندر رہنے کی بجائے باہر کھلی فضائیں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

برآمدے اور سیر گھی کے آغاز والی جگہ پر چھوٹا فراڈ میز ہے میز ہے انداز میں فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ انہیں پھلانگتی ہوئی برآمدے کی سیر ہیاں اتر کر کھلے گھن میں پہنچ گئی۔ اس کا دماب گھنٹے لگ گیا تھا۔ اس نے حتی الامکان مزید سانس روکے رکھا لیکن جب معاملہ اس کے لئے بس سے باہر ہو گیا تو اس نے آہستہ آہستہ سانس باہر نکالا اور پھر آہستہ آہستہ سانس لینے لگی لیکن جب اس کے ذہن پر سانس لینے کا کوئی براثر نہ پڑا تو اس نے بے اختیار اس طرح سانس لیا جیسے اس پوری کالوں کی ہوا پنچ پھر دوں میں بھر لینا چاہتی ہوا اور ایسا کرتے ہوئے ایک بار اس کا ذہن کسی لٹوکی طرح گھوما اور اس کا جسم لڑکھڑایا لیکن پھر وہ نارمل ہو گئی تو اس نے بے اختیار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

ظاہر ہے بھر پور سانس لینے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ گیس کا عصر بھی ساتھ گیا تھا جس کی وجہ سے اسے چکر آ گیا تھا لیکن بہر حال وہ بے ہوش نہ ہوئی تھی۔ دو تین بار بھر پور سانس لینے کے بعد جب وہ نارمل ہو گئی تو اسے خیال آیا کہ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لے آئے لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے ساتھیوں پر دوبار گیس ایک ہوا ہے اس لئے ان کا آسانی سے ہوش میں آنا بھی مشکل ہے لیکن ظاہر ہے وہ صرف ایسا سوچ کر خاموش تو نہ بیٹھ سکتی تھی۔ وہ ایک بار پھر برآمدے کے فرش پر پڑے ہوئے ان چھوٹا فراڈ کو پھلانگتی ہوئی اس کمرے میں گئی جہاں اس کے ساتھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ واش روم سے اس نے ایک بڑا جگ اٹھایا۔ اس میں پانی بھرا اور کمرے میں آ کر اس نے سب سے پہلے عمران کو ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اسے معلوم تھا کہ اگر عمران ہوش میں آ گیا تو باقی تمام مسائل وہ آسانی سے حل کر لے گا لیکن شاید دوبار گیس ایک کی وجہ سے عمران کی بے ہوشی اس قدر گہری تھی کہ پانی اس کے حلق سے نیچے جاہی نہ رہا تھا۔

صالح نے بڑی کوشش کے بعد چند گھونٹ پانی عمران کے حلق سے نیچے اتر دیا لیکن اسے احساس ہو گیا کہ جس کیفیت میں عمران اس وقت موجود ہے اس میں صرف چند گھونٹ پانی سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ چنانچہ وہ انھی اور ایک بار بھر الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری میں موجود بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک تیز دھار نجیگ نکالا اور واپس آ کر اس نے نجیگ ایک طرف رکھا اور دونوں ہاتھوں سے عمران کو پلٹ کر اونڈھے منہ کیا اور پھر نجیگ اٹھا کر اس نے اس کی گردان کے عقبی حصے میں کٹ لگایا۔ کٹ لگتے ہی عمران کے جسم کو ہلاکا سا جھکا گا لیکن بے ہوشی ختم نہ ہوئی لیکن اسے معلوم تھا کہ جیسے جیسے خون بہے گا عمران کا اعصابی نظام حرکت میں آتا جائے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ خون بہتے ہی عمران کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے اور صالح نے اس طرح اطمینان بھرے سانس لینے شروع کر دیے جیسے عمران کے ہوش میں آنے سے اس کے سر پر موجود ٹنون بوجھا تر تا جا رہا ہو۔

”واہ۔ واہ۔ چھوٹی بہن سمیت جنت۔ واہ۔ اب توجنت اور زیادہ خوبصورت لگے گی“..... عمران نے آنکھیں کھولتے ہی اور پر جھکی ہوئی صالح کو دیکھتے ہی کہا تو صالح بے اختیار فس پڑی۔ عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ اپنی گردان پر پہنچ گیا۔

”سوری عمران صاحب۔ آپ کو ہوش میں لانے کے لئے گردان کی عقبی طرف کٹ لگانا پڑا“..... صالح نے معدرت خواہانہ لجھے میں کہا۔

”ویسے پہلی بار ایسا ہوا ہوگا“..... عمران نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”پہلی بار کیا مطلب“..... صالح نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”پہلی بار اس لحاظ سے کہ چھوٹی بہنیں تو بڑے بھائیوں سے بے پناہ محبت کرتی ہیں۔ وہ کیسے خبر بڑے بھائی کی گردن پر چلا سکتی ہے“.....

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صالح ایک بار پھر ہلکھلا کر نہیں پڑی۔

”اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا“..... صالح نے ہنسنے لگا۔

”کیا ہوا تھا۔ تم واش روم سے باہر آئی۔ تم نے بولنے کے لئے منہ کھولا اور بس۔ اس کے بعد میرا ذہن تاریک پڑ گیا تھا“..... عمران نے کہا تو صالح نے واش روم سے مرتے ہوئے کھڑکی میں سے بے ہوش کر دینے والے کپسول دیکھنے، سانس روک کر سب کو اطلاع دینے کے لئے کرے میں آنے اور پھر خود بے ہوش ہو جانے اور پھر ہوش میں آنے سے لے کر عمران کو ہوش میں لانے تک کی ساری تفصیل بتا دی۔

”اوہ۔ اوہ۔ ویری سرشنی۔ تم نے تو آج سب کے محافظ کا رول ادا کیا ہے“..... عمران نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”ہونہ۔ تو یہ چھا فراد میں شوت کرنے آرہے تھے۔ واقعی اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہو گیا ہے۔ میں ساتھیوں کو ہوش میں لے آؤں تاکہ ان کو باندھ کر ان سے پوچھ گھکی جاسکے“..... عمران نے کہا تو صالح نے اثبات میں سر ہلا دیا۔



تاش کے پتے

جرم کی بساط پر کھیلی جانے والی خونی بازی..... ایک جنونی قاتل کا قصہ جو دنیا کے عظیم ترین قاتلوں کے درمیان اپنانام سرفہرست رکھنا چاہتا تھا۔ تاش کے باون پتے اس کے مرکز نظر تھے۔ فی قتل ایک پتے کے حساب سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ قانون کے محافظ معمولی سے سراغ کو بھی فراموش نہ کرتے ہوئے قاتل تک پہنچنا چاہتے تھے۔ مگر قاتل کی احتیاط پسندی اور فنکاری محافظوں کی راہ میں حائل تھی۔

سطر سنبھالنے اور سپنس پھیلانے والے اس ناول کی دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ قاتل آپ کے سامنے ہونے کے باوجود بھی ساتھ پردوں میں پوشیدہ ہے۔

تاش کے پتے ایک سنبھالنے اور دلچسپ ترین ایڈ و پچھر سے بھر پور ناول ہے جسے کتاب گھر کے **ایکشن ایڈو نیچر**

جاسوسی ناول سیکشن میں پڑھا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر احسان اپنی عادت کے مطابق کام کرنے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں آ کر آ رام کری پر نیم دراز انداز میں بیٹھے ہوئے تھے کہ پاس پڑے ہوئے انٹر کام کی مترنامہ گھنٹی نجاحی تو ڈاکٹر احسان نے چونک کر سیور اٹھالیا۔

”لیں۔ ڈاکٹر احسان بول رہا ہوں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ڈاکٹر جانس بول رہا ہوں۔ کیا آپ چند لمحوں کی ملاقات کی اجازت دیں گے۔ میں آپ سے تعزیت کرنا چاہتا ہوں“..... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی تو ڈاکٹر احسان بے اختیار چونک پڑے۔

”تعزیت۔ کیا مطلب“..... ڈاکٹر احسان نے حیرت بھرے لبھے میں کہا۔

”تفصیل سے بات ہو سکتی ہے“..... ڈاکٹر جانس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تشریف لے آئیں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

”یہ کس کی تعزیت کرنے آ رہے ہیں“..... ڈاکٹر احسان نے رسیور رکھ کر بڑھاتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبے قد کا نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ ایکریمین نژاد تھا اور ڈاکٹر میور ک کاظمی معاملات میں دست راست سمجھا جاتا تھا۔

”آئیے ڈاکٹر جانس۔ آئیے“..... ڈاکٹر احسان نے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”شکریہ“..... ڈاکٹر جانس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ چھوٹی میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”آپ کیا پینا پسند کریں گے“..... ڈاکٹر احسان نے انٹر کام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”تحینک یو۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ شراب نہیں پیتے اور میں شراب کے علاوہ اور کچھ پیتا نہیں اس لئے رہنے دیں“..... ڈاکٹر جانس نے کہا تو ڈاکٹر احسان مسکرا دیئے۔

”آپ میرے الفاظ تعزیت پر حیران تو ہوں گے لیکن چونکہ ہلاک ہونے والوں کا تعلق آپ کے ملک پاکیشیا سے تھا اس لئے میں نے سوچا کہ آپ سے اس پر باقاعدہ تعزیت کی جائے“..... ڈاکٹر جانس نے کہا۔

”کون ہلاک ہوئے ہیں۔ آپ کھل کر بات کریں“..... ڈاکٹر احسان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”آپ کو وہ اپنے پاکیشیا لے جانے کے لئے پاکیشیا سکرٹ سروس کو جو ٹیم آئی تھی اسے ہلاک کر دیا گیا ہے اور عنقریب ان کی لاشیں یہاں لائی جا رہی ہیں جنہیں آپ کو بھی دکھایا جائے گا تاکہ آپ بھی یہاں سے واپس جانے کا خیال ترک کروں“..... ڈاکٹر جانس نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ آپ ڈاکٹر میور کی خصوصی ہدایت پر آئے ہیں کیونکہ پہلے بھی وہ مجھے یہ تلقین کر چکے ہیں کہ میں یہاں سے واپس جانے کا خیال چھوڑ دوں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ہاں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ بات آپ سے کروں“..... ڈاکٹر جانس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

”کیا ہوا ہے۔ آپ تفصیل بتائیں گے“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”آپ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے پاکیشی ایجنسیوں تک یہ پیغام پہنچایا تھا کہ وہ خالص ہوا کھینچنے والے پاپ کے ذریعے براہ راست لیبارٹری میں داخل ہو جائیں۔ اس پیغام کا علم چیف سیکورٹی آفیسر کرنل گیری کو ہو گیا۔ کرنل گیری نے اس آدمی کو گرفتار کر لیا جس نے یہ پیغام پاکیشی ایجنسیوں تک پہنچا دیا تھا۔ اس آدمی جس کا نام سوبرز تھا، نے صرف اس بارے میں بتایا بلکہ اس نے ان پاکیشی ایجنسیوں کے ٹھکانے کے بارے میں بھی بتا دیا کہ وہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کس نمبر اور کس ماؤل کی جیپ ہے۔ کرنل گیری نے پاپ کے بیرونی حصوں کو چیک کرایا تو انہوں نے اس جیپ اور چھا فرادری یعنی پاکیشی ایجنسیوں کو وہاں موجود یکھا جس پر انہوں نے اپنے استنسٹ کیپٹن براؤن اور پانچ ساتھیوں سمیت وہاں بیٹھ ڈیا۔ انہوں نے اس کوٹھی کا گھیراؤ کر لیا۔ پھر یہ پاکیشی ایجنسیوں کی وجہ پر کیپٹن براؤن نے بے ہوش کر دینے والی گیس اندر فائر کر کے انہیں بے ہوش کیا اور پھر اندر داخل ہو کر ان سب کو گولیوں سے ہلاک کر دیا اور کرنل گیری کو پورٹ دی تو کرنل گیری نے اس کوٹھی کو میز انکوں سے اڑا دینے کا حکم دیا لیکن کیپٹن براؤن لاشون کو صحیح سالم رکھنا چاہتا تھا تاکہ اعلیٰ حکام کو انہیں دکھایا جاسکے۔ ابھی ابھی کرنل گیری نے ڈاکٹر میور کو یہ خوشخبری سنائی ہے اور میں آپ سے تعزیت کرنے آیا ہوں“..... ڈاکٹر جانسن نے کہا تو ڈاکٹر احسان نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

”اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اگر ان کی موت اس طرح لکھی گئی تھی تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ اگر وہ لوگ واقعی ہلاک ہو گئے ہیں تو میں ان کے حق میں دعا ہی کر سکتا ہوں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا تو ڈاکٹر جانسن بے اختیار چونک پڑا۔

”واقعی کا لفظ آپ نے استعمال کیا ہے۔ کیا آپ کو اس میں شک ہے؟“..... ڈاکٹر جانسن نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا پہلے بھی کئی بار ہوا ہے کہ ان کی ہلاکت کی خبریں مجھ تک پہنچیں لیکن پھر بتایا گیا کہ ان کی بجائے دشمن ہلاک ہوئے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ایک یہاں کی بلیک ایجنٹی کے پرسکیشن کا انہوں نے پرانک میں خاتمه کر دیا ہے اور اب آپ ایک بار پھر ایسی اطلاع لے کر آئے ہیں اس لئے میں نے واقعی کا لفظ استعمال کیا ہے“..... ڈاکٹر احسان نے قدرے جذباتی لمحے میں کہا۔

”لیکن اس بار یہ اطلاع حقیقی ہے۔ کرنل گیری کی براہ راست فون پر کیپٹن براؤن سے بات ہوئی ہے اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ کیپٹن براؤن ان پاکیشی ایجنسیوں کی لاشیں لے کر ایسی میں آ جائیں اور یہ لاشیں آج رات ہی کسی وقت یہاں پہنچ جائیں گی“..... ڈاکٹر جانسن نے کہا۔

”تو پھر ایک درخواست میری بھی ہے“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”کیا؟“..... ڈاکٹر جانسن نے کہا۔

”آپ ڈاکٹر میور کے کہیں کہ وہ لاشیں یہاں لیبارٹری میں منگوالیں۔ میں بھی انہیں دیکھنا چاہتا ہوں“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اس کے لئے لیبارٹری کو اوپن کرنا پڑے گا اور شاید ڈاکٹر میور ک اس کی اجازت نہ دیں“..... ڈاکٹر جانسن نے کہا۔

”آپ اگر کہیں گے تو وہ مان جائیں گے۔ ویسے بھی لاشیں تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ میں ان پاکیشی ایجنسیوں کے چہروں کی زیارت کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری خاطر اپنی جانیں دی ہیں“..... ڈاکٹر احسان نے رندھے ہوئے لمحے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر ہیں۔ میں آپ کے جذبات کو سمجھتا ہوں۔ آپ بے فکر ہیں۔ میں انہیں منا لوں گا۔ اب مجھے اجازت

دین۔ ڈاکٹر جانس نے اٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”یہ آپ کا مجھ پر ذاتی احسان ہوگا۔ پلیز۔“ ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”میں ابھی ڈاکٹر میورک سے بات کر کے آپ کوفون پر اطلاع دیتا ہوں۔“ ڈاکٹر جانس نے کہا اور پھر مصافحہ کر کے وہ ہیر ونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تو ڈاکٹر احسان بے لبے سانس لیتے ہوئے کرسی پر جیسے گر سے گئے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے ہوئے تھے اور آنکھیں بند تھیں۔

”کاش۔ یہ خبر بھی پہلے کی طرح غلط ثابت ہو۔“ ڈاکٹر احسان نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی

تو ڈاکٹر احسان نے رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ ڈاکٹر احسان بول رہا ہوں۔“ ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ڈاکٹر میورک بول رہا ہوں۔ ڈاکٹر جانس نے مجھ تک آپ کی خواہش پہنچا دی ہے اور میں نے آپ کی تجویز قبول کر لی ہے لیکن ایک معمولی سی تبدیلی کے ساتھ جو اصولاً انتہائی ضروری تھی۔“ دوسرا طرف سے لیبارٹری انچارج ڈاکٹر میورک کی آواز سنائی دی۔

”کیا تبدیلی ڈاکٹر میورک؟“ ڈاکٹر احسان نے قدرے حیرت بھرے لبھ میں کہا۔

”لیبارٹری میں لاشیں لانے کی بجائے آپ کو یکورٹی ونگ میں بھجوایا جا رہا ہے۔ وہاں لاشیں آئیں گی۔ آپ کرٹل گیری کے مہمان ہوں گے۔ وہ آپ کو لاشیں دکھائیں گے اور اس کے بعد جب آپ واپس آنا چاہیں گے تو کرٹل گیری مجھے اطلاع دیں گے تو میں لیبارٹری کو اوپن کر کے آپ کو واپس بلاؤں گا۔ اس طرح آپ کی خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور اصول بھی قائم رہے گا۔“ ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔“ ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اوکے۔ ابھی میں ایک آدمی آپ کے پاس بھجو رہا ہوں جو آپ کو کرٹل گیری تک پہنچا دے گا کیونکہ لاشیں وہاں پہنچنے والی ہیں۔“ ڈاکٹر میورک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر احسان نے ایک بار پھر طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر دکھ کی لکیریں مزید گھری ہو گئی تھیں۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ ڈاکٹر احسان کے لئے وہ اجنبی تھا۔

”سر۔ میرا نام ہیگرڈ ہے اور میرا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ ڈاکٹر میورک نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو لیبارٹری سے باہر لے جا کر چیف سیکورٹی آفیسر کرٹل گیری کے آفس تک پہنچا دوں۔ آئیے۔“ ہیگرڈ نے موڈ بانہ لبھ میں کہا۔

”کیا لیبارٹری کو اوپن کر دیا گیا ہے۔“ ڈاکٹر احسان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میرے پاس آلہ موجود ہے جس سے میں خود اسے اوپن کر سکتا ہوں۔ آئیے۔“ ہیگرڈ نے مرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان بھی اس کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھے۔ پھر مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک دیوار کے سامنے پہنچ گئے۔ دیوار کو ہیگرڈ نے آلبے کی مدد سے ہٹایا اور دوسرا طرف موجود برآمدے میں پہنچ کر اس نے اس آلبے کی مدد سے دیوار کو دوبارہ بند کر دیا۔

”میری واپسی کے وقت بھی تم ہی آؤ گے“.....ڈاکٹر احسان نے اس کھلی جگہ سے باہر جا کر کہا۔

”کرنل گیری فون کر کے ڈاکٹر میورک کو بتائیں گے کہ آپ نے واپس آنا ہے تو وہ مجھے آپ کو لینے بھیجیں گے“.....ہمیگرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔ وہ اب مشرق کی طرف بنی ہوئی ایک عمارت کی طرف بڑا ہدایت ہے تھے جو وسیع و عریض کھلے اریا کے کنارے پر موجود تھی اور اس سارے کھلے علاقوں کے گرد نیلے رنگ کی اوچی چار دیواری تھی۔ دور ایک جہازی سائز کا پھانک نظر آرہا تھا جو بند تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیگرڈ کے ساتھ وہ ایک عمارت میں داخل ہوئے اور ایک راہداری سے گزر کر وہ ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ ہمیگرڈ نے دروازے پر دستک دی اور پھر دروازے کو پر لیں کیا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ یہ ایک آفس تھا۔ بڑی ہی آفس تھا۔ اس نیبل کے پیچے اوچی پشت والی روپالوگن چیئر پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

”میرا نام ہمیگرڈ ہے کرنل گیری۔ ڈاکٹر میورک نے آپ کو بتایا ہوگا۔ یہ پاکیشیائی سائنس و ان ڈاکٹر احسان ہیں اور یہ پاکیشیائیوں کی لاشیں دیکھنے آئے ہیں اور ڈاکٹر احسان۔ آپ چیف سیکورٹی آفیسر کرنل گیری ہیں“.....ہمیگرڈ نے تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا۔ آئیے۔ آئیے۔ یہاں تشریف رکھیں“.....کرنل گیری نے وہیں بیٹھے بیٹھے ڈاکٹر احسان سے بڑے منکر انہے لجھے میں کہا۔ وہ نہ اٹھا تھا اور نہ ہی اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

”تحمینک یو“.....ڈاکٹر احسان نے کہا اور سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گئے۔

”جب یہ لاشیں دیکھ لیں تو آپ نے ڈاکٹر میورک کو کال کرنا ہے کرنل گیری۔ پھر میں آ کر انہیں واپس لے جاؤں گا“.....ہمیگرڈ نے کرنل گیری سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سیکورٹی حوالے سے یہ ضروری ہے کہ میں ہی کال کروں۔ آپ جاسکتے ہیں“.....کرنل گیری نے کہا تو ہمیگرڈ سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”یہ پاکیشیائی اتنے بے وقوف کیوں ہوتے ہیں“.....ہمیگرڈ کے جانے کے بعد کرنل گیری نے مٹھک خیز لجھے میں کہا۔

”بے وقوف۔ وہ کیسے“.....ڈاکٹر احسان نے چونک کر اور حیرت بھرے لجھے میں کہا۔

”آپ نے پاکیشیائی ایجنسیوں تک خفیہ معلومات پہنچائیں۔ یہ سوچ کر کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہو گا اور پاکیشیائی ایجنسی احمقوں کی طرح ہمارے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر ہلاک ہو گئے اور اب ان کی لاشیں یہاں لائی جا رہی ہیں“.....کرنل گیری نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اگر میں بے وقوف ہوتا تو ایکریمیا والے اس طرح مجھے اغوا کر کے یہاں نہ لے آتے اور اگر پاکیشیائی ایجنسی بے وقوف ہوتے تو ایکریمیا کی ناپ ایجنسی کے پریسکیشن کے تمام افراد ان کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتے۔ باقی رہی آپ کی بات تو یہ موقع ملنے کی بات ہوتی ہے۔ آپ کو موقع مل گیا ہے اس لئے آپ اس لجھے میں مجھے سے بات کر رہے ہیں۔ بہر حال میں وزیر دفاع سر آر تھر سے آپ کی بات کروں گا کہ آپ مجھے بے

وقوف سمجھتے ہیں،”.....ڈاکٹر احسان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ سوری ڈاکٹر احسان۔ آپ ناراض ہو گئے۔ آئی ایم رائلی سوری۔ میرا یہ مطلب نہ تھا جو آپ سمجھے ہیں،“.....کرنل گیری نے یکخن بھیک مانگنے والے لہجے میں کہا۔ شاید وزیر دفاع سر آر تھر کا حوالہ اس کے لئے خوفناک ثابت ہوا تھا۔

”کوئی بات نہیں۔ اگر آپ نے سوری کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں،“.....ڈاکٹر احسان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
<http://www.kitaabghar.com>

”تحینک یو،“.....کرنل گیری نے کہا۔

”لاشیں کب پہنچ رہی ہیں،“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”ابھی تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گی۔ مجھے اطلاع مل جائے گی،“.....کرنل گیری نے کہا۔

”کیا آپ کو یقین ہے کہ پاکیشائی ایجنت ہی ہلاک ہوئے ہیں اور ان کی ہی لاشیں یہاں پہنچیں گی،“.....ڈاکٹر احسان نے کہا تو کرنل گیری ایک بار پھر ہنس پڑا۔
<http://www.kitaabghar.com>

”آپ کوشید یہاں کے ستم کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ یہ ای سٹی ہے۔ یہاں کا ہر فرد کمپیوٹر ایز ڈنٹرول ہے۔ آپ اور مجھے سمیت ہر شخص کے جسم میں ایک مخصوص چپ ڈال وی گئی ہے۔ اگر یہ چپ نہ ہو تو کوئی آدمی بھی اندر داخل ہوتے ہی بے ہوش ہو جائے گا اور پھر اسی بے ہوشی میں ہلاک ہو جائے گا اس لئے کسی غلط آدمی کے یہاں داخل ہونے کا کوئی سکوپ ہی نہیں ہے،“.....کرنل گیری نے جواب دیا۔

”چھ چپس ان پاکیشائی ایجنتوں کو بھی بھجوائی گئی تھیں۔ چھنی چپس۔ ان کا کیا ہوا،“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”جو آپ نے بھجوائی تھیں وہ انہوں نے اپنے جسموں میں لگائی ہیں لیکن ہمیں ان کے نمبر معلوم تھے۔ ہم نے انہیں مانیزٹر کر لیا ہے اور اب ان پاکیشائیوں کی لاشیں یہاں پہنچ رہی ہیں۔ اس کے باوجود یہی چپس ہمیں بتائیں گی کہ کیا یہ پاکیشائیوں کی لاشیں ہیں یا نہیں،“.....کرنل گیری نے کہا تو ڈاکٹر احسان بے اختیار چونک پڑے۔

”چپس بتائیں گی۔ کیوں۔ ان کے چہرے کیوں نہیں بتائیں گے،“.....ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”اس لئے کہ ان پاکیشائیوں نے میک اپ کر رکھا ہے۔ ان کا یہ میک اپ یہاں واش ہو جائے گا کیونکہ یہاں جدید ترین میک اپ واشر موجود ہے۔ آپ کوان کے اصل چہرے ہی دکھائے جائیں گے،“.....کرنل گیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی میز پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی نجاحی تو کرنل گیری نے جلدی سے رسیور اٹھالیا اور ساتھ ہی ایک بٹن پر لیں کر دیا۔

”لیں۔ کرنل گیری بول رہا ہوں،“.....کرنل گیری نے کہا۔

”کنٹرول آفس سے رابرٹ بول رہا ہوں سر،“.....دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ کرنل گیری نے رسیور اٹھاتے ہوئے شاید لاڈ ڈرکا بٹن پر لیں کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف سے آئے والی آواز ڈاکٹر احسان تک بخوبی پہنچ رہی تھی۔

”لیں۔ کیا رپورٹ ہے،“.....کرنل گیری نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

”سر۔ کیپن براون اور ان کے ساتھی ایک بڑی جیپ میں چھلاشیں لے کر گیٹ پر موجود ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کو پورٹ دینے کے بعد گیٹ کھولا جائے اس لئے میں نے آپ کو کال کی ہے۔“..... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے چیک کر لیا ہے کہ یہ واقعی لاشیں ہی ہیں۔“..... کرنل گیری نے سائیڈ پر بیٹھے ہوئے ڈاکٹر احسان سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

”لیں سر۔ ان کی چپس بتا رہی ہیں کہ وہ لاشیں ہی ہیں سر اور یہ چپس وہی ہیں جو چوری ہو گئی تھیں اور ہم نے انہیں بعد میں مانیٹر کیا تھا۔“..... رابرٹ نے جواب دیا۔

”اور کیپن براون اور ان کے ساتھی۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ان کی چپس بھی چیک ہو گئی ہیں۔ وہ اوکے ہیں۔“..... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ گیٹ کھول دو اور انہیں اندر آنے دو۔“..... کرنل گیری نے اس بار مطمئن لمحے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”اب کب جانا ہے یہ لاشیں دیکھنے۔“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”انہیں رسکورٹی زون کے بلیک روم میں رکھا جائے گا۔ پھر ان کے میک اپ واش ہوں گے اس کے بعد کیپن براون مجھے فون کرے گا اور پھر میں آپ کے ساتھ بلیک روم میں جاؤں گا۔ میری کیپن براون سے فون پر تفصیلی بات ہو چکی ہے۔“..... کرنل گیری نے کہا تو ڈاکٹر احسان نے اشتات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد فون کی گھنٹی نجاح تھی تو کرنل گیری نے رسیور اٹھایا اور ایک بار پھر لاڈ ڈر کا بلن پر لیں کر دیا۔

”لیں۔ کرنل گیری بول رہا ہوں۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”کیپن براون بول رہا ہوں چیف۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کے میک اپ واش کر دیئے گئے ہیں۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”اوکے۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ پاکیشیائی سانس دان ڈاکٹر احسان بھی ہیں۔ انہیں یہ بارہڑی کھول کر اس لئے بھجوایا گیا ہے کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے چہرے دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔“..... کرنل گیری نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو کرنل گیری نے رسیور رکھ دیا۔

”آئیے ڈاکٹر احسان۔“..... کرنل گیری نے اٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے انھوں کھڑے ہو گئے۔ اب ان کے چہرے پر گہرے دکھ کے تاثرات نمایاں تھے۔ شاید ان کے دل میں پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں کوئی امید تھی جواب بالکل ختم ہو گئی تھی اور پھر وہ کرنل گیری کے پیچھے چلتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔



بڑی اور طاقتور جیپ تیز رفتاری سے بلیوائریے کی طرف جانے والی سڑک پر آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیور گ سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا لیکن اس نے کیپن براون کا میک اپ کیا ہوا تھا اور اس کا لباس پہنا ہوا تھا جبکہ باقی ساتھیوں نے بھی کیپن براون کے ساتھیوں کے لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے میک اپ کے ہوئے تھے۔ جولیا اور صاحب بھی مردانہ میک اپ میں تھیں اور انہوں نے بھی کیپن براون کے ساتھیوں کے مردانہ

لباس پہنے ہوئے تھے۔ جیپ کے آخری حصے میں کیپٹن براون اور اس کے پانچ ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان پر عمران نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ایک بیمین میک اپ کر دیا تھا۔

صالح نے جب عمران کو ہوش دلایا تھا تو عمران نے اپنے ساتھیوں کو ہوش دلایا اور پھر انہوں نے باہر برآمدے میں بے ہوش پڑے ہوئے چکا فردا کو اٹھا کر اندر کمرے میں کرسیوں پر ڈالا اور پھر رسیاں تلاش کر کے ان سب کو کرسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ ایک آدمی جو قدر و قامت کے لحاظ سے عمران سے متاثرا تھا اس کی جیب سے ایک کارڈ مل گیا تھا جو اسی سیکورٹی کارڈ پر کارڈ ہولڈر کا نام کیپٹن براون درج تھا اور ساتھ ہی اس کی کمپیوٹر ایڈٹر تصور یہ بھی موجود تھی جبکہ باقی پانچ افراد کے کارڈز پر صرف ان کے نام تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ یہی کیپٹن براون ہی ان سب کا انچارج ہے اور چیف سیکورٹی آفیسر کرٹل گیری کا استھن ہے۔ اس نے اسے ہوش دلایا اور پھر خیبر سے اس کے نتھنے کاٹ کر اور پیشانی پر ضریب لگا کر اس نے کیپٹن براون کا لاشورا پنے کنٹرول میں کیا اور پھر عمران نے اس سے تمام تر تفاصیل معلوم کر لیں۔

کیپٹن براون سے اس نے چیس کے بارے میں تمام تفاصیل معلوم کر لیں اور بلیو ایریا میں لیبارٹریوں اور سیکورٹی کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لیں۔ اس کے بعد اس نے کنٹرول روم کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کیں اور پھر کیپٹن براون کی گروں توڑ کر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے باقی ساتھیوں کو بھی اس نے اسی بے ہوشی کے عالم میں ہی گرد نیں توڑ کر ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد عمران نے خود ہی کرٹل گیری کو فون کر کے کیپٹن براون کی آواز اور لمحے میں بات کی۔ یہ بات وہ پہلے ہی کیپٹن براون سے معلوم کر چکا تھا کہ کرٹل گیری کے پاس واکس چیکر کمپیوٹر نہیں ہے۔ ان کے شاید وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی آدمی دوسروں کی آواز اور لمحے کی اس حد تک بھی نقل کر سکتا ہے کہ اسے پہچانا ہی نہ جائے اس لئے اس نے بڑے اطمینان سے بات کی اور اسے بتایا کہ کس طرح پہلے پاکیشیائی ایجنٹوں کو بے ہوش کیا گیا اور پھر کیسے انہیں ہلاک کیا گیا۔

اس پر کرٹل گیری نے اسے ڈائٹ ہوئے کہا کہ اس نے تو حکم دیا تھا کہ اس کوٹھی کوہی میز انکلوں سے اڑا دیا جائے۔ پھر اس کی حکم عدوی کیوں کی گئی تو عمران نے کیپٹن براون کی بتائی ہوئی تفصیل دو ہر ادی کہ میز انکلوں کی وجہ سے لاشیں بھی ناقابل شناخت ہو جاتیں اور اعلیٰ حکام کو بھی یقین نہ آتا کہ انہوں نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو واقعی ہلاک کر دیا ہے۔ اس تو جیہہ پر کرٹل گیری کا غصہ شنڈا ہو گیا اور اس نے لاشیں بلیو ایریا لانے کا حکم دے دیا۔ البتہ اس نے کہا تھا کہ وہ پہلے گیٹ پر کیس گے جب تک انہیں چیک نہ کر لیا جائے تب تک پھانک نہ کھلے گا اور کیپٹن براون لاشیں سیکورٹی زون کے بلیک روم میں ڈال کر ان کے میک اپ واش کرے گا اور پھر کرٹل گیری کو کال کرے گا۔ یہ ہدایات سننے ہی عمران کے ذہن میں باقاعدہ ایک پلان مرتب ہو گیا اور پھر اس نے کیپٹن شکیل کی معاونت سے اپنے جسموں میں موجود چیس نکال دیں اور کیپٹن براون اور اس کے ساتھیوں کے جسموں میں موجود چیس بھی باہر نکالیں اور اپنی والی چیس ان کے جسموں میں منتقل کرنے کے بعد ان کی چیس اپنے جسموں میں منتقل کر دیں۔ اس کے بعد بس تبدیل کئے گئے اور میک اپ کئے گئے اور اب وہ کیپٹن براون اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو جیپ میں ڈالے ان کے روپ میں موجود تھے۔

”اب ان چیزوں کے ذریعے ہونے والی بات چیت تو نہیں سنی جا سکتی تھی۔“..... صدر نے کہا۔

”نہیں۔ یہ صرف شناخت کرتی ہیں اور ریزاٹک سے بچاتی ہیں۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے یہ سب تو کر لیا لیکن آپ کے ذہن میں پلان کیا ہے۔ ہمیں تو کچھ بتائیں“..... صدر نے کہا۔

”چپس کی وجہ سے ہمیں سیکورٹی آفیسرز سمجھا جائے گا اور اس لحاظ سے ہی شاخہ کی جائے گی جبکہ کیپشن براؤن اور اس کے ساتھیوں کی چپس کی وجہ سے پاکیشیائی ایجنٹوں کے طور پر شاخہ کی جائے گی۔ کیپشن براؤن سے میں نے ایسی کے بارے میں تمام تفصیلات معلوم کر لی تھیں۔ ہم جیپ اندر لے جا کر سیکورٹی زون کے سامنے روکیں گے اور پھر لاشیں اندر ایک بڑے کمرے میں لے جائیں گے۔ اس کمرے کو بلیک روم کہا جاتا ہے اور اس کے بعد مجھے بطور کیپشن براؤن کہا گیا ہے کہ میں پاکیشیائی ایجنٹوں کے میک اپ واش کروں اور اس کے بعد کرنل گیری کو وہاں کال کروں“..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن ہمارا مارک تاؤ ڈاکٹر احسان کو واپس لے جانا ہے۔ اس کا کیا ہو گا“..... جولیا نے کہا جو عقبی سیٹ پر مردانہ لباس پہنے اور مردانہ میک اپ کے بیٹھنی ہوئی تھی۔

”کیپشن براؤن نے بتایا ہے کہ لیبارٹری کو اندر سے ہی اوپن کیا جا سکتا ہے اور جس لیبارٹری میں ڈاکٹر احسان ہیں اس لیبارٹری کا انچارج ڈاکٹر میور ک ہے۔ وہی لیبارٹری کو کھول سکتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ کے ذہن میں کیا پلان ہے“..... صالح نے کہا۔

”فی الحال تو ایسی میں داخل ہو کر وہاں کے کنٹرول روم کو تباہ کرنا ہے۔ کرنل گیری اور سیکورٹی افراد کا خاتمہ۔ اس کے بعد لیبارٹری بھی کھلوالیں گے“..... عمران نے جواب دیا۔

”دوسری لیبارٹری۔ اس کا کیا ہو گا“..... صدر نے کہا۔

”اس سے ہمیں کیا لینا دینا“..... عمران نے جواب دیا۔

”انہوں نے ڈاکٹر احسان کواغوا کیا ہے۔ انہیں اس کی سزا ملنی چاہئے۔ یہ دونوں لیبارٹریاں تباہ کی جائیں گی۔ ساتھ میں گی۔ ساتھ میں گی۔“..... جولیا نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”فی الحال تو تم جتنا غصہ چاہو تو نویر پر نکال سکتی ہو۔ دیکھ سکتی ہو جس طرح اس کا نام نسوانی ہے لیکن وہ مرد ہے اسی طرح تمہارا نام بھی نسوانی ہے لیکن تم اس وقت تنویر کی طرح مرد ہو“..... عمران نے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”جب سارا معاملہ ہی چپس کا تھا تو تم نے خواہ مخواہ اتنا بکھیرا پالا ہے“..... جولیا نے کہا۔

”چپس تو کنٹرول روم کی مشینیں چیک کریں گی اور لوگ تو آنکھوں سے ہی دیکھیں گے“..... عمران نے جواب دیا تو سب نے اثبات میں سرہاد دیئے۔ پھر دور سے انہیں جہازی سائز کا پھانک نظر آنے لگ گیا۔

”اسلئے کا تھیا کہاں رکھا ہے“..... عمران نے سائیڈ سیٹ پر بیٹھے صدر سے پوچھا۔

”عقبی طرف پر اے۔ کیوں“..... صدر نے چونک کر کہا۔

”تم نے اسے اٹھا کر اندر لے جاتا ہے اور جو لیا اور صالح۔ تم دونوں نے پہلے میرے ساتھ اندر جانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی کے توجہ سے دیکھنے سے پہلے تم بلیک روم میں پہنچ جاؤ۔ پھر ہم باقی لاشوں کو اٹھا کر لے جائیں گے۔“..... عمران نے کہا تو جو لیا اور صالح نے اوکے کہہ دیا۔ پھر جیپ جیپ جہازی سائز کے گیٹ کے سامنے روک دی اور پھر جیپ سے ایک ٹرانسمیٹر ٹکال کر اس نے اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کر کے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ کیپشن براؤن کالنگ۔ اور“..... عمران نے کیپشن براؤن کی آواز اور لبھے میں بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔ وہ کنٹرول روم کے انچارج رابرٹ کو کال کر رہا تھا۔ یہ ساری پلاننگ اسے فون پر خود کرتی گیری نے بتائی تھی اور رابرٹ کی فریکونسی وہ پہلے ہی کیپشن براؤن سے معلوم کر چکا تھا کیونکہ ای سٹی کا اصل انچارج وہی تھا۔ تمام مشینی اس کے کنٹرول میں تھی۔

”لیں۔ رابرٹ اندنگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہم جیپ میں سوار گیٹ کے باہر موجود ہیں۔ چھ پا کیشیائی ایجنٹوں کی لاشیں بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اور“..... عمران نے کیپشن براؤن کی آواز اور لبھے میں کہا۔

”اوکے۔ آپ وہیں رکیں میں آپ کو چیک کرلو۔ پھر چیف سے بات ہوگی۔ اس کے بعد میں خود آپ کو کال کروں گا۔ اور اینڈ آل۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیپ کے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ عمران نے یہ ٹرانسمیٹر کیپشن براؤن کی جیپ سے نکالا تھا۔ زیروفا یو ٹرانسمیٹر اس کے سارے ساتھیوں کے پاس تھے اور اب ان پر ان کی اپنی اپنی فریکونسی ایڈجسٹ تھی۔ وہ سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ صالح اور جو لیانے لashوری طور پر اپنے چہرے نیچے کی طرف کئے ہوئے تھے جیسے ان کا خیال ہو کہ ان کی تصاویر بنائی جا رہی ہیں۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو عمران سمیت سب چونک پڑے۔ عمران نے ٹرانسمیٹر اور اس کا بہن آن کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ رابرٹ کالنگ۔ اور“..... رابرٹ کی آواز سنائی دی۔ اس کے لبھے میں موجود اطمینان سن کر عمران کے چہرے پر بھی اطمینان بھری مسکراہٹ رینگنے لگی۔

”لیں۔ کیپشن براؤن اندنگ یو۔ اور“..... عمران نے کیپشن براؤن کی آواز اور لبھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چینگ مکمل ہو گئی ہے اور میں نے کرٹل صاحب کو بھی رپورٹ دے دی ہے۔ انہوں نے لاشوں کو سیکورٹی زون میں لانے کی اجازت دے دی ہے۔ میں گیٹ کھول رہا ہوں۔ آپ اندر آ جائیں۔ اور اینڈ آل۔“..... رابرٹ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے جیپ میں ڈال لیا۔ چند لمحوں بعد جہازی سائز کا پھانٹک آٹو میک انداز میں کھلتا چلا گیا۔ عمران نے جیپ شارت کر کے اسے آگے بڑھایا اور اس کے ساتھ ہی وہ ای سٹی کی حدود میں داخل ہو گئے۔

عمران چونکہ کیپشن براؤن سے لیبارٹریوں، سیکورٹی زون اور ای سٹی کے اندر ورنی سیٹ اپ کے بارے میں تمام تفصیل معلوم کر چکا تھا اس

لئے وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں جیپ دوڑاتا ہوا سیکورٹی زون کی عمارت کی طرف بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ اسے کرنل گیری کے آفس کے بارے میں معلوم تھا حتیٰ کہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ کرنل گیری اور کیپٹن براؤن دونوں کی آفس ساؤنڈ پروف تھے۔ سیکورٹی زون میں اب باقی دوافراد رہ گئے تھے۔ اس کے علاوہ آفس پرمنڈنٹ اور کنٹرول روم میں چار آپریٹر اور ایک انچارج رابرٹ تھا۔

عمران نے سیکورٹی زون کے سامنے جیپ روکی اور پھر دروازہ کھول کر بیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سارے ساتھی بھی بیچے اتر آئے اور پھر عمران انہیں ساتھ لے کر تیزی سے بلیک روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جلد از جلد کسی کی نظر میں آئے بغیر بلیک روم میں پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اسے اصل فکر جو لیا اور صالح کی طرف سے تھی۔ صدر نے اسلیخ کا تھیلا اٹھایا ہوا تھا۔ عمران نے خصوصی طور پر پیرا شوت کپڑے کا تھیلا اصل تھیلے پر چڑھایا ہوا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جو ریز یہاں اسلحہ چیک کرنے کے لئے استعمال کی جا رہی ہیں وہ پیرا شوت کپڑے کو کراس نہیں کر سکتیں۔ بلیک روم میں داخل ہوتے ہی وہاں موجود ایک آدمی نے عمران کو سیلوٹ کیا لیکن عمران نے اس کے سیلوٹ کا جواب دینے کی وجہے بازوں کو بجلی کی تیزی سے گھما یا اور وہ آدمی گروں پر کھڑی تھیلی کی بھر پور ضرب کھا کر چختا ہوا بیچے فرش پر گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

”تم یہیں رکو۔ اب صرف تویر میرے ساتھ آئے گا۔ ہم نے کنٹرول روم پر قبضہ کرنا ہے۔ صدر تھیلا مجھے دو۔“..... عمران نے کہا اور پھر صدر کے ہاتھ سے تھیلا لے کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”تم خیال رکھنا۔ اگر کوئی آجائے تو اس کا فوری خاتمہ کر دینا۔“..... عمران نے کہا تو صدر اور دوسرے ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ تنوری اس کے پیچھے تھا۔ عمران ایک راہداری میں گھومتا ہوا ایک بند دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے زپ کھولی اور اس میں سے ایک مشین پٹل نکال کر تنوری کو دیا اور دوسرا خود لے کر اس نے تھیلے کو کامنہ ہے سے لٹکایا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ چونکہ یہاں کسی غلط آدمی کے آنے کا کوئی تصور ہی نہ تھا اس نے دروازے کو لاک نہ کیا جاتا تھا۔ یہ ایک خاصابدالہ نما کمرہ تھا جس میں چار قد آدم مشینیں موجود تھیں جن کے سامنے سٹولوں پر چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے جبکہ ایک سائیڈ پر شیشے کا بنا ہوا ایک کیپٹن تھا جس میں رابرٹ بیٹھا تھا۔ مشینوں کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد گرد نیں گھما کر حیرت بھری نظر میں سے عمران اور اس کے ساتھ آنے والے تنوری کو دیکھ رہے تھے۔ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا شیشے کے کیپٹن کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو کرسی پر بیٹھا ہوا بلا پتلا رابرٹ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کیپٹن براؤن آپ اور یہاں۔“..... رابرٹ نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”باہر چلو۔“..... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کا بازوں کپڑا اور اسے اپنے ساتھ ایک طرح سے گھینٹا ہوا کیپٹن سے باہر لے آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دوسرا ہاتھ جیپ سے باہر آ گیا۔

”ازاد و سب کچھ۔“..... عمران نے رابرٹ کو سامنے کی طرف دھکلتے ہوئے تنوری سے کہا تو دوسرے لمحے کمرہ انسانی چیزوں اور مشینزی کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔ عمران مزکر شیشے کے کیپٹن کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے دروازے میں رک کر ہاتھ میں کپڑے ہوئے مشین پٹل کا رخ کنٹرولنگ مشین کی طرف کیا اور ٹریگرڈ بادیا۔ دوسرے لمحے دھماکوں اور چھنا کوں سے کیپٹن گونج اٹھا۔ مشینزی کے پرخچے اڑ گئے۔ عمران کے ساتھ

موجود رابرٹ سمیت تمام افراد اور مشینری، تنویر مکمل طور پر تباہ کر چکا تھا۔

”آؤ۔ اب اس کرنل گیری کو کور کریں۔ یہ خطرہ تو ختم ہوا“..... عمران نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر بلیک روم میں پہنچ گئے۔

”مشینری تو تباہ کرو دی ہے۔ اب کرنل گیری یہاں پہنچ جائے تو پھر تم سب اسلحے کر باہر جانا اور جو نظر آئے اڑا دینا“..... عمران نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران نے ایک سائیڈ پرپٹرے ہوئے فون کار سیور اٹھایا اور نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیئے۔

”لیں۔ کرنل گیری بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے کرنل گیری کی آواز سنائی دی۔

”کیپٹن براؤن بول رہا ہوں چیف۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کے میک اپ واش کر دیئے گئے ہیں“..... عمران نے کیپٹن براؤن کی آواز اور لجھ میں کہا۔

”اوکے۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے ساتھ پاکیشیائی سائنس و ان ڈاکٹر احسان بھی ہیں۔ انہیں یہاں بھجوایا گیا ہے کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے چہرے دیکھنے کے خواہش مند ہیں“..... کرنل گیری کی آواز سنائی دی تو عمران کا چہرہ یکخت کھل اٹھا۔ یہ تو اس کے خواب میں بھی نہ تھا کہ ڈاکٹر احسان اس طرح باہر انہیں مل جائیں گے۔

”ٹھیک ہے سر“..... عمران نے کیپٹن براؤن کے لجھ میں کہا تو دوسری طرف سے رسیور کھو دیا گیا۔

”واقعی۔ جب اللہ تعالیٰ رحمت کرے تو سب کچھ ممکن ہو جاتا ہے“..... عمران نے رسیور کھو کر سرت بھرے لجھ میں کہا تو سب چونک پڑے۔

”کیا ہوا عمران صاحب“..... صدر نے اس بار عمران کا نام لیتے ہوئے کہا کیونکہ اب چینگ مشینری تو تباہ ہو چکی تھی۔

”ڈاکٹر احسان بھی کرنل گیری کے ساتھ یہاں آ رہے ہیں“..... عمران نے کہا تو سب کے چہروں پر حیرت کے نثارات اکھر آئے۔

”یہاں کیوں“..... تقریباً سب نے ہی حیرت بھرے لجھ میں کہا۔

”بقول کرنل گیری۔ انہیں یہاں بھجوایا گیا ہے کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے چہرے دیکھنے کے خواہش مند تھے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ کرنل گیری وہاں کنشروں روم میں نہ پہنچ جائے“..... کیپٹن شکلیل نے کہا۔

”ساوئنڈ پروف کروں کا یہی تو نقصان ہوتا ہے کہ باہر جو بھی قیامت آتی رہے اندر کمرے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کنشروں روم بھی ساوئنڈ پروف تھا اور کرنل گیری کا آفس بھی ساوئنڈ پروف۔ اس کے تصور میں بھی نہ ہوگا کہ اصل صورت حال کیا ہے ورنہ وہ ڈاکٹر احسان کو اطمینان سے اس طرح ساتھ لئے یہاں نہ آتا“..... عمران نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔



کرٹل گیری، ڈاکٹر احسان کے ساتھ بیک روم کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک سائیڈ سے کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی تو کرٹل گیری اور ڈاکٹر احسان دونوں بے اختیار ٹھیٹھک کر کر گئے۔ کرٹل گیری نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے مشین پٹھل نکال لیا۔ دوسرے لمحے سائیڈ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا اس طرف آیا۔ اس کے چہرے پرو حشمت نمایاں تھی۔

”سر۔ سر۔ وہ۔ وہ۔ وہ۔ ہلاک کر دیجے گئے ہیں سر“..... اس آدمی نے کرٹل گیری کو دیکھ کر رو حشمت بھرے انداز میں کہا۔

”کیا ہوا ہے گورنی۔ اٹھیناں سے بتاؤ۔ کون ہلاک ہوا ہے۔ کیا ہوا ہے“..... کرٹل گیری نے ہونٹ چھاتے ہوئے کہا۔

”سر۔ سر۔ کنشروں روم کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے۔ رابرٹ اور اس کے سارے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ جناب۔ جناب تمام مشینری تباہ کر دی گئی ہے جناب“..... گورنی نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لمحے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے کرٹل گیری کو سیلوٹ کیا۔ شاید اسے اب یاد آیا تھا کہ کرٹل گیری کو سیلوٹ بھی کرنا تھا۔

”یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے“..... کرٹل گیری نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

”آئیں جناب۔ آئیں دیکھیں جناب۔ میں رابرٹ سے ملنے گیا تھا جناب“..... گورنی نے کہا۔

”تم ڈاکٹر احسان کے ساتھ ہیں رکو۔ میں خود دیکھ کر آتا ہوں۔ انہیں کہیں جانے نہ دینا“..... کرٹل گیری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھ گیا جو ہر سے گورنی آیا تھا۔

”تمہارا تعلق یکورٹی سے ہے“..... ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔ وہ بے حد حیران ہو رہے تھے کہ ایسا کون کر سکتا ہے کیونکہ پاکیشیانی کی تو لاشیں یہاں آئی ہیں۔

”ہاں“..... گورنی نے مختصر سا جواب دیا۔

”ایسا کون کر سکتا ہے۔ یہاں کوئی دشمن تو موجود نہیں ہے“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ کرٹل صاحب کو معلوم ہو گا“..... گورنی نے جواب دیا اور پھر چند منٹ بعد ایک بار پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور چند لمحوں بعد کرٹل گیری دوڑتا ہوا اپس آیا تو اس کی حالت گورنی سے بھی زیادہ خراب ہو رہی تھی۔

”وہ۔ وہ سب ہلاک کر دیجے گئے۔ تمام مشینری تباہ کر دی گئی۔ اوه۔ اوه۔ اس کا مطلب ہے کہ بیک روم میں دشمن موجود ہیں۔ دشمن آگئے ہیں۔“ سنو۔ اس ڈاکٹر کو لے جا کر میرے آفس میں بند کر کے باہر سے تالاگا دا اور میگزین روم سے سائنیڈ سموک بم اٹھا لو۔ جلدی۔ فوراً“..... کرٹل گیری نے چیختے ہوئے کہا تو گورنی نے ڈاکٹر احسان کا بازو پکڑا اور جس طرح کسی بچے کو گھسیتا جاتا ہے اس طرح گھسیتا ہوا اپس اس راہداری میں لے گیا جہاں سے ڈاکٹر احسان، کرٹل گیری کے ساتھ آیا تھا۔ ڈاکٹر احسان نے مراحت کرنے کی کوشش کی لیکن ایک تو وہ فیلڈ کے آدمی نہ تھے دوسرا گورنی بہر حال ان سے طاقتور اور تربیت یافتہ آدمی تھا اس لئے ڈاکٹر احسان کی مراحت کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ انہیں گھسیتا اور ایک لحاظ سے دوڑتا ہوا اپس آفس پہنچ گیا۔ اس نے آفس کا دروازہ کھول کر ڈاکٹر احسان کو ایک جھٹکے سے اندر دھکیلا اور دروازہ بند کر کے باہر سے لاک کر دیا۔ ڈاکٹر احسان جھکتا گئے سے نیچے گرے لیکن پھر فوراً ہی اٹھ کر

دروازے کی طرف لپکے لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔ چند گھوں تک وہ دروازے پر دستک دیتے رہے لیکن پھر ان کی سمجھ میں بات آگئی کہ اگر انہوں نے انہیں کھولنا ہوتا تو یہاں قید ہی کیوں کرتے۔ سانائیڈ سموک بم کا وہ سن چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ بلیک روم میں جو بھی ہیں وہ ان کا فوری خاتمہ ہو جائے کیونکہ سانائیڈ زہر دنیا کا سب سے خطرناک زہر سمجھا جاتا ہے اور اس کا شکار کسی صورت نہیں نجی سکتا اور یہ بات بھی ان کی سمجھ میں آگئی تھی کہ لاشیں پا کیشیاں اینٹوں کی نہیں تھی بلکہ سیکورٹی کے افراد ہلاک ہوئے تھے اور پا کیشیاں اینٹ ان کا روپ دھار کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔

”مجھے انہیں بچانا ہوگا۔ یہ میرے لئے آئے ہیں۔ مجھے انہیں بچانا ہوگا“..... ڈاکٹر احسان نے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے کی ایک سانائیڈ پر موجود کھڑکی کی طرف بڑھ گئے۔ کھڑکی پر پردے موجود تھے۔ انہوں نے پردے ہٹانے تو ان کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ کھڑکی بہر حال اتنی بڑی تھی کہ وہ آسانی سے اس میں سے گزر سکتے تھے۔ انہوں نے ایک کری اٹھا کر کھڑکی کے قریب رکھی اور پھر اس پر چڑھ کر انہوں نے کھڑکی کو کھولا اور کھڑکی پر چڑھ کر دوسرا طرف کو دیکھا۔ لیکن شاید اونچائی زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ پوری طرح سنجھل نہ سکے اور نیچے منہ کے بدال گر گئے۔ ان کے منہ سے بے اختیار ہلکی سی چیخ نکلی لیکن جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ وہ اٹھ کر کھڑکے ہو گئے۔ اس وقت وہ ایک برآمدے میں موجود تھے۔ وہ تیزی سے دائیں طرف کو بڑھنے لگے تھے کہ ان کے کانوں میں کرٹل گیری کے چینخنے کی آواز سنائی دی۔ آواز کافی دور سے آرہی تھی لیکن صاف نہیں دے رہی تھی۔

”احمق آدمی۔ تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں کھلواتا ہوں سیکشن“..... کرٹل گیری چیخ کر کہہ رہا تھا۔ پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز ایک سانائیڈ پر جا کر آہستہ ہوتے ہوئے غائب ہو گئی تو ڈاکٹر احسان آگے کی طرف بڑھے لیکن انہیں بلیک روم کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا اس لئے انہوں نے سوچا کہ وہ یہیں رک جائیں اور کرٹل گیری اور اس گورنی کے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھیں لیکن پھر انہوں نے یہ آئیڈیا ڈریپ کر دیا کیونکہ انہیں خیال آیا تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ آفس سے باہر آگئے ہیں تو وہ انہیں گولی مار دیں گے۔ بھی سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ پھر ان کے کانوں میں کرٹل گیری کی آواز پڑی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جلدی آؤ۔ ہم نے ان سب کا خاتمہ کرنا ہے تو ڈاکٹر احسان نے آواز کی سمت میں آگے بڑھنا شروع کر دیا اور پھر اچانک انہیں ایک چوڑے ستون کی اوت میں ہونا پڑا کیونکہ کرٹل گیری اور گورنی دونوں ایک سانائیڈ سے نکل کر اس طرف کوئی آرہے تھے جہاں ڈاکٹر احسان موجود تھا۔ ڈاکٹر احسان چوڑے ستون کے پیچھے ہونے کی وجہ سے ان کی نظر وہ میں نہ آئے تھے اور وہ دونوں آگے بڑھتے چل گئے۔ کرٹل گیری کے ہاتھ میں ایک چوڑی نال کا پستل پکڑا ہوا تھا جس کا رنگ گہرا سرخ تھا اور وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کے آگے بڑھ جانے کے بعد ڈاکٹر احسان بھی ان کے پیچھے چل پڑے لیکن وہ اپنی طرف سے پوری احتیاط کر رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا ذہن بری طرح گھبرا رہا تھا۔ اول تو ان کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا اور دوسرا یہ کہ وہ اسلحہ چلانا جانتے ہی نہیں تھے۔ نہ کبھی انہیں یہ خیال آیا تھا کہ انہیں کبھی اسلحہ چلانا پڑے گا جبکہ کرٹل گیری اور گورنی دونوں تربیت یافتہ تھے۔

”سر۔ اس سانائیڈ سموک پستل کو استعمال کرنا آپ کے لئے اور میرے لئے خطرناک ہوگا“..... ڈاکٹر احسان کے کانوں میں گورنی کی آواز پڑی۔

”میں دروازہ کھول کر اسے فائر کر کے دروازہ بند کر دوں گا اور پھر ہم پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اندر موجود شمن پلک جھپکنے میں ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں“..... کرنل گیری کی آواز سنائی دی۔

”لیں سر“..... گورنی نے جواب دیا۔ ڈاکٹر احسان ساتھ ساتھ ستونوں کی اوٹ لیتے ہوئے چل رہے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر ان کے چلنے کی آوازان کے کافیوں میں پڑ گئی یا انہوں نے ویسے ہی پیچھے مرکر کر کیا تو یقیناً وہ اسے گولی مار دیں گے لیکن ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ ان دونوں کو کیسے روکا جائے۔ ان کے پاس کوئی تھیار تھا اور نہ ہی وہ ان سے لڑ سکتے تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر انہیں روکا نہ گیا تو سانائیدھ گیس کے فائر سے سب کو ہلاک کر دیں گے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک انہوں نے سامنے بند دروازے پر کرنل گیری اور گورنی کو رکھتے ہوئے دیکھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر اندر جاتے ڈاکٹر احسان کے ذہن پر ایک تصور ابھر آیا کہ انہیں رہا کرانے کے لئے یہاں تک آنے والے سانائیدھ گیس سے زمین پر پڑے تڑپ رہے ہیں۔ کراہ رہے ہیں تو ان کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور یہ چیخ سننے ہی کرنل گیری اور گورنی دونوں بے اختیار پیچھے کی طرف مڑے۔

”رُک جاؤ۔ مت مارو۔ رُک جاؤ“..... ڈاکٹر احسان نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ان کی طرف دوڑ پڑے۔

”گورنی۔ اسے سنبھالو۔ یہ پاگل ہو گیا ہے“..... کرنل گیری نے چیختے ہوئے کہا اور بجلی کی سی تیزی سے ان کی طرف بڑھا لیکن ڈاکٹر احسان کے ذہن میں تو وہ سرخ رنگ کی چوڑی نال والا پسل گھوم رہا تھا جو کرنل گیری کے ہاتھ میں تھا۔ ڈاکٹر احسان لیکھت مڑے اور پھر جیسے ہی گورنی ان کے جسم کے قریب سے آگے کی طرف گیا تو وہ ایک بار پھر مڑے اور انہوں نے کرنل گیری کے اس ہاتھ پر جھپٹنا مارا جس ہاتھ میں اس نے گیس پسل کپڑا ہوا تھا۔ ان کے اچانک جھپٹنے سے گیس پسل کرنل گیری کے ہاتھ سے نکل کر بند دروازے سے نکلا اور پھر نیچے گر پڑا۔

”تم۔ تمہاری یہ جرأت“..... کرنل گیری نے چیختے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈاکٹر احسان سنبھلتے اس کا بازو حرکت میں آیا اور ڈاکٹر احسان چیختے ہوئے اچھل کر نیچے گرے ہی تھے کہ اسی لمحے گورنی کی لات گھومی اور پسلیوں پر زور دار ضرب کھا کر ڈاکٹر احسان کے حلق سے انتہائی کر بنا کر چیخ نکلی اور اس کے ساتھ انہیں محسوس ہوا کہ سانس پھر کی طرح ان کے گلے میں پھنس گیا ہوا اور اس کے ساتھ ہی ان کے ذہن پر تاریکی کی چادر پھیلتی چلی گئی اور سب کچھ اس تاریکی میں غائب ہوتا چلا گیا۔



عمران اپنے ساتھیوں سمیت بلیک روم میں موجود تھا اور کرنل گیری اور ڈاکٹر احسان کے آنے کا انتظار کر رہا تھا اور جب اسے فون کے کافی دری ہو گئی اور یہ دونوں نہ آئے تو اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔

”میرا خیال ہے کہ میں جا کر چیک کروں کہ یہ لوگ کیوں نہیں آئے“..... عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ نارمل رہیں۔ آپ بہر حال اس کے استثنت ہیں۔ باس نہیں ہیں“..... صدر نے کہا تو عمران نے بے اختیار

مکراتے ہوئے اثبات میں سرہلا دیا۔

”ایک تو یہاں کا یہ کمرہ ساؤنڈ پروف بنا لیا گیا ہے ورنہ کم از کم قدموں کی آواز تو سن لیتے“..... چند لمحوں بعد عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا تو اس بار صدر جواس کے پاس کھڑا تھا، بے اختیار نہیں پڑا۔

”اپنی ساؤنڈ پروف کروں کی وجہ سے تو ہمیں ابھی تک چیک نہیں کیا جاسکتا ورنہ کنٹرول روم کے خاتمے کے بعد ہم یہاں اس طرح اطمینان سے نہ کھڑے ہوتے“..... صدر نے جواب دیا لیکن دوسرے لمحے جب دروازے پر کسی چیز کے لکرانے کی بلکل سی آواز سنائی دی تو وہ دونوں بے اختیار چونک پڑے۔ وہ دونوں چونکہ بند دروازے کے قریب کھڑے تھے اس لئے یہ بلکل سی آوازان کے کافیوں تک پہنچ گئی۔ عمران تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اس کے کافیوں میں انسانی چیخ کی آواز پڑی تو اس نے جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور پھر ایک لمحے کے ہزاروں ہسے میں اس نے سامنے ہونے والے منظر کو سمجھ لیا۔ ایک آدمی نیچے گرا ہوا تھا اور دو آدمی اسے بری طرح مار رہے تھے اور دروازے کی دبیز کے ساتھ ہی سرخ رنگ کا چوڑی نال والا پسل پڑا ہوا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی دونوں آدمی تیزی سے دروازے کی طرف مڑے اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی نے جیب سے مشین پسل نکال لیا۔

”تم پاکیشائی ایجنت ہو۔ پاکیشائی ایجنت“..... اس آدمی نے چیختہ ہوئے مشین پسل کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے چیخ کر کہا تو عمران اس کی آواز سے ہی پیچاں گیا کہ یہ کرٹل گیری ہے۔ عمران نے یکخت غوطہ مارا اور مشین پسل سے نکلنے والی گولیاں اس کے پہلو سے نکلتی چلی گئیں اور صدر کی چیخ عمران کو اپنے عقب میں سنائی دی تو عمران کا جسم یکخت مچھلی کی طرح ترپا اور دوسرے لمحے کرٹل گیری چیختا ہوا چھل کر پشت کے بل جا گرا۔ صدر کی چیخ سن کر اس کی انگلی ٹریگر پر رکی تھی۔ اس طرح فائرنگ میں معمولی ساؤفے آ گیا تھا اور عمران نے اس وقت سے فائدہ اٹھایا اور وہ کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا سامنے موجود کرٹل گیری سے جا ٹکرایا تھا۔ نیچے گرتے ہی عمران نے اٹی فلا بازی کھاتی اور دوسرے لمحے اپنے اوپر حملہ آور دوسرے آدمی کے سینے میں دونوں ٹانگوں کی بھر پور ضرب لگائی اور چیختا ہوا الٹ کر پشت کے بل نیچے جا گرا جبکہ کرٹل گیری بھی اس دوران انھوں کر کھڑا ہوا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر عمران پر حملہ کرتا وہ یکخت چیختا ہوا ایک دھماکے سے سائیڈ دیوار سے ٹکرا کر نیچے جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے انھنے کی کوشش کی لیکن پھر ساکت ہو گیا جبکہ دوسرے آدمی نے انھوں کر عمران پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی تنوری کی لاست کی زد میں آ کر چیختا ہوا اچھل کر چند فٹ دور جا گرا۔ اسی لمحے تنوری نے جیب سے مشین پسل نکال لیا۔

”فائرنگ نہ کرنا“..... عمران نے چیخ کر کہا تو تنوری نے جھلائے ہوئے انداز میں مشین پسل واپس جیب میں ڈال لیا۔ دوسرا آدمی تنوری کی لاست کھا کر عمران کے قریب جا گرا تھا جبکہ عمران اس وقت انھوں کھڑا ہوا تھا۔ عمران نے تنوری کو فائرنگ سے منع کرتے ہوئے خود ایک بار پھر انھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس دوسرے آدمی کو جھک کر گردن سے پکڑا اور دوسرے لمحے وہ آدمی چیختا ہوا پوری قوت سے دروازے کی سائیڈ دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس باروہ آدمی نیچے گرا اور کھڑا ہی بنا پڑا تھا۔

”صدر کو چیک کرو“..... عمران نے تیزی سے اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جسے کرٹل گیری اور اس کا ساتھی مل کر مار رہے تھے۔ وہ

جلیبی کے انداز میں فرش پر ساکت پڑا ہوا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر اسے سیدھا کیا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ وہ ڈاکٹر احسان تھے۔ وہی ڈاکٹر احسان جن کی رہائی کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ عمران انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ اس نے ان کی پرنسپل فائل دیکھ رکھی تھی جس میں ان کی تصویر بھی موجود تھی۔ عمران نے تیزی سے جھک کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے چہرے پر شدید بے چینی نمایاں تھی لیکن دوسرے لمحے اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے کیونکہ ڈاکٹر احسان نہ صرف زندہ تھے بلکہ زیادہ شدید زخمی بھی نہ تھے۔

”یہ کون ہے؟..... تو نوری نے قریب آ کر پوچھا۔

”ڈاکٹر احسان“..... عمران نے جھک کر ڈاکٹر احسان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں بلیک روم میں لے آیا۔ یہاں کیپشن ٹکلیل فرش پر لیتے ہوئے صدر کے باہمیں سینے کی ڈریننگ کرنے میں مصروف تھا۔

”کیا ہوا ہے صدر کو؟“..... عمران نے ڈاکٹر احسان کو فرش پر لٹاتے ہوئے کہا۔

”گولی گلی ہے لیکن وہ گوشت کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہے لیکن باوجود کوشش کے خون نہیں رک رہا۔“..... کیپشن ٹکلیل نے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو ہمیں میڈیکل بس تلاش کرنا ہوگا۔“..... عمران نے کہا۔ اسی لمحے تو نوری، کرٹل گیری کو اٹھائے اندر داخل ہو رہا تھا۔

”میں تلاش کر کے لاتی ہوں میڈیکل بس“..... جو لیا نے کہا۔

”تم دونوں نوری کو ساتھ لے کر جاؤ اور سب سے پہلے سیکورٹی زون میں جاؤ اور وہاں جو بھی زندہ آدمی بچا ہوا سے ہلاک کر دو۔ پھر میڈیکل بس تلاش کر کے لے آؤ۔“..... عمران نے کہا تو جو لیا اور صالح دونوں مردانہ روپ میں تھیں، تیزی سے دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں۔ تو نوری بھی کرٹل گیری کو وہیں فرش پر ڈال کر ان کے پیچھے باہر چلا گیا۔ عمران نے باہر جا کر کرٹل گیری کے ساتھی کو اٹھایا اور پھر اسے اندر لا کر اس نے دروازہ بند کر دیا لیکن اسے لاک نہ کیا۔ کرٹل گیری کے ساتھی کو فرش پر ڈال دیا اور پھر وہ ایک طرف پڑی ہوئی بڑی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اسے الماری کے ایک خانے میں پانی کی بوتلیں اور دوسرے خانوں میں ٹارچنگ کے انتہائی جدید ترین آلات پڑے نظر آئے تھے۔ عمران نے پانی کی دو بوتلیں اٹھائیں اور یہ دونوں بوتلیں صدر کے ساتھ رکھ کر اس نے ایک بوتل کا ڈھلن کھولا اور پھر کیپشن ٹکلیل کے ساتھ مل کر اس نے صدر کا زخم پانی سے دھونا شروع کر دیا اور پھر اس وقت ان دونوں کے چہروں پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے جب صدر کا تیزی سے بہتا ہوا خون مزید بہنے سے رک گیا تھا۔ عمران نے اپنی قمیض کا پینٹ سے باہر نکلا ہوا حصہ پھاڑا اور پھر اس کو تہہ کر کے اس نے صدر کے زخم پر رکھ کر وہ پٹی باندھ دی جو کیپشن ٹکلیل نے اپنی قمیض پھاڑ کر پہلے ہی بنائی تھی اور پھر عمران پانی کی دوسری بوتل اٹھائے ڈاکٹر احسان کی طرف بڑھ گیا۔

”کیا یہی ڈاکٹر احسان ہیں عمران صاحب؟“..... کیپشن ٹکلیل نے کہا۔

”ہا۔ میں اگر چند لمحے مزید دروازہ نہ کھولتا تو یہ لوگ شاید ڈاکٹر احسان کو ختم کر دیتے۔ عمران پانی کی بوتل ڈاکٹر احسان کے قریب رکھ کر خود بھی ان کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے ایک بار پھر ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر اس نے پانی کی بوتل کھولی اور ایک ہاتھ سے ڈاکٹر احسان کے جبڑے بھینچ کر اس نے پانی کی بوتل کا دہانہ ڈاکٹر احسان کے لبوں سے لگا دیا۔ جب دو تین پانی کے گھونٹ ڈاکٹر احسان کے حلق سے

نیچے اتر گئے تو عمران نے بوتل سائیڈ پر رکھ کر ڈاکٹر احسان کے منہ سے ہاتھ ہٹا کر ایک بار پھر ڈاکٹر احسان کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ چند لمحوں تک چینگ کے بعد اس نے اطمینان کا بھرپور سنس لیا کیونکہ اب ڈاکٹر احسان کی حالت خطرے سے باہر ہو چکی تھی۔ البتہ انہیں ہوش میڈ یکل ٹریننگ کے بعد ہی آسکتا تھا۔

”کیپشن ٹکلیل۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو گیا ہے۔ صدر اور ڈاکٹر احسان دوں کی حالت اب اطمینان بخش ہے۔ تم اب یہاں سے رسی کا بندل تلاش کر کے لا اوتا کہ کرٹل گیری اور اس کے ساتھی کو رسیوں سے باندھ دیا جائے۔ یہ بھی جلدی ہوش میں آ سکتے ہیں“..... عمران نے کہا تو کیپشن ٹکلیل کے اثبات میں سرہلانے پر وہ دوبارہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا تھا کہ دروازے کے باہر جاتے ہوئے اس کی نظروں میں دروازے کی دہنیز کے پاس پڑا ہوا سرخ رنگ کا ایک پسل اس نے دیکھا تھا لیکن اس وقت اس کی طرف توجہ کرنے کا وقت ہی نہ تھا اس لئے وہ عمران کے ذہن سے اتر گیا تھا اور اب اسے اچانک اس کا خیال آیا تھا۔ عمران نے دروازہ کھولا تو پسل ویسے ہی دہنیز کے قریب پڑا تھا۔ تنویر، جولیا اور صالح نے بھی شاید اسے نہ دیکھا تھا۔ عمران نے جھک کر پسل اٹھایا تو وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو سانائیڈ گیس پسل ہے۔ ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی خاص چکر چلا ہے جس کی وجہ سے کرٹل گیری یہ پسل اٹھائے بلیک روم آ رہا تھا۔ ویری بیڈ“..... عمران نے کہا اور واپس مرنے ہی لگا تھا کہ اسے قدموں کی آواز سنائی دی تو وہ ویس رک گیا۔ چند لمحوں بعد جولیا، صالح اور تنویر واپس آ رہے تھے۔

”سیکورٹی زون میں دو آدمی بچے تھے۔ ان میں سے ایک سویا ہوا تھا جبکہ دوسرا نئے میں وہست پڑا ہوا تھا۔ دوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے“..... جولیا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سرہلانا۔

”یہ کیا ہے تمہارے ہاتھوں میں“..... تنویر نے چونک کر کہا۔

”یہ سانائیڈ گیس پسل ہے۔ یہ کرٹل گیری لے کر آ رہا ہو گا“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ مگر اسے کیسے ہم پر شک پڑا؟“..... جولیا نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”اب وہ ہوش میں آئے گا تو پتہ چلے گا“..... عمران نے جواب دیا تو سب نے اثبات میں سرہلانے۔

☆.....☆.....☆

ڈاکٹر میورک اپنے آفس میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی نجاحی تو انہوں نے فائل سے نظریں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ ڈاکٹر میورک بول رہا ہوں“..... ڈاکٹر میورک نے سپاٹ لمحے میں کہا۔

”ڈاکٹر فریدرک بول رہا ہوں۔ سینٹ لیبارٹری سے“..... دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی تو ڈاکٹر میورک بے اختیار چونک پڑے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ای سٹی میں دو لیبارٹریاں ہیں جن میں سے ایک لیبارٹری جس کے وہ خود انچارج تھے اسے فرست لیبارٹری کہا جاتا تھا

اور دوسری لیبارٹری جس کے انچارج ڈاکٹر فریڈرک تھے اسے سینڈ لیبارٹری کہا جاتا تھا لیکن چونکہ دونوں لیبارٹریوں کا اور رنگ فیلڈ آیک دوسرے سے یکسر مختلف تھا اس لئے دونوں کے درمیان رابطہ شاذ و نادرتی ہوتا تھا۔ فرست لیبارٹری میں میزائل پر کام ہوتا تھا جبکہ سینڈ لیبارٹری سائنس کے دیگر موضوعات اور فیلڈ میں کام کرتی تھی۔ البتہ دونوں لیبارٹریوں کا سیکورٹی زون مشترک تھا۔

”لیں۔ ڈاکٹر فریڈرک۔ کیسے یاد کیا ہے؟“..... ڈاکٹر میورک نے اس بار قدرے نرم لجھے میں کہا۔

”ڈاکٹر میورک۔ کیا سیکورٹی زون میں کوئی خاص حالات درپیش ہیں؟“..... دوسری طرف سے کہا گیا تو ڈاکٹر میورک چونک پڑے۔

”خاص حالات۔ ہا۔ ای سٹی میں حملہ کرنے اور فرست لیبارٹری سے پاکیشیائی سائنس دان ڈاکٹر احسان کو واپس لے جانے کے لئے پاکیشیائی ایجنسٹ پر ایک میں گھیر لیا اور پھر انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کی لاشیں ای سٹی کے سیکورٹی زون میں لائی گئیں۔ ڈاکٹر احسان چونکہ ان پاکیشیائی ایجنسٹوں کی لاشوں کے چہرے دیکھنا چاہتے تھے اس لئے میں نے انہیں وہاں بھجوادیا۔ اگر آپ خاص حالات کہہ سکتے ہیں تو یہ حالات ہیں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“..... ڈاکٹر میورک نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ تو حالات ایسے نہیں کہ کوئی وہاں فون ہی ائندہ نہیں کر رہا۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ کنٹرول روم کا انچارج رابرٹ میر ارشتہ دار ہے۔

میں نے ایک ذاتی کام کے لئے فون کیا تو وہاں کوئی فون ہی ائندہ نہیں کر رہا۔ میں بڑا پریشان ہوا کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا۔ اگر رابرٹ وہاں نہ ہوتا تو وہاں اور بھی لوگ موجود تھے۔ وہ فون ائندہ کر سکتے تھے۔ پھر میں نے کہل گیری کوفون کیا لیکن وہاں بھی فون ائندہ نہیں کیا گیا اس لئے میں نے آپ کو فون کیا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“..... ڈاکٹر فریڈرک نے کہا۔

”ایسا تو واقعی نہیں ہونا چاہئے۔ میں خود کوشش کرتا ہوں اور اگر فون ائندہ ہوا تو میں انہیں کہہ دوں گا کہ وہ آپ سے رابطہ کریں اور اگر نہ ہوا تو میں ایک آدمی بھیج کر معلومات حاصل کرتا ہوں اور پھر میں خود آپ کوفون کروں گا۔“..... ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”اوے۔ تھینک یو ڈاکٹر۔“..... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ڈاکٹر میورک نے کریڈل دبایا اور پھر ٹوں آنے پر اس نے تیزی سے کہل گیری کے نمبر پر لیں کرنے شروع کر دیے لیکن کافی دریک گھنٹی بجھنے کی آواز سنائی دیتی رہی لیکن کسی نے فون ائندہ نہ کیا تو انہوں نے ایک بار پھر کریڈل دبایا اور ٹوں آنے پر کنٹرول روم کے نمبر پر لیں کر دیے لیکن یہاں بھی گھنٹی بجھتی رہی اور کسی نے فون ائندہ نہ کیا تو ڈاکٹر میورک کے چہرے پر پریشانی اور لمحن کے تاثرات ابھر آئے۔ انہوں نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔ کہیں بھی فون ائندہ نہیں کیا جا رہا۔“..... ڈاکٹر میورک نے بڑا بڑا تھے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے انٹر کام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین نمبر پر لیں کر دیے۔

”لیں سر۔ ہیگر ڈیول رہا ہوں سر۔“..... دوسری طرف ایک مردانہ اور موبد بانہ آواز سنائی دی۔

”میرے آفس میں آ جاؤ۔“..... ڈاکٹر میورک نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ہیگر ڈاکٹر دا خل ہوا۔ یہ وہی ہیگر ڈاکٹر جو ڈاکٹر احسان کو کہل گیری کے آفس میں چھوڑ آیا تھا۔

”ہمیگر ڈ۔ تم نے ڈاکٹر احسان کو کہاں چھوڑا تھا“..... ڈاکٹر میورک نے پوچھا۔

”کرل گیری کے آفس میں سر“..... ہمیگر ڈ نے جواب دیا۔

”لیکن اب نہ کنٹرول روم میں کوئی فون انند کر رہا ہے اور نہ ہی کرل گیری فون انند کر رہا ہے۔ تم وہاں جاؤ اور کرل گیری کو تلاش کر کے انہیں کہو کہ وہ مجھ سے فون پر بات کریں“..... ڈاکٹر میورک نے کہا اور ساتھ ہی دروازہ ہکھوں کر لیا بارہ مری اوپن کرنے والا آںکھ کر انہوں نے ہمیگر ڈ کی طرف بڑھا دیا۔

”لیں سر“..... ہمیگر ڈ نے آله لیتے ہوئے کہا اور سلام کر کے واپس مڑ گیا۔ اس کے عقب میں دروازہ بند ہونے پر ڈاکٹر میورک نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور ایک بار پھر سامنے رکھی ہوئی فائل پر جھک گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ڈاکٹر میورک نے فائل سے سر اٹھایا اور با تھہ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”لیں۔ ڈاکٹر میورک بول رہا ہوں“..... ڈاکٹر میورک نے کہا۔

”سر۔ سر۔ ہمیگر ڈ بول رہا ہوں سر۔ کرل گیری غائب ہیں سر۔ ان کا آفس خالی پڑا ہے سر اور میں کنٹرول روم میں بھی گیا ہوں سر۔ وہاں قتل عام ہوا پڑا ہے۔ تمام مشینری تباہ کر دی گئی ہے سر۔ رابرٹ اور اس کے چاروں ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے سر“..... ہمیگر ڈ نے انہیاں متوجہ لجھ میں کہا تو ڈاکٹر میورک بے اختیار اچھل پڑے۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نشے میں ہو۔ کیا بکواس کر رہے ہو ناسہ۔ یہ سب کیسے ممکن ہے“..... ڈاکٹر میورک نے حلق کے مل چھتے ہوئے کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں سر۔ میں اس وقت کنٹرول روم سے ہی آپ کو فون کر رہا ہوں“..... ہمیگر ڈ نے جواب دیا۔

”ویری بیڈ۔ لیکن کرل گیری اور ان کے آدمی کہاں ہیں۔ یہ سب کس نے کیا ہے۔ کیا لاشوں نے یہ سب کیا ہے۔ یہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے“..... ڈاکٹر میورک نے چیختنے ہوئے لجھ میں کہا۔

”نہ کرل گیری نظر آ رہے ہیں اور ہی ان کا کوئی اور آدمی“..... ہمیگر ڈ نے کہا۔

”تم نے وہ جگد دیکھی ہے جہاں لاشیں لائی گئی تھیں اور ڈاکٹر احسان انہیں دیکھنے گئے تھے“..... ڈاکٹر میورک نے اپنے آپ کو سنجاتے ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے بلیک روم سر۔ وہ تو بالکل سائیڈ پر ہے۔ اس کے سامنے سے ہی گزر رہا ہوں سر۔ لیکن وہ تو بند ہے سر“..... ہمیگر ڈ نے جواب دیا۔

”بند ہے۔ کیا مطلب۔ لاکٹ ہے اندر سے یا باہر سے“..... ڈاکٹر میورک نے چونک کر کہا۔

”یہ تو میں نے چیک نہیں کیا جتا“..... ہمیگر ڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یونا ننس۔ وہ سب وہاں موجود ہوں گے۔ جاؤ اور چیک کر کے پھر مجھے روپرٹ دو۔“.....ڈاکٹر میورک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور رکھ دیا۔

”اوہ۔ لیکن رابرٹ اور اس کے ساتھیوں کو کس نے ہلاک کیا ہوگا۔ کیا کرنل گیری اور اس کے اسنٹ کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔ اب لاشیں تو کسی کو ہلاک نہیں کر سکتیں۔ ضرور بھی بات ہو گی۔ بہر حال اب اصل صورت حال سامنے آجائے گی۔“.....ڈاکٹر میورک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر انہوں نے فائل پر نظریں جمانے کی کوشش کی مگر ڈنی پریشانی اور الجھاؤ کی وجہ سے اسے فائل پر لکھے ہوئے حروف بھی صحیح طور پر نظر نہ آ رہے تھے۔ انہوں نے فائل بند کر کے اسے میز کی دراز میں ڈال دیا اور اٹھ کر عقبی ریک میں سے شراب کی بوتل اور گلاس اٹھا کر میز پر رکھا اور پھر بوتل کھول کر گلاس میں شراب اندھیلنے میں مصروف ہو گیا۔



ایم۔ اے راحت کے قلم نئے افق میں سے دھوم مچا دینے والی مشہور سلسلہ وار داستان

کامل پانچ حصے

قیمت فی حصہ 60 روپے

درندگی و برمیت کے پیکر ازدھا
ایک پتھر صفت انسان
کی سرگزشت

طاہر جاوید مخل کے قلم سے شہرہ آفاق سلسلہ وار سرگزشت تاوان
تاوان کے ایک تابارہ حصے دستیاب ہیں

قیمت فی حصہ 60 روپے

ایپنے قریبی بکسٹال یا ہاکر سے طلب فرمائیں

اسٹاک

علی بکسٹال

نسبت روڈ، چوک میوہ پسٹال، لاہور۔

علی میان پبلیکیشنز

۲۰۔ عزیز مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

Ph: 7247414

براح راست

منگوانے
کا پتہ

”اب صدر کی کیا حالت ہے؟“..... جولیا نے بلیک روم میں داخل ہوتے ہی فرش پر لیٹنے ہوئے صدر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ۔ تم لوگ میڈ یکل بس نہیں لائے۔ مجھے بھی پوچھنے کا خیال نہیں رہا۔ صدر ویسے تو بہتر ہے لیکن پھر بھی اس کی بینڈ تج کرنا ہوگی۔ طاقت کے انگشن بھی لگانے ہوں گے،“..... عمران نے کہا۔

”میں لے آتا ہوں۔ آپ میں رہیں،“..... کیپشن شکلیل نے کہا اور تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران نے سوری کی مدد سے کرٹل گیری کو ایک کرسی پر بٹھا کر اسے رسی سے جکڑ دیا۔ یہی کارروائی اس کے ساتھی کے ساتھ کردی گئی۔ تھوڑی دیر بعد کیپشن شکلیل ایک میڈ یکل بس اٹھائے اندرا خل ہوا۔

”یہ کرٹل گیری کے آفس میں موجود تھا،“..... کیپشن شکلیل نے کہا۔

”اوے۔ لا اوے سے تاکہ پہلے صدر کو میڈ یکل ایڈ دے دی جائے،“..... عمران نے کہا اور پھر عمران اور کیپشن شکلیل نے مل کر ایک بار پھر صدر کا زخم صاف کیا اور پھر باقاعدہ بینڈ تج کرنے کے بعد اسے طاقت کے دو انگشنز بھی لگادیئے تاکہ خون زیادہ بہہ جانے کی کمزوری دور ہو سکے اور وہ ہوش میں آجائے۔ اس کے بعد عمران نے ڈاکٹر احسان کے بازو پر بھی طاقت کے دو انگشنز لگائے۔ اس نے دانتہ نہیں انگشنز لگائے بغیر ہوش میں لانے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ ڈاکٹر احسان کمزور جسم کے آدمی ہیں اس لئے بغیر طاقت کے انگشن کے اگر نہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی تو ان کی جان کو خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔ البتہ انگشن لگانے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے ان کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب ان کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ گیا۔ اسی لمحے اسے صدر کی کراہ سنائی دی تو وہ صدر کی طرف آ گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ۔ یہ۔“..... صدر نے اچانک اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”لیئے رہو صدر۔ کیپشن شکلیل تمہاری مدد کرے گا،“..... عمران نے کہا اور کیپشن شکلیل کو اشارہ کیا تو اس نے صدر کو سہارا دیا اور صدر جو ہوئی طور پر تمام پچویس کو چند ہی لمحوں میں سمجھ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ اٹھنے لگ گیا۔

”اسے کرسی پر بٹھا دو،“..... عمران نے کہا اور پھر ڈاکٹر احسان کی طرف مڑ گیا جواب کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عمران نے انہیں سہارا دے کر روک دیا۔

”آپ دوستوں میں ہیں ڈاکٹر احسان۔ آئیں اوہ کرسی پر بیٹھ جائیں،“..... عمران نے کہا۔

”تم۔ تم۔ کیا تم واقعی۔ تم ڈی ایس ہی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“..... کرسی کی طرف چلتے ہوئے ڈاکٹر احسان مسلسل بولتے چلے جا رہے تھے۔

”اوہ دیکھیں۔ یہ کرٹل گیری ہے۔ اسے تو آپ پہچانتے ہیں،“..... عمران نے کرسی پر بندھے ہوئے کرٹل گیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ہاں واقعی۔ وہ۔ وہ سائنا یڈ پسٹل کہاں ہے جس سے یہ سب کو ہلاک کرتا چاہتا تھا۔“..... ڈاکٹر احسان نے چونکتے ہوئے کہا تو عمران نے جیب سے سرخ رنگ کا ایک چوڑی نال والا پسٹل نکال لیا۔

”اس کی بات کر رہے ہیں آپ۔“..... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ تو تم لوگ فتح گئے۔ مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ یہاں پاکیشائی ایجنسیوں کی لاشیں آئی ہیں۔ یہ سب کیا ہے۔“..... ڈاکٹر احسان نے کہا تو عمران نے انہیں مختصر طور پر چیز کی تبدیلی اور کیپشن براؤن کی آواز اور لجھ کی نقل کے بارے میں بتایا تاکہ ڈاکٹر احسان ڈھنی اور اعصابی طور پر پوری طرح منجل جائیں۔

”اوہ۔ اوہ۔ تم لوگوں نے واقعی کمال کر دیا ہے۔ مجھے پاکیشائی پر فخر ہے۔“..... ڈاکٹر احسان نے کہا۔

”آپ ان سے کیوں لڑپڑے تھے۔ کیا آپ کو ہمارے بارے میں پہلے سے معلوم ہو گیا تھا۔“..... عمران نے کہا۔

”مجھے تو کیا اس کرٹل گیری کو بھی معلوم نہ تھا کہ اس کے ساتھی گورنی نے آ کر بتایا کہ کنٹرول روم میں سب کو ہلاک کر دیا گیا ہے تو انہوں نے مجھے واپس اپنے آفس کے کمرے میں بند کر دیا اور کرٹل گیری نے گورنی سے کہا کہ وہ جا کر میگزین روم سے سائنا یڈ سموک لے آئے تاکہ تم سب کو فوراً ہلاک کر دیا جائے۔ وہ آپ سب کو ہلاک کرتا چاہتا تھا۔ میں نے تمہیں بچانے کی کوشش کا فیصلہ کر لیا۔“..... ڈاکٹر احسان نے تفصیل سے بتانا شروع کر دیا اور پھر انہوں نے آفس کی کھڑکی سے نکلنے سے لے کر اپنے بے ہوش ہو جانے کی پوری تفصیل بتا دی۔

”عمران صاحب۔ اب آپ وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ہمارے پاس ہیں۔ اس کرٹل گیری کو گولی مار دیں اور نکل چلیں۔“..... اچانک کیپشن ٹکلیں نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ لیبارٹریوں کو تباہ نہ کیا جائے۔“..... عمران نے کہا۔

”اوہ نہیں۔ یہ سزا یکریمیز کو ضرور ملنی چاہئے۔“..... صالحہ اور جولیا دنوں نے کہا۔

”یہاں سے نکلنے کے لئے ہمیں کچھ سوچنا ہو گا اور نہ لٹکن۔ جیپ میں پہنچنے پہنچنے ہمیں ایک ہزار بار دوبارہ کپڑا جاسکے گا۔“..... عمران نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے کرٹل گیری کا ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد کرٹل گیری کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو عمران ہاتھ ہٹالے اور پیچھے ہٹ گیا۔

”کیپشن ٹکلیں۔ تمہارے پاس خبر ہے وہ مجھے دو۔ یہ بغیر نہ تنے کٹوائے کچھ نہیں بتائے گا۔“..... عمران نے کہا تو کیپشن ٹکلیں نے اپنی جیب سے ایک بار یک لیکن تیز دھار خبر نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”کیپشن ٹکلیں تم اور تنور دنوں باہر جاؤ۔ کنٹرول روم کے رابرٹ کی ہلاکت کا علم جس طرح کرٹل گیری کو ہوا تھا اس طرح کسی دوسرے کو بھی ہو سکتا ہے اور اگر ڈاکٹر احسان صاحب ہمت نہ کرتے تو سائنا یڈ زہر سے ہمارا خاتمہ یقینی تھا۔ اس طرح کوئی اور بھی آسکتا ہے۔“..... عمران نے کہا تو کیپشن ٹکلیں اور تنور دنوں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے عقب میں دروازہ جیسے ہی بند ہوا ویسے ہی

کرٹل گیری نے کراچی ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے لاشوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے بند ہے ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسما کر رہا گیا۔

”تم۔ تم کیپٹن براؤن نہیں ہو سکتے۔ کون ہوتم۔ یہ سب کیا ہے“..... کرٹل گیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ وہ چونکہ تربیت یافتہ آدمی تھا اس نے سب کچھ سمجھنے میں دریگاہی تھی۔

”میرا نام علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ہے اور میرا تعلق پاکیشی ایکٹ سروس سے ہے“..... عمران نے تفصیل سے تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”مگر۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رابرٹ سے غلطی ہوئی ہوا اور اس نے تمہاری چیپس مانیٹر نہ کی ہوں“..... کرٹل گیری کے لباس میں شدید حیرت ابھر آئی تھی۔

”تم لوگوں میں یہی کوتاہی بھیشنا میاں ہے کہ تم ایک یمنیز میشنوں پر زیادہ انحصار کرتے ہو جبکہ انسانی عقل ان میشنوں کو اگر بنا سکتی ہے تو انہیں ڈاچ بھی دے سکتی ہے۔ مجھے کیا کرنا پڑا۔ صرف اتنا کہ اپنے والی چیپس تمہارے آدمیوں کے جسموں میں لگادیں اور ان کے جسموں والی چیپس اپنے جسموں میں۔ اس طرح رابرٹ کی مانیٹر نگ میں لاشیں پاکیشی ایجنٹوں کی بن گئیں اور ہم یکورٹی کے افراد بن گئے“..... عمران نے منہ بتاتے ہوئے کہا تو کرٹل گیری کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کا اندازایے تھا جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

”سنو کرٹل گیری۔ مجھے تمہارے استٹ کیپٹن براؤن نے بتایا تھا کہ تمہارے پاس ایک خصوصی ہیلی کا پڑھ موجود ہے جسے تم ایک خفیہ بینگر میں رکھتے ہو اور اس بینگر پر کمپیوٹر ایز ڈالاک موجود ہے جسے مخصوص نمبروں سے کھولا جاسکتا ہے لیکن یہ نہ ترم نے صرف اپنے تک ہی رکھے ہوئے ہیں۔ مجھے وہ نمبر بتاؤ“..... عمران نے کہا۔

”براؤن نے غلط بیانی کی ہے۔ میرے پاس کوئی ہیلی کا پڑھ نہیں ہے“..... کرٹل گیری نے کہا۔

”سوچ لو۔ میں تمہیں زندہ چھوڑ کر جاسکتا ہوں ورنہ تمہاری لاش ہی یہاں پڑی ہوئی آنے والوں کو ملتے گی“..... عمران کا الجھ یکخت سردو گیا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں“..... کرٹل گیری نے جواب دیا تو عمران آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دایاں ہاتھ گھوما اور کمرہ کرٹل گیری کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ عمران کے ہاتھ میں موجود تیز دھار خنجر نے اس کا آدھے سے زیادہ نھتنا کاٹ دیا تھا اور بھی چیخ کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ عمران کا بازو ایک بار پھر گھوما اور کمرہ ایک بار پھر کرٹل گیری کی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کا دوسرا نھتنا بھی آدھے سے زیادہ کٹ پکا تھا۔ اس کا چہرہ تکلیف سے مسخ ہو رہا تھا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کا سر پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں موجود خنجر کا دستہ اس نے کرٹل گیری کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مار دیا اور کرٹل گیری کا تکلیف سے کھلا ہوا منہ مزید کھل گیا۔ آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں اور چہرہ اس قد مر مسخ ہو گیا جیسے کسی نے چہرے کے تمام عضلات کو الٹ پلٹ کر دیا ہو۔

”بولو۔ کہاں ہے ہیلی کا پڑھ“..... عمران نے انتہائی تحکمانہ لباس میں کہا۔

”بینگر میں ہے۔ بینگر میں“..... کرتل گیری کے مند سے ایسے الفاظ نکلے جیسے سکے کسی نکال میں سے گھڑ گھڑ کر باہر آ رہے ہوں۔

”کہاں ہے بینگر۔ پوری تفصیل بتاؤ“..... عمران نے کہا تو کرتل گیری نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔ اس کا شعور چونکہ ختم ہو چکا تھا اس لئے لاشوری طور پر ہی وہ ہر سوال کا جواب اس طرح دے رہا تھا جیسے ماتحت اپنے افسر کو پورٹ دیتا ہے۔ عمران اپنے پیچھے موجود جولیا اور صالح کی طرف مڑا مگر دوسرے لمحے وہ بے اختیار چونکہ پڑا کیونکہ اس نے ڈاکٹر احسان کو آنکھیں بند کئے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمایاں تھے جیسے انہیں کرتل گیری پر ہونے والے تشدید سے ڈھنی تکلیف پہنچ رہی ہو۔

”صالح۔ ڈاکٹر صاحب کو باہر کھلی فضائیں لے جاؤ۔ یہاں ان کی طبیعت خراب ہو رہی ہے“..... عمران نے صالح سے کہا۔

”اوے۔ آئیے ڈاکٹر صاحب“..... صالح نے ڈاکٹر احسان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر احسان اس طرح جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے عمران نے ان کے دل کی بات کر دی ہو۔ صالح انہیں ساتھ لے کر کرے سے باہر چل گئی تو عمران نے جیب سے مشین پسل نکالا اور دوسرے لمحے تراہٹ کی تیز آواز کے ساتھ ہی کرتل گیری اور اب تک بے ہوش پڑے ہوئے گورنی دونوں کے جسم چند لمحوں کے لئے تڑپے اور پھر ڈھیلے پڑ کر لٹک گئے۔

”آؤ۔ اب چلیں۔ ہمارا مشن مکمل ہو گیا“..... عمران نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیکن وہ لیبارٹریاں۔ ان کا کیا ہو گا“..... جولیا نے کہا۔

”انہیں چھوڑو۔ آؤ“..... عمران نے کہا اور صدر ہونٹ بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں بلیک زون سے باہر آگئے۔ وہاں نہ صرف ڈاکٹر احسان اور صالح موجود تھیں بلکہ کیپٹن شکیل اور تنوری بھی موجود تھے۔ تنوری کی پشت پر وہ تھیلا اللہ اہوا تھا جس میں اسلحہ تھا۔ ”ارے۔ یہ بیگ تم کب باہر سے لائے۔ اس میں سائنا یہ سوک پسل بھی رکھ دو۔ کام آئے گا۔ خاصا قیمتی پسل ہے“..... عمران نے جیب سے سرخ رنگ کا چوڑی نال والا پسل نکال کر تنوری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ویسے ہی اٹھا کر باہر لے گیا تھا کہ شاید اسکے کی ضرورت پڑ جائے اور واقعی پڑ گئی تھی“..... تنوری نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو کیپٹن شکیل بھی بے اختیار مسکرا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب خصوصی ہیلی کا پڑ پر سوار فضائیں موجود تھے لیکن ہیلی کا پڑ تنوری اڑا رہا تھا جبکہ جولیا اور صالح ساتھ واٹی سیٹ پر کمٹی پیٹھی تھیں۔ عمران، ڈاکٹر احسان، صدر اور کیپٹن شکیل عقیقی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیلی کا پڑ فضائیں بلند ہو کر اسی سُٹی کی حدود سے چند ہی لمحوں میں باہر پہنچا تو تنوری نے بھی ہیلی کا پڑ کو فضائیں معلق کر دیا۔

”کیا ہوا تمہیں۔ کیوں ہیلی کا پڑ روک لیا ہے“..... عقیقی سیٹ پر بیٹھے ہوئے عمران نے چونکہ کر کہا۔

”مس جولیا۔ آپ ان لیبارٹریوں کو تباہ کئے بغیر واپس جا رہی ہیں۔ کیوں“..... تنوری نے سائنا یہ پر کمٹی ہوئی جولیا سے کہا۔

”میں نے تو کہا تھا لیکن عمران نے بات ہی نہیں سنی“..... جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پھر یہ لیس ڈی چار جز“..... تنوری نے جیب سے ایک ڈی چار جز نکال کر جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

”کیا۔ کیا مطلب۔ تم لیبارٹری میں گئے تھے“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”ہاں عمران صاحب۔ میں اور تنوری باہر گئے تو ہم نے ایک آدمی کو بلیک روم کے کی طرف بڑھتے دیکھا۔ ہم نے اسے چھاپ لیا تو پتہ چلا کہ اس کا نام ہمگڑہ ہے اور وہ لیبارٹری سے آیا ہے۔ اس نے کنٹرول روم میں جا کر بھی چیک کیا تھا اور وہیں سے اس نے ڈاکٹر میور کو سب کی ہلاکت کے بارے میں بتا دیا تھا اور اب وہ ان کے کہنے پر بلیک روم میں چینگ کے لئے آ رہا تھا اس کے پاس لیبارٹری کھولنے والا مخصوص آہ تھا۔ ہم اسے ساتھ لے کر گئے۔ اس سے لیبارٹری کھلوائی اور پھر اسے وہیں آف کر کے ہم لیبارٹری میں چلے گئے۔ ہم نے وہاں ڈاکٹر میور کو پکڑا اور پھر اس کے ذریعے ہم ایک ٹھیکانہ کے راستے دوسری لیبارٹری میں چلے گئے۔ ہمارے بیگ میں پر میگا بم موجود تھے۔ ہم نے انہیں دونوں لیبارٹریوں میں رکھا اور پھر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ لٹک کر کے واپس آگئے۔ کیپشن شکلیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اب آپ ان دونوں کو آف کر دیں تاکہ ایکریسا کو احساس تو ہو کہ پاکیشائی سائنس و ان کواغوا کرنے کا کیا نتیجہ لکھتا ہے“..... تنوری نے کہا۔

”لیکن میں بحیثیت لیڈر تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا“..... عمران نے بڑے تحکماں لجھ میں کہا۔

”اپنی لیڈری کا رعب ہم پر مت ڈالو۔ ڈاکٹر احسان کی برآمدگی کا مشن مکمل ہو چکا ہے اور مشن مکمل ہوتے ہی اب تم ہمارے لیڈر نہیں رہے۔ کیوں صدر“..... تنوری نے کہا تو صدر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جب جولیا، صالح اور کیپشن شکلیل نے بھی تنوری کی تائید کر دی تو عمران نے بے اختیار روئے والا منہ بنا لیا اور اس کے اس انداز پر سب بے اختیار نہیں پڑے جبکہ جولیا نے ڈی چارجر کے بن پر لیں کرنے شروع کر دیئے اور چند لمحوں بعد ای سٹی خوفناک دھماکوں کی زد میں آچکا تھا۔



ختم شد

